امام خمینیؒ کی نگاہ میں

تعلیم و تربیت

بسم الله الرحمن الرحیم

امام خمینیؒ کی نگاہ میں

تعلیم و تربیت

مؤسسۂ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ

بین الاقوامی امور

خمینی، روح‌الله، رهبر انقلاب و بنیانگذار جمهوری اسلامی ایران، ۱۲۷۹ ـ ۱۳۶۸.
تعلیم و تربیت از دیدگاه امام خمینی. اردو (امام خمینیؒ کی نگامین تعلیم و تربیت) /
تهران: مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی(س)، ۲۰۰۵ م = ۱۳۸۴. ۳۸۶ ص.
ISBN: 964 - 335 - 731 - 7

فهرستنویسی براساس اطلاعات فیپا.
اردو. کتابنامه : به صورت زیرنویس.
۱. خمینی، روح‌الله، رهبر انقلاب و بنیانگذار جمهوری اسلامی ایران، ۱۲۷۹ـ ۱۳۶۸. ـ ـ پیامها و سخنرانیها ـ ـ نظریه درباره آموزش و پرورش. الف. مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی(س) ـ معاونت امور بین‌الملل. ب. عنوان.

۸ الف ۸ آ / ۵ / DSR ۱۵۷۴ ۹۵۵/۰۸۴۲۰۹۲
کتابخانه ملی ایران ۴۳۹ ـ ۸۴ م

کد / م ۱۹۲۸

امام خمینیؒ کی نگاہ میں

تعلیم و تربیت

ناشر: مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ ـ بین الاقوامی امور
پتہ: جمہوری اسلامی ایران
تہران خیابان شہید باہنر خیابان یاسر خیابان سودہ / ۵
پوسٹ بکس: ۶۱۴ـ۱۹۵۷۵ کوڈ: ۱۹۷۷۶
ٹیلی فون: ۵ ـ ۲۲۹۰۱۹۱ ۲۲۸۳۱۳۸
فیکس: ۲۲۹۰۴۷۸ (۰۰۹۸ ۲۱)
طبع: اول ـ ۲۰۰۵ء
تعداد: ۳۰۰۰
قیمت: ۲۰۰۰۰ ریال
ای میل: info@imam-khomeini.org

مقدمہ

اس جہان ہستی کی بنیادیں علم وحکمت پر قائم ہیں اور یہ وہی علم وحکمت الٰہی ہے کہ جو ہستی وزیست اور طبیعت ومادے کے وجود اور تخلیق انسان میں متجلی اور ایک بامقصد اور ہم آہنگ نظام کی ایجاد کا سبب ہے۔

انسان اس جہان ہستی کے مرکز اور خلیفہ الٰہی کی حیثیت سے اس ہدفدار اور بامقصد نظام کے کشف اور خود اور دیگر مظاہر قدرت میں اس ہدفدار نظام کے قانون کی جمع آوری کیلئے کوشاں ہے۔ اس کائنات کے سب سے اہم مظہر، انسان کی اپنے متعلق تحقیق اور اس کی اپنی استعداد وصلاحیت کا کشف ہونا جہان ہستی کی شناخت کیلئے انسان کی قدرت کے آغاز سے عبارت ہے۔

ان مظاہر قدرت کی شناخت اور ان کے آپس کے روابط کے کشف ہونے کا نتیجہ اس آیہ شریفہ ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ...﴾[1] کی بنا پر مادیت پر تسلّط وکنٹرول اور اس سے انسان کے استفادہ سے عبارت ہے کہ جس کا نتیجہ خدا کی عطا کردہ اشیا سے زیادہ سے بہرہ مند ہونا ہے۔

آج کی تعلیم وتربیت کے نقطہ نگاہ سے مظاہر قدرت کی شناخت اور ان کے کشف روابط کا سب سے اہم عنصر انسان کے اپنے ماحول ومحیط کیلئے زیادہ سے زیادہ سازگار حالات تیار کرنے کیلئے اس کا سلوک ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ انسان کی بدنی، نفسیاتی اور محبت وہمدردی کی ضروریات کے پورے ہونے کی صورت میں وہ خوش بخت، کامیاب اور سعادتمند ہو جائے گا۔ لیکن اس کائنات میں جاری وساری حقیقت

۱۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۳۳۔

الہیہ، انسان کامل کی تربیت اور لقاء الہی کے مقام جو اسلامی تربیت کی غایت اور حقیقی سعادت ہے، کے درک اور اس تک وصول کیلئے ہمیں وحی، تدبر اور اس سے صحیح طور پر استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کہ جو قرآن کے فرمان کے مطابق اسوۂ حسنہ ہیں، کی سیرت کا مطالعہ اور اس سے صحیح استفادہ انسان کی سعادت دنیا و آخرت کا باعث ہوگا۔ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ان کے علمی، تحقیقی اور عاقلانہ امور سے منافات نہیں رکھتی ہے۔

اس تعریف کے ذریعہ تعلیم و تربیت کا مقام اور انسانی تربیت کی ضرورت معلوم ہو جاتی ہے۔ اس عصر میں انبیاء اور اولیا علیہم السلام کے حقیقی وارث حضرت امام خمینیؒ نے اسلامی تعلیم و تربیت کی زندہ تعلیمات سے کسب فیض کرتے ہوئے اپنے دم مسیحائی سے بڑی طاقتوں کے ظلم و ستم اور جہالت کے ہاتھوں تھکے ہارے اور غمزدہ انسان کی رہائی، انہیں حیات نو عطا کرنے، ان کی تشنہ روح کو سیراب کرنے اور انہیں حقیقی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ امام خمینیؒ اپنے کلام اور تحریر و عمل ایک جیسے تھے اور ان کے ایمان کی تجلی ایک حقیقی مومن کے عنوان کی مانند اس راز و سرّ میں موجود ہے۔

اس کتاب کا ہدف تعلیم و تربیت کی اہمیت، اس کے مقام اور اس پر موثر عوامل کے بارے میں حضرت امام خمینیؒ کے ارشادات کو جمع کرنا ہے کہ جو خالص اسلامی محمدیؐ سے اخذ کیے گئے ہیں۔

ہمیں پوری امید ہے کہ اس سالک خدا کہ جس نے سالوں سیر و سلوک کو طے کیا اور جو دلوں کا محبوب بن گیا تھا، کے افکار و نظریات اور عمل کی وضاحت و تشریح اور ان کی پیروی دنیا و آخرت کی سعادت و فلاح کا موجب ہوگی کہ یہ فلاح و کامیابی زیادہ سے زیادہ برکتوں کے نزول، پوری دنیا کے مسلمانوں اور آزاد فکر افراد کی کامیابی کیلئے زمین ہموار کرنے کا باعث ہے۔ چنانچہ لازمی ہے کہ اس عظیم معلم اور عارفوں کے امام و قائد کے تعلیم و تربیت کے مقام، اہمیت اور اس پر موثر عوامل کے بارے میں ان کی نظر کو اجمالاً ملاحظہ کریں تو مندرجہ ذیل نکات کی جانب اشارہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت امام خمینیؒ کی راہ پر قدم اٹھانے والوں اور محققین کو زیادہ مطالعہ اور جستجو کیلئے کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

۱۔ امام خمینیؒ کے نظریات کے مطابق اسلام و قرآن، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سب ہی انسان کی تربیت میں

بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن تربیت اور انسانی تعمیر کی کتاب ہے۔ اسلام اور توحیدی مکتب، انسان کی اس کے وجود کے تمام ابعاد و جہات میں تربیت کرسکتے ہیں۔

امام خمینیؒ کے فرمودات کی روشنی میں مختلف معاشروں خصوصاً یورپ کے صنعتی معاشرے کی اجتماعی صورتحال پر ایک نگاہ ڈالنے سے ہم ان کی ثقافتی و اجتماعی مشکلات، ان کی حقیقی شخصیت کے فقدان اور معنوی خلا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپی معاشرے کی عیش و آرام والی زندگی اور وہاں موجود آزادیاں بھی اسے حقیقی آرام وسکون پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اس بنا پر گذشتہ چند سالوں میں وہاں کے لوگوں خصوصاً خواتین حقیقی سکون کی تلاش، اخلاقی آلودگیوں سے رہائی پانے، اپنی حفاظت کرنے اور حقیقی سعادت تک پہنچنے کیلئے دینی زندگی اور معنویت کی طرف متوجہ ہوگئی ہیں اور بالخصوص اسلام کی طرف لوگوں کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔

۲۔ ایک اور بہت ہی اہم نکتہ کہ جس کی جانب آج تک دانشوروں کی توجہ بہت کم تھی اور حضرت امام خمینیؒ نے اسے پیش کیا ہے، یہ ہے کہ انسان کی تربیت اور اس کے اندر تحول وانقلاب میں خداوند عالم کی عنایات اور ارادہ بہت موثر ہے۔ وہ دانشوروں، فلسفیوں، عمرانیات کے ماہرین اور انسان شناسی سے وابستہ افراد کو اس معما کے حل کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ شاہی حکومت اپنی بری پالیسیوں اور منصوبہ بندی کے باوجود صرف معاشرے کے ایک گوشے کے جوانوں اور لوگوں کو خراب کرسکی اور ہمارے نوجوان معرفت خدا کے حصول کے ذریعہ، اپنی تربیت نفس کی وجہ سے لقاء الہی کے عاشق اور اسلام کے جانثار خدائی ہوگئے اور انہوں نے خود کو کس طرح تبدیل کرلیا۔ وہ خود سوال کرتے ہیں کہ کیا صرف لمبی مدت کی منصوبہ بندی اور تہذیب یافتہ مربیوں کے ذریعہ سے ایسی خداپسندانہ تربیت کا امکان تھا؟ اور خود ہی جواب دیتے ہیں کہ یہ صرف خداوند عالم کی غیبی امداد، اس کی اپنے بندوں کی دستگیری اور اس کے تصرف واختیار سے ہی ممکن ہے۔

۳۔ حضرت امام خمینیؒ نے تعلیم وتربیت کی اہمیت کے متعلق بارہا اشارہ کیا ہے کہ ہم سب کی مشکلات کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے نہ اپنا تزکیہ کیا ہے اور نہ تربیت۔ وہ تہذیب نفس اور پاکیزہ اخلاق کے حصول اور کوشش کو اہم ترین کاموں اور واجب ترین واجبات عقلی میں سے شمار کرتے ہیں۔ تربیت کی اہمیت کیلئے

بس اتنا کافی ہے کہ وہ بعثت انبیاء کی غرض کو انسانوں کی تعلیم وتربیت قرار دیتے ہیں۔

۴۔ علم وتعلیم کے رفیع مقام کے بارے میں وہ علم کو سعادت دنیا وآخرت کا باعث قرار دیتے ہوئے تاکید کرتے ہیں کہ علم کو تربیت کیلئے حاصل کرنا چاہیے۔ لیکن اس نکتہ کی جانب توجہ بہت ضروری ہے کہ وہ اس علم وتعلیم کی تاکید کرتے ہیں جو جہت دار ہو اور کسی خاص مقصد کیلئے حاصل کی جائے اور وہ جہت ومقصد اہم خدا اور خدا کی طرف توجہ ہونا چاہیے۔

۵۔ اگرچہ کہ انبیاء کا اصل کام لوگوں کی تربیت تھی اس کے باوجود امام خمینیؒ اس کی جانب بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ اپنی عملی زندگی اور کاموں میں استقامت وپائیداری اختیار کرنا، ممالک کی ترقی اور ان کے استقلال کیلئے مختلف شعبوں کے ماہرین، سنجیدہ اور ذمہ دار افراد کی تربیت بھی انبیاء کے دستور وآئین کے بنیادی نکات میں شامل ہے۔

۶۔ حضرت امام خمینیؒ، والدین کی اخلاقی خصوصیات وغیرہ کی موروثی طریقہ سے بچوں میں منتقلی اور اثرگزاری پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ، وعظ ونصیحت، شوہر یا بیوی کے انتخاب، غرض یہ کہ شادی کے تمام مراحل میں نطفہ ٹھہرنے سے لے کر زمانہ حمل تک کے بارے میں ہدایات کو بھی بہت موثر جانتے ہیں۔ وہ ﴿السَّعِيدُ سَعِيدٌ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَالشَّقِيُّ شَقِيٌّ فِي بَطْنِ أُمِّهِ﴾ کی حدیث پر کیے گئے محقق خراسانیؒ کے اعتراض اور ان کی رائے کو رد کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ مختلف انسانوں کی تربیت قبول کرنے کی صلاحیت اس کی شخصیت، اخلاق وغیرہ میں، حلال اور حرام غذا کا اثر، مومنہ اور غیر مومنہ عورت کا دودھ پلانا، حلال وحرام جماع اور دیگر عوامل کو انسانی شخصیت کی تشکیل میں ان مختلف انسانوں کی علت وجہ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح امام خمینیؒ، والدین کی اخلاقی خصوصیات کو مختلف انسانوں کے جملہ اسباب میں سے قرار دیتے ہیں۔[1]

۷۔ تعلیم وتربیت کا ایک اور اہم موضوع کہ جسے امام خمینیؒ کے ارشادات سے سمجھا جا سکتا ہے یہ ہے کہ انسان کا ایک دوسرے برتاؤ، سلوک اور افکار ونظریات یا ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا یا ایک دوسرے کے عمل سے اثر لینا ہے۔ مثلاً وہ توحید کے عقیدے کو تربیت کا موجب جانتے ہیں اور اس کے برعکس

۱۔ امام خمینیؒ، انوار الہدایہ، ج ۱۔

بھی فرماتے ہیں کہ اسلامی تعلیم و تربیت اور تہذیب نفس کے ذریعہ سے بھی توحید تک پہنچا جا سکتا ہے۔ [۱]

۸۔ اکثر ماہرین نفسیات، ماحول اور معاشرے کو تعلیم و تربیت کے دیگر عوامل میں سے ایک عامل جانتے ہیں جبکہ بعض ماہرین نفسیات تو ماحول و معاشرے کے تعلیم و تربیت پر مطلق اثر کے قائل ہیں۔ حضرت امام خمینیؒ انسان کی صحیح اور غلط تربیت میں ماحول کے مختلف عناصر جیسے ثقافت، حکومت، گھر اور اسکول وغیرہ کے اثر کو قابل توجہ قرار دیتے ہوئے اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک صحیح معاشرے کی تشکیل، ملکی استقلال اور اس کی ترقی کیلئے اسکول، یونیورسٹی اور دینی مدارس کا صحیح و سالم اور دینی ماحول بہت اہمیت کا حامل ہے۔

اس مقدمہ کے اختتام پر ہم اس انسان کامل اور مرید و مراد کے عارفانہ کلام اور سخن گراںبہا کو نقل کر رہے ہیں کہ ''یہ دنیا خدا کی بارگاہ ہے، خدا کی بارگاہ میں گناہ و معصیت انجام نہ دیں''۔ [۲]

خود امام خمینیؒ اس توحیدی فکر کے اثر کے حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ کثرت میں خود کو ایک جز کی حیثیت سے دیکھنے سے ہمیں چاہیے کہ اپنے وجود کو ایک دوست کی محفل میں سمجھیں اور اس میں ڈوب جائیں تو پھر معصیت و گناہ کا نہ کوئی ماحول ہوگا نہ کوئی آلودہ فضا باقی رہے گی۔ اس لیے کہ ہم خداوند سبحان کو اس کی تمام جمال و زیبائی کے ساتھ حاضر و ناظر جانتے ہیں۔

اس کتاب کی خصوصیات

اس کتاب کے مطالب موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ کے شعبہ تعلیم و تربیت کے گروہ تحقیق کے ذریعہ استخراج و تنظیم کیے گئے ہیں اور یہ کتاب دو فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل کا عنوان ''تعلیم و تربیت کی اہمیت اور اس کا مقام'' ہے اور اس میں تربیت کی اہمیت، انسان کی تربیت کی ضرورت، انسان کا تربیت قبول کرنا، ہدف ارعلم و تعلیم اور تعلیم و تربیت کے انبیاء کے دستور کے بنیادی نکات میں شامل ہونے کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

دوسری فصل میں تعلیم و تربیت پر موثر عوامل کو دینی، انفرادی اور اجتماعی و معاشرتی عوامل میں بیان کیا گیا

۱۔ امام خمینیؒ، شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۲۷۳۔

۲۔ صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۶۱۔

ہے کہ جن میں خدا کی عنایات اور ارادہ، انبیا اور ائمہ اطہار علیہم السلام، اسلام و قرآن اور ایام اللہ، پیدائش سے قبل وراثتی زمین کا ہموار ہونا، اخلاقی فضائل ورذائل، ثقافت، مکتب ونظریہ، حکومت اور قانون، گھر اور گھرانہ، یونیورسٹی، حوزہ ہائے علمیہ، ذرائع ابلاغ اور حدود وتعزیرات کا اجرا کرنے والے ادارے سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں کوشش کی گئی ہے کہ:

۱۔ اس کتاب کی فصول اور عناوین کے علاوہ امام خمینیؒ کے منتخب گفتگو کا بھی ایک عنوان رکھا گیا ہے جو بالکل امام خمینیؒ کی عبارت سے مماثلت نہیں رکھتا ہے لیکن کوشش کی گئی ہے کہ ان کی گفتگو سے نزدیک ہو۔ لہذا قاری حضرات اور محققین کو اس جانب توجہ رکھنی چاہیے کہ امام خمینیؒ کی منتخب شدہ گفتگو کا عنوان گروہ تحقیق کی جانب سے رکھا گیا ہے اور اسے امام خمینیؒ کی طرف نسبت نہ دی جائے۔

۲۔ ہر ایک فصل اور ذیلی عناوین میں منتخب شدہ کلام کی ترتیب اور تاریخ صدور امام خمینیؒ کی طرف سے قرار نہیں دیے گئے ہیں۔

۳۔ امام خمینیؒ کے پیغامات اور تقاریر، صحیفہ امام اور ادارے میں موجود منابع سے ماخوذ ہیں جو ہر متن کے ساتھ مندرج ہے۔

۴۔ موضوعات کی ترتیب اور ایک دوسرے سے ان کے درمیان فرق رکھنے کا عمل خود امام خمینیؒ کی طرف سے نہیں ہے۔ اسی لیے ان مطالب کی جمع آوری اور موضوع بندی اس ادارے کے ذمے ہے۔ چنانچہ ایک کلام یا پیغام کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی ذمہ اس ادارے کے افراد پر عائد ہوتی ہے۔

۵۔ ہم یہ کوشش کی ہے کہ ہر فصل اور ذیلی عناوین میں موجود امام خمینیؒ کے منتخب شدہ کلمات میں کم سے کم تکرار ہو، لیکن بعض کلام وتقاریر کے چند جہت رکھنے کی وجہ سے بہت کم تکرار کا وجود ناگزیر ہے لیکن اکثر مطالب کو ان کی خاص سرخی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مؤسسۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ

بین الاقوامی امور

پہلی فصل

تعلیم و تربیت کی اہمیت
اور
اس کا مقام

تربیت کی اہمیت

انسانی روح کی اہمیت

جان لو کہ انسان کی ان مختلف باطنی صورتوں کہ جن میں سے ایک انسانی صورت ہے، عالم برزخ کے آغاز اور سلطنت آخرت کے غلبہ و تسلّط کہ جس کی ابتدا عالم برزخ سے ہی ہوتی ہے، کا معیار و میزان روح (نفس) کا بدن سے نکلنے کا وقت ہے۔ انسانی روح بدن سے نکلتے وقت جس عادت و ملکہ سے اس دنیا سے رخصت ہوگی اسی ملکہ و عادت کے مطابق آخرت میں شکل پائے گی۔ برزخ کی ملکوتی آنکھیں اسے دیکھیں گی اور وہ خود بھی اپنی برزخی آنکھوں کے کھلتے وقت اپنے آپ کو اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں دیکھے گا البتہ اگر اس کی (برزخی) آنکھیں ہوئیں تو ضروری نہیں ہے کہ جو اس دنیا میں جس شکل و صورت کا مالک ہو آخرت میں بھی وہی شکل و صورت رکھتا ہو۔ خداوند عالم روز محشر بعض افراد کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''خدایا! مجھے نابینا کیوں محشور کیا جبکہ میں دنیا میں بینا تھا؟'' خداوند عالم جواب دے گا: ''چونکہ تم نے ہماری نشانیوں کو فراموش کر دیا تھا اسی طرح آج تم کو فراموش کر دیا گیا ہے''۔[1] اے بے چارے انسان! تم دنیا میں صرف ظاہری آنکھوں والے اور سطحی بینائی کے مالک تھے لیکن تمہارا باطن تاریک اور چشم ملکوت نابینا تھی۔ تم نے آج اپنی نابینائی اور اندھے پن کا ادراک کیا ہے درحالیکہ تم تو پہلے ہی سے نابینا تھے۔ تم آیات خدا اور اس کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے والی چشم بصیرت اور باطنی بینائی کے مالک نہیں تھے۔ اے بے چارے انسان! تم صرف ملکی (مادی و ظاہری اور) اچھی شکل و صورت اور ظاہری قد و قامت کے مالک تھے۔

۱۔ آیۂ شریفہ کی طرف اشارہ ہے: ﴿قال ربّ لِمَ حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیراً قال کذلک اتتک آیاتنا فنسیتها و کذلک الیوم تُنسیٰ﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۲۵ و ۱۲۶)۔

(لیکن) دنیائے ملکوت اور باطنی عالم کا میزان یہ سب چیزیں نہیں ہے۔ تمہیں چاہیے کہ باطنی (روحانی) قدوقامت حاصل کرو تا کہ روز قیامت تمہاری شکل وصورت اور قدوقامت صحیح وسالم ہو۔ تمہیں چاہیے کہ تمہاری روح، انسانی روح ہو تا کہ عالم برزخ اور روز محشر، انسانی صورت کو پا سکو۔ تم یہ خیال کرتے ہو کہ عالم غیب وباطن کہ جو رازوں کے منکشف ہونے اور ملکات (انسانی پختہ عادتوں) کے ظہور کا عالم ہے، ظاہری عالم اور مادی دنیا کی مانند ہے کہ جہاں دھوکہ اور فریب سے کام نکال لیا جائے گا؟ تمہاری آنکھیں، کان اور دست وپا سمیت تمام اعضا اپنی ملکوتی زبان سے بلکہ بعض افراد کے قول کے مطابق ملکوتی شکل وصورت میں تمہارے ہی خلاف گواہی دیں گے۔ (چہل حدیث، ص ۱۵)

عقلی طور پر اہم ترین کام

تہذیب نفس اور پاکیزہ اخلاق کے حصول کی کوشش کرنا جو درحقیقت شیطان کے تسلط اور اس کی حکومت سے آزاد ہونا ہے، سب سے اہم ترین کام اور عقلی طور پر سب سے زیادہ واجب امر ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۶۸)

باطنی نورانیت کی اہمیت

حق کے طالب کیلئے بہتر یہی ہے کہ وہ حق کے وصول کیلئے اقدامات کرے۔ اگر اس نے اپنے قلب کی نورانیت وطہارت میں کوئی تبدیلی دیکھی اور باطن کی نورانیت کو دریافت کرلیا تو اسے اور زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ یہ بات روز روشن کی مانند عیاں ہے کہ یہ تمام امور بتدریج اور طولانی مدت میں انجام پاتے ہیں اور چونکہ ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے لہذا انسان کو ان کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ ان امور کی طرف بے توجہی اور تغافل کا نقصان دنیوی ضرر کی مانند نہیں ہے کہ انسان یہ کہے کہ ''اگر آج یہ کام نہیں ہوا تو کل میں اس کا جبران کردوں گا اور اگر جبران نہ بھی ہوا تو مشکل کی کوئی بات نہیں، دنیا ایسے ہی گزر جائے گی'' یہ ابدی سعادت وشقاوت ہے، ایسی شقاوت وبدبختی کہ جس کی نہ کوئی آخری حد ہے اور نہ اختتام۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۰۸)

معنوی تربیت کامل ترین رحمت ہے

تمام رحمتوں میں سب سے زیادہ کامل رحمت، معنوی تربیت کی نعمت ہے کہ جو بنی نوع انسان سے ہی مخصوص ہے، مثلاً کتب سماوی اور انبیاء مرسلین کا بھیجا جانا۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل ص ۱۴۰)

بچوں کی تربیت کی اہمیت اور سہل انگاری کا خطرہ

بچوں کو زمانہ طفولیت میں حاصل ہونے والی معلومات یا تربیت واخلاق کہ جن کا اثر آخری عمر تک باقی رہتا ہے اور نسیان وفراموشی ان پر کم اثر انداز ہوتے ہیں، کے لحاظ سے بچوں کی تربیت و پرورش بہت اہم امور سے تعلق رکھتی ہے کہ جس کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ اگر اس کام میں سہل انگاری اور سستی وکاہلی سے کام لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ بچہ اخلاق رذیلہ کی دلدل میں گرفتار ہو جاتا ہے، بلکہ ابدی شقاوت وبدبختی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل ص ۱۵۴)

صحیح تربیت سے فطرت کی نشو ونما

انسان پیدائشی طور پر دنیا میں برا بن کر نہیں آیا ہے، بلکہ وہ بہترین اور اچھی فطرت کے ساتھ دنیا میں بھیجا گیا ہے اور وہ خدائی فطرت کا مالک ہے ﴿کُلُّ مولُودٍ یُولَدُ عَلیٰ الْفِطْرَةِ﴾[۱] کہ جو ہی انسانی فطرت، صراط مستقیم کی فطرت اور فطرت اسلام وتوحید ہے۔ یہ تربیت ہی ہے جو یا تو اس فطرت کی نشو ونما میں مدد دیتی ہے یا پھر اس فطرت کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ یہ تربیت ہی ہے کہ جو ممکن ہے ایک مملکت کو انسانی معاشرے کے کمال مطلوب تک پہنچادے اور ایک ملک کو صحیح معنی میں انسانی اقدار اور اسلام کا مطلوب ملک بنادے یا یہی خراب تربیت یا بغیر تربیت کے تعلیم ہی ہے کہ جو ممکن ہے ایسے افراد کی تربیت کرے کہ جن کے

۱۔ ﴿کل مولود یولد علی الفطرة ثم ان ابواه یهوّدانه وینصرانه ویمجّسانه﴾ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۳۵، فصل ۴، ح ۱۸)

ہاتھوں میں ملکی تقدیر اور باگ دوڑ ہو اور وہ ملک کو تباہ و برباد کر دیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۳)

صحیح تربیت نہ ہونے کی صورت میں روح کا تنزل

انسان ایک ایسا موجود ہے کہ جسے اگر لگام نہ دی جائے یا وہ اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق پروان چڑھے اور ایک جنگلی گھاس کی مانند گلستان حیات میں قدم رکھے یا پھر اس کی تربیت نہ ہو تو وہ ماہ و سال کی جتنی بھی سیڑھیاں چڑھے گا یا مقام و منصب کے جتنے درجات کو بھی طے کرے گا، وہ روحانی طور پر تنزل ہی کرتا رہے گا اور اس کی معنویت اور باطنی دنیا سب سے بڑے شیطان جو شیطان نفس ہے، کے تصرف و اختیار میں چلی جائے گی۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۵۲)

تزکیہ، بعثت کی غایت

ہماری تمام مشکلات اس لیے ہیں کہ ہم نے نہ تو اپنا تزکیہ نفس کیا ہے اور نہ ہی تربیت۔ بہت سے لوگ عالم و دانشمند اور مفکر تو بن گئے مگر ان کی تربیت نہیں ہو سکی۔ ان کے افکار تو بہت گہرے ہیں لیکن تربیت کی خوبو سے بہت دور۔ بشریت پر بے تربیت و بے تزکیہ عالم کی طرف سے آنے والی مشکلات و خطرات مغولوں کے حملوں سے زیادہ ہیں۔ انبیاءؑ کے مبعوث ہونے کی غرض و غایت پہلے مرحلے پر یہی تزکیہ نفس ہے اور اس کے بعد تعلیم۔ اگر انسانی نفوس بغیر تزکیہ نفس اور تربیت، جہاں بھی جائیں اور جس علم کو بھی حاصل کریں خواہ وہ علم توحید ہی کیوں نہ ہو یا معارف الٰہی کا علم، وہ فلسفہ و فقہ ہو یا پھر سیاست کا میدان، وہ جس شعبہ زندگی میں قدم رکھیں گے، اگر اپنے شیطان باطنی سے رہائی حاصل نہ کر سکے تو ایسے افراد انسانیت کیلئے بہت مہلک ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۳۹۱)

تزکیہ سے نور ہدایت کا حصول

تزکیہ نفس اس لیے ہے کہ انسان کا باطن نور ہدایت سے جگمگا اٹھے۔ جب تک آپ کا تزکیہ نہیں ہوا ہے جان لیے کہ سرکشی کا خطرہ آپ کے سر پر منڈلا رہا ہے اور جب تک آپ نے اپنا تزکیہ نفس نہیں کیا ہے، علم کا

حصول آپ کیلئے خطرناک ہے، بلکہ تمام چیزوں سے زیادہ خطرناک۔ جب تک آپ نے تہذیب وتزکیہ نفس سے اپنے باطن کو آراستہ نہیں کیا ہے اس وقت تک مقام ومنصب کا حصول آپ کیلئے خطرآور ہے اور آپ کو دنیا وآخرت کی ہلاکت سے دوچار کرسکتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۳۹۳)

اپنی اصلاح تمام چیزوں پر مقدم ہے

وہ وقت ہمارے لیے مبارک ومسعود ہوسکتا ہے کہ جب ہم اپنی اور اپنے ملک کی تربیت کرسکیں۔ ہر اصلاح کا نقطہ آغاز انسان کی ذات سے شروع ہوتا ہے اور جب تک انسان اپنی تربیت نہ کرے وہ دوسروں کی تربیت نہیں کرسکتا۔ آپ نے دیکھا کہ روز اول سے آج تک یہ تمام حکومتیں خصوصاً یہ آخری زمانے کی حکومتوں میں کہ جن کا آپ میں سے اکثر نے مشاہدہ کیا ہے، زمام کار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی کہ جو اسلامی تربیت کی خوبو سے بہت دور تھے اور جنہوں نے اپنی غلط تربیت کی وجہ سے ہمارے ملک کو ایسی منزل پر لاکھڑا کیا تھا جسے آپ خود ملاحظہ کررہے ہیں۔ ان لوگوں نے ہماری قوم کو ایسے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے کہ اب اس کی تربیت واصلاح کیلئے ایک طولانی مدت درکار ہے۔ اسی لیے جو چیز ہم سب پر لازم وضروری ہے وہ یہ ہے کہ اصلاح وتربیت کا کام ہم اپنے نفس سے شروع کریں اور اپنے ظاہر کی اصلاح پر اکتفا نہ کریں۔ اصلاح وتربیت کا نقطہ آغاز ہمارا قلب اور فکروخیال ہونا چاہیے اور ہم روزانہ اس بات کی کوشش کریں کہ ہمارا آنے والا دن ہمارے گزرے ہوئے دن سے بہتر ہو۔ مجھے امید ہے کہ یہ جہاد بالنفس کی منزل ہم سب کو حاصل ہوگی اور اس کے بعد ملک کی تعمیر وترقی کیلئے سعی وکوشش۔ ہم اس دن عید منائیں گے کہ جب ہمارے محتاج، ضرورتمند اور معاشرے کے پسے ہوئے طبقہ سے وابستہ افراد صحیح آسائش والی زندگی اور صحیح اسلامی اور انسانی تربیت کو پالیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۳۹۱)

تہذیب نفس اور اخلاق حسنہ کے حصول میں کامیابی

اگر علم ہوتا اور تہذیب نفس نہ ہوتی، اگر بشریت سے انبیاءؑ کو نکال دیا جائے یا یہ فرض کریں کہ انبیاء شروع ہی سے نہ ہوتے اور انسان خود بخود پرورش پاتا تو تمام انسانیت ہلاک ونابود ہوجاتی اور بشریت میں

کوئی ایک اچھا انسان پیدا ہی نہ ہوتا۔ یہ جو آج آپ مشاہدہ کررہے ہیں کہ بہت سے افراد نیک ہیں، یہ سب انبیاء الہیؑ کی معنوی تربیت کی برکت کے سبب سے ہیں۔ انبیاء کی اسی معنوی تربیت کو درحالیکہ تمام افراد نے قبول نہیں کیا تھا، لیکن اس کے باوجود اس نے دنیا میں اتنی نور افشانی کی ہے کہ بہت سے لوگ اور معاشرے کے پسے ہوئے افراد، نیک راہ کے راہی بن گئے ہیں۔ ان افراد میں خرابی اور بگاڑ کم پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ آپ حضرات جو یہ چاہتے تھے کہ معاشرے کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں اور اسی لیے آپ نے تعلیم بالغان جیسی تحریک کا آغاز کیا تو اگر آپ اس تعلیم کے ساتھ تربیت نہ کریں اور (اپنی اور معاشرے کی) تہذیب نفس کی طرف توجہ نہ دیں تو آپ کا یہ تعلیم دینے کا عمل لاکھ اچھا ہی سہی لیکن بے قدر و قیمت ہوگا، چنانچہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت لازمی ہے۔ اگر ان نونہالوں کی تعلیم کے ذمہ دار حضرات کی توجہ صرف اس جانب ہو کہ صرف ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں اور آپ ان کی تربیت و تہذیب نفس کیلئے کوئی اقدامات نہ کریں تو آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے وطن کیلئے کوئی ایک مثبت کام اور خدمت انجام نہیں دی۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۵۰۰)

تعلیم و تربیت سعادت کے دو پر ہیں

اگر یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات کی توجہ صرف اسی بات پر ہو کہ وہ صرف سبق پڑھائیں، لیکچر دیں اور طالب علموں کو صرف علم دے دیں تو چنانچہ اگر اس تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت نہیں کی جائے اور معنوی اللہ وہدایت کا سامان نہ ہو تو وہ یہ جان لیں کہ اس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل افراد برائی ہی پھیلائیں گے۔ (البتہ انقلاب اسلامی سے قبل ہماری یونیورسٹیوں میں سبق بھی صحیح طرح نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ اگر صحیح طرح تعلیم دی جاتی تو ہم علم و دانش کے قافلے سے اتنے پیچھے نہ ہوتے، اب ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ انقلاب کے بعد، اب حالات انشاء اللہ اچھے ہیں، پس) اگر مقصد فقط تعلیم دینا ہی ہو اور معنوی تربیت نہ ہو تو پھر یونیورسٹیوں سے جو لوگ نکلیں گے وہ خرابی ہی پیدا کریں گے، دینی مدارس بھی اسی طرح ہیں، اگر دینی مدارس اور حوزہ ہائے علمیہ میں طالب علموں کی تہذیب نفس کیلئے اقدامات نہ کیے جائیں، ان کے اخلاق کو بہتر بنانے کیلئے کام نہ کیا جائے اور معنوی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہو، یعنی صرف تعلیم دی جائے اور صرف علم ہی سے

ان کو مالا مال کیا جائے تو وہاں سے بھی فارغ التحصیل افراد دنیا کو ہلاکت و نابودی سے دوچار کریں گے۔ پس یہ کہنا چاہیے کہ یہ دو رکن یعنی تعلیم و تربیت ہمیشہ سے ساتھ ساتھ ہیں اور اگر ایک معاشرے میں، ایک ادارے میں یا ایک مدرسے اور یونیورسٹی میں ان کے طالب علموں کیلئے ان دونوں ارکان سے ایک ساتھ استفادہ کیا جائے تو اس وقت ہم یونیورسٹی، دینی مدارس اور معاشرے کے تمام افراد سے ان کی ہر قسم کی علمی سطح اور ان کے تمام تر مراتب علمیہ کے ساتھ ہر وقت مستفیض ہو سکیں گے۔

بنابریں، جو چیز اہم ہے وہ زمانہ طفولیت سے ہی ان نونہالوں کی روح کی پرورش کرنا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان کی روحانی تربیت کی جائے اور یہ علمی زیور سے مالا مال بھی ہوں۔ علم اگر ایک آلودہ قلب اور برے خیالات کے حامل ذہن میں اخلاق کا لبادہ اوڑھ کر وارد ہو تو اس کا ضرر و نقصان نادانی اور سہو کے نتیجے میں ہونے والے ضرر سے زیادہ ہے۔ صحیح ہے کہ نادانی ایک بڑی چیز کا فقدان ہے لیکن اس میں نہ تو کسی کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اور نہ ہی کسی کو نابود کیا۔ برخلاف اس چیز کے کہ علم ہو لیکن اخلاق و تہذیب اور انسانی و خدائی خیال و توجہ کے بغیر، یہ چیز ہے جو انسان کو ہلاکت سے دوچار کرتی ہے۔ انبیاء جس قدر تربیت کیلئے زور دیتے تھے اور لوگوں کو مہذب اور تہذیب یافتہ بنانے کیلئے جتنی کوششیں کرتے تھے اتنی سعی علم کیلئے نہیں کرتے تھے۔ تہذیب نفس کیلئے زیادہ کوششیں اسی لیے کی جاتی ہیں کہ اس کا فائدہ اور نفع زیادہ ہے۔ ہاں! البتہ علم بھی ایک ایسی چیز ہے کہ جو سب کی توجہ کا مرکز رہی ہے لیکن علم کو تربیت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ یہ وہ دو پر ہیں کہ اگر کوئی قوم چاہے کہ سعادت و خوش بختی کی طرف پرواز کرے تو اسے انہی دو پروں "تعلیم و تربیت" کے ذریعے ہی پرواز کرنی چاہیے۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو سعادت کی طرف پرواز ناممکن ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۵۰۰)

انسانی تربیت کی ضرورت

عدم اصلاح کی صورت میں نابودی مقدر ہے

میں اب اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہا ہوں اور جلد یا دیر آپ کے درمیان سے چلا جاؤں گا لیکن اگر آپ نے اپنی اصلاح نہیں کی تو تاریک مستقبل اور سیاہ دنوں کی آپ کیلئے پیشگوئی کر رہا ہوں۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو اخلاقی طور پر مہذب نہیں بنایا، اگر آپ نے اپنی زندگی اور درس و تعلیم میں نظم و ضبط کو حاکم نہیں بنایا تو آنے والے وقت میں آپ خدانخواستہ نابود و فنا ہو جائیں گے۔

(جہاد اکبر، ص ۶۱)

تربیت کا صرف انسان سے مختص ہونا

اس عالم ہستی سے تعلق رکھنے والے تمام موجودات میں صرف انسان ہی کو کچھ خصوصیات حاصل ہیں کہ جو دوسرے تمام موجودات کو حاصل نہیں۔ ایک خصوصیت اس کی باطنی دنیا ہے۔ دوسری خصوصیت اس کا عقلمند ہونا ہے اور اس کی عقل سے بڑھ کر بھی اس کی ایک اور خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ اس میں تمام کمالات بالقوہ ہیں۔[۱] اس کی فطرت میں اس بات کی صلاحیت ہے کہ انسان اس فطرت کے سائے میں اس عالم ہستی کی سیر کرے اور اس مقام تک پہنچے کہ جہاں ہمارا اوہام و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ان مدارج کو طے کرنے کیلئے انسان تربیت کا محتاج ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۷۵)

۱۔ انسان کی فطرت میں ان تمام کمالات کی طرف راہنمائی موجود ہے کہ جن کی ایک انسان کو ضرورت پڑتی ہے، یہ ان تمام کمالات کا بالقوہ ہونا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان ان کمالات کو مرتبہ بالقوہ سے مرتبہ بالفعل تک پہنچانے کیلئے کوشش اور جدوجہد کرے۔ (مترجم)

نفس کو مہار نہ کرنے کے نتائج

اگر ہم صراط مستقیم پر قدم نہ اٹھائیں، اپنے نفس اور معلومات کو مہار نہ کریں اور اس راہ میں اپنی نفسانی خواہشات کا گلا نہ گھونٹیں تو علم جتنا بھی زیادہ ہوتا جائے گا انسان، انسانیت سے دور ہوتا چلا جائے گا اور ایسی صورت میں انسان کا صراط مستقیم کی طرف لوٹنا مشکل تر ہو جائے گا۔

(صحیفہ امام، ج۹، ص۴)

انبیاء کے ذریعہ انسانی تربیت کی ضرورت

یہ طاغوتی اور شیطانی موجود اگر انبیاء کے سائے تلے پروان نہ چڑھے اور ان کی تعلیم و تربیت کے مطابق زندگی نہ گزارے تو اس شخص میں اور اس شخص میں کوئی فرق نہیں کہ جو عملاً دنیا کو لوٹ رہا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہ لوٹ مار اس کے امکان سے باہر ہے اور وہ عملاً لوٹ رہا ہے۔

(صحیفہ امام، ج۹، ص۱۳)

نوجوانوں کی تربیت لازمی امر ہے

پہلا مطلب یہ ہے کہ ہمارے یہ نوجوان اچھے بن جائیں۔ یہ نوجوان جو مستقبل میں اس مملکت کے نگہبان اور اسے چلانے والے ہیں تو لازمی ہے کہ ان کی صحیح تربیت اور اصلاح کی جائے۔

(صحیفہ امام، ج۱۰، ص۲۳۹)

انسان کا بے لگام ہونا

انسان پہلے ایک حیوان ہے، بلکہ حیوانات سے زیادہ بدتر۔ اگر انسان اپنی خواہشات نفسانی کے سائے میں پروان چڑھے اور یونہی آگے بڑھے تو درندگی، شہوت اور شیطنت میں کوئی حیوان انسان کے مثل نہیں ہو سکتا ہے۔ دوسرے حیوانات کی شیطنت، شہوت اور درندگی محدود ہے۔ انسان ایک ایسا موجود ہے جو اپنی خلقت کے اعتبار سے دیگر تمام موجودات سے بالاتر مقام کا حامل ہے لیکن دوسری طرف اس کی شہوت، غیض و غضب اور شیطنت ہے کہ ان کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ (فرض کریں کہ) ایک

انسان اگر ایک گھر کا مالک بن جائے تو وہ دوسرے گھر کی تلاش میں چل پڑتا ہے۔ اگر پوری دنیا اس کے قبضہ قدرت میں ہو تب بھی وہ اس فکر میں ہے کہ چاند پر بھی قبضہ کرلے اور مریخ پر بھی تسلّط جمالے۔ نہ اس کی ہوس کی کوئی حد ہے اور نہ اس کی شہوت کی کہ ایک مقام پر جا کر سیر ہو جائے۔ ایک مقام مل جائے تو دوسرے مقامات کی تلاش میں، دس مرتبے مل جائیں تو سو کی تلاش میں سرگردان رہتا ہے اور نہ اس کی لالچ کا دریا آرام پانے والا ہے کہ ایک ملک، دو ملک اور دس ممالک پر قانع ہو جائے۔ انبیاء اسی لیے آئے ہیں کہ اس کی خواہشات کو محدود کریں، یعنی اسے لگام دیں۔ یہ بے لگام حیوان کسی بھی محدودیت کا قائل نہیں ہے۔ انبیاء اگر اسے آزاد چھوڑ دیں اور اس کی تربیت نہ کریں تو اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ تمام چیزوں کو اپنے لیے ہی چاہتا ہے اور تمام چیزوں کو اپنے مقصد کیلئے قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ انبیاء کی آمد کا مقصد یہی ہے کہ اس بے لگام حیوان کو لگام دیں اور قوانین کے زیر سایہ لے آئیں اور جب یہ قابو میں آجائے تو اسے راہ ہدایت دکھائیں تا کہ اس کی صحیح تربیت ہو سکے، ایک ایسی تربیت کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنے ممکنہ کمالات کی آخری منزل کو پا سکے کہ جو ہمیشہ اس کیلئے سعادت ہے۔

(صحیفۂ امام، ج ۱۱، ص ۴۳۹)

اختلاف ونزاع کی وجہ

اگر ہم اپنی تربیت کرلیں تو ہماری تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔ ہماری تمام تر مشکلات اسی لیے ہیں کہ ہماری تربیت نہیں ہوئی ہے اور ہم خدا کی پسندیدہ تربیت اور اسلام کے پرچم تلے جمع نہیں ہوئے ہیں۔ دراصل یہ تمام اختلافات ونزاع جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہماری قوم کے خلاف ہونے والی یہ تمام سازشیں یہ سب صرف اسی لیے ہیں کہ (انسان کی) نہ تو تربیت کی گئی ہے اور نہ تزکیہ وتہذیب نفس۔

(صحیفۂ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۷)

اسلامی جمہوریہ کو تربیت وتزکیہ کی ضرورت

اسلامی جمہوریہ (ایران) کو بھی (معنوی) تربیت اور تزکیہ نفس کی ضرورت ہے۔ ہماری قوم کے تمام طبقات اور تمام اقوام عالم، (معنوی) تربیت اور تزکیہ نفس کے محتاج ہیں اور ان سب کو انبیاءؑ کی بلند پایہ

تعلیمات کی ضرورت ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۸)

سب سے بڑا شیطان، نفس کا شیطان ہے

انسان ایک ایسا موجود ہے کہ اگر اسے لگام نہ دی جائے، وہ اپنی خواہشات نفسانی کے مطابق پروان چڑھے اور ایک جنگلی گھاس کی مانند گلستان حیات میں قدم رکھے یا پھر اس کی تربیت نہ ہو تو وہ ماہ و سال کی جتنی بھی سیڑھیاں چڑھے گا یا مقام و منصب کے جتنے بھی درجات طے کرے گا وہ روحانی طور پر تنزل ہی کرتا رہے گا اور اس کی معنویت اور باطنی دنیا، شیطان اکبر جو نفس کا شیطان ہے، کے تصرف و اختیار میں چلی جائے گی۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۵۲)

زمانہ طفولیت سے تربیت کا آغاز

نوجوان جو عالم ملکوت کی طرف پرواز کیلئے پرعزم اور باحوصلہ ہوتے ہیں اور ان کے نفوس دوسروں سے زیادہ پاک ہوتے ہیں، چنانچہ اگر وہ راہ تہذیب نفس میں کوشش نہ کریں اور (معنوی) تربیت کے مطابق زندگی نہ گزاریں تو وہ ہر قدم جو اپنی منزل کی طرف اٹھائیں گے اور ان کی زندگی کا آفتاب جتنا جتنا اپنے غروب کی طرف سفر کرتا رہے گا تو نہ صرف یہ کہ وہ ملکوت اعلیٰ سے دور ہوتے جائیں گے، بلکہ ان کے قلوب پر کدورتوں کی تہہ دبیز ہوتی جائے گی۔ چنانچہ تربیت کو ابتدا ہی سے شروع کرنا چاہیے اور زمانہ طفولیت سے ان کو پاکیزہ انسانوں کی تربیت کے زیر سایہ اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے۔ زمانہ طفولیت کے بعد بھی یہ نوجوان جہاں جائیں ایک تہذیب یافتہ مربی کے زیر تربیت رہیں۔ چونکہ انسان اپنی زندگی کے آخری لمحات تک تربیت کا محتاج ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۵۳)

تعلیمی نصاب میں اخلاق کا سر فہرست ہونا

اسلام اور ہماری مملکت نے ان افراد کے قلم و زبان سے جو اسلام کے پابند نہیں تھے اور منحرف تھے، اتنے نقصانات اٹھائے ہیں کہ جتنے اسلحے، محمد رضا (شاہ ایران) اور اس کے باپ سے بھی نہیں اٹھائے۔ یہ

تمام نقصانات معنوی اور روحانی ہیں اور روحانی ومعنوی نقصان مادی وجسمانی ضرر سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب علم نے اپنا تزکیہ نفس نہ کیا ہو، گرچہ وہ اسلامی احکامات کا عالم کیوں نہ ہو، گرچہ وہ علم توحید ہی کا عالم کیوں نہ ہو، اگر اس نے تہذیب نفس نہیں کی ہو تو وہ خود اپنے لیے، اپنے ملک وملت اور اسلام کیلئے نہ صرف یہ کہ سودمند نہیں، بلکہ الٹا نقصان دہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلام اور اپنی قوم کی خدمت کریں اور استعماری طاقتوں اور ان سے وابستہ افراد کے غلام نہ ہوں تو یونیورسٹی، مدرسہ فیضیہ (اور بالعموم تمام دینی مدارس) اور ان دونوں تعلیمی اداروں سے منسلک افراد کے علمی نصاب میں اخلاقی تعلیمات اور تہذیب نفس کو سرفہرست قرار دیں تاکہ مرتضی مطہری (رحمۃ اللہ علیہ) جیسے افراد معاشرے کو پیش کرسکیں۔ اگر خدانخواستہ اس کے برخلاف عمل کیا جائے تو اس وقت ان نیک شخصیات کی متضاد شخصیات معاشرے کے حوالے کی جائیں گی اور وہ معاشرے کو برائی اور عوام کو غلامی کی طرف لے جائیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۶۹)

انسان میں تربیت قبول کرنے کی صلاحیت

پیدائش کے وقت انسانی نفوس کی حالت

انسانی نفوس اپنی خلقت وفطرت کے آغاز میں صرف (بالقوہ کمالات کی) استعداد اور قابلیت کے مالک ہوتے ہیں، یعنی وہ بالفعل نہ تو سعادتمند ہوتے ہیں نہ شقی، لیکن اپنی جوہری وطبیعی حرکات اور اختیاری افعال کے تحت تصرف آنے سے یہ استعداد وصلاحیتیں فعلیت میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور نتیجتاً انسان کی سعادت وشقاوت مشخص ہو جاتی ہے۔ (چہل حدیث، ص ۳۲۳)

انسان میں فضائل ورذائل کی تبدیلی

انسان اپنی اندرونی حالت کو اس طرح تبدیل کرنے پر قادر ہے کہ وہ اپنی شیطانی صفات کو انسانی صفات سے بدل سکتا ہے۔ اس لیے کہ انسان جب تک اس عالم طبیعت (دنیا) میں ہے جو تغیر وتبدل کا مقام، دار فانی اور عالم مادہ ہے، وہ اثر قبول کرنے کی قوت کہ جسے خداوند عالم نے اسے عطا کیا ہے اور راہ سعادت وشقاوت کو اس پر واضح کیا ہے، کے ذریعہ اپنے عیوب ونقائص کو کمالات میں، اپنے رذائل کو خصائل اور صفات حمیدہ میں اور اپنے سیئات (برائیوں) کو حسنات (نیکیوں) میں تبدیل کر سکتا ہے اور اس مقولہ کی جو مشہور ہے کہ ''فلاں بری صفت یا عادت بد انسان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور اس میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے''، نہ صرف یہ کہ کوئی حقیقت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بے بنیاد بات ہے جو قلت تدبر کا نتیجہ ہے اور انسانی ذات وذاتیات کے تبدیل نہ ہونے کا اس بات سے کوئی ربط ہی نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس راہ میں ریاضت ومجاہدت کے ذریعہ تمام صفات کو یہاں تک کہ بزدلی، بخل اور حرص وطمع کو

شجاعت، سخاوت اور قناعت و عزت نفس سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۵۱)

بچے میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت

آغاز زندگی میں ایک طفل کا نفس ایک بے نقش و نگار صفحہ کی مانند ہے جو ہر قسم کے نقش و نگار کو بہت آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۱۵۴)

تمام روحانی امراض کی شفا ممکن ہے

انسان جب تک اس عالم میں ہے اس کا کوئی ایسا روحانی مرض نہیں ہے کہ جو شفا نہ پا سکے خواہ اس کی جڑیں نفس میں کتنی ہی گہری کیوں نہ ہوں، انسانی صفات کتنی ہی پکی اور عادات کتنی ہی مستحکم کیوں نہ ہو چکی ہوں، یہ سب قابل اصلاح ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۱۵۸)

ایک بے بنیاد اور غیر علمی کلام

یہ بات جاننی چاہیے کہ انسان جب تک اس دنیا میں ہے وہ اس دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں اور اپنے ارادے و اختیار کے تحت زندگی گزار رہا ہے۔ چنانچہ وہ ہر بری عادت اور صفت رذیلہ کو صفت حمیدہ میں تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ "فلاں عادت یا صفت فطری و طبیعی ہے، اس میں تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے" یہ ایک بے بنیاد بات ہے کہ جس کی علمی لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۳۷۹)

تربیت پذیری الطاف الٰہی میں سے ہے

انسان کا تربیت کو قبول کرنا دراصل اس پر خداوند عالم کا لطف و کرم ہے۔ وحی اور انبیاءؑ کی تربیت اس

لیے ہے کہ جو چیزیں اس دنیا اور اس عالم کے درمیان رابطہ ہیں اور وہ تمام چیزیں جو ہماری معنوی تربیت میں دخیل ہیں، ہم ان تمام کاموں کو انجام دیں اور ان سب کو ہمارے لیے بیان کر دیا گیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۸۹)

انسان میں تربیت کی قابلیت

اگر دنیا سے انبیاءؑ کا وجود نکال دیا جائے تو ہم صرف ایک ایسے حیوان ہوں گے کہ جس کیلئے یہی عالم طبیعت (دنیا) سب کچھ ہے اور ہمیں اس سے زیادہ ادراک نہیں ہوگا۔ اگر ہمیں اس عالم میں لے جائیں اور ہمیں تیار کریں کہ جب ہم اس مادی عالم سے اس عالم میں منتقل ہوں تو یہ سمجھیں کہ اس عالم کی زندگی ایک سعادتمند زندگی ہے۔ تمام انبیاءؑ کی آمد کی غرض یہی تھی کہ بشر کی تربیت کریں کہ جو تربیت کیے جانے کے قابل اور دیگر تمام حیوانات سے مافوق ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۸۹)

انسان کی استعداد کو درجہ فعلیت تک پہنچانے کیلئے انبیاءؑ کی ماموریت

خداوند عالم نے انبیاء علیہم السلام کو اس بات پر مامور کیا ہے کہ وہ آئیں اور انسان کی تربیت کریں تاکہ وہ عالم ماوراء الطبیعہ کے مراتب کو حاصل کرے اور اس میں جس چیز کی صلاحیت و استعداد ہے وہ درجۂ فعلیت کو پہنچے اور اس کی تربیت خدا کی پسندیدہ تربیت ہو۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۷۶)

تربیت کی صلاحیت دراصل عالم وراء طبیعت کو درک کرنا ہے

ہم ابھی سو رہے ہیں اور اس عالم کو ان دنیوی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ انسان میں اس بات کی صلاحیت ہے کہ وہ تربیت پائے اور عالم ماورائے طبیعت کے درجات کو حاصل کرے۔ کوئی نہیں جو انسان کی ایسی تربیت کرے (سوائے خدا، انبیاءؑ اور اولیاء الٰہی کے)۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۷۶)

اچھی اور بری صفات کو حاصل کرنے کی قابلیت

انسان کے نفس میں ایک ملکہ (پختہ عادت) ہے اور وہ ہے ملکہ خیانت۔ دراصل انسان کی مزاج خیانت پیشہ ہے۔ انسان جب پہلے پہل دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس میں تمام چیزوں اور عادات وصفات کی استعداد وصلاحیت موجود ہوتی ہے، یعنی کوئی بھی عادت وخصلت اس وقت بالفعل موجود نہیں ہوتی ہے لیکن یہ تمام عادات وصفات اس قابل ہوتی ہیں کہ وہ نشو ونما پائیں اور تربیت حاصل کریں۔ دنیا میں قدم رکھنے والے بچے میں نیک صفات کو بھی اور بری عادات کو بھی اپنے اندر جگہ دینے کی قابلیت ہوتی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۹۹)

انسان ایک قابل تربیت حیوان ہے

انبیاء کی آمد کی غرض یہ ہے کہ وہ انسانی نفوس کا تزکیہ وتربیت کریں اور کتاب خدا اور حکمت الٰہی کی تعلیم دیں اور انسان کی طبیعت ومزاج کو لگام دیں۔ اس لیے کہ اگر انبیاء انسان کے مزاج کو لگام نہ دیں اور اس کی اصلاح نہ کریں تو وہ ہر چیز کو اپنے لیے ہی چاہنے لگے۔ انسان بھی اس عالم کے موجودات میں سے ایک موجود ہے اور ایک حیوان ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ وہ قابل تربیت حیوان ہے۔ انسان میں جتنی بھی قوتیں اور صلاحیتیں ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی محدود نہیں ہے۔ انسان کی شہوت محدود نہیں ہے اور دوسرے حیوانات کی مانند اس کی شہوت پرستی کی انتہا نہیں ہے، بلکہ انسان تو دوسرے تمام حیوانات سے بھی بدتر ہے۔ اسی طرح انسان کا غیض وغضب بھی لامحدود ہے خواہ وہ کسی بھی مسئلہ میں اپنے غصہ کا اظہار کرے یا نہ کرے۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۲۵۵)

انسان کی روحانی ترقی اس کے رشد سے وابستہ ہے

انبیاء اس لیے تشریف لائے ہیں کہ انسان کی روحانی تربیت کریں۔ انسان ایک ایسا موجود ہے جو اپنی زندگی کے آغاز میں دوسرے حیوانات کی مانند ہے۔ اگر یہ رشد کرے تو یہ ایک روحانی موجود بن جائے گا جو اپنے مقام ومنزلت کے اعتبار سے ملائکہ سے بھی آگے ہے لیکن اگر یہی موجود برائی کی طرف چل پڑے تو یہ

ایک ایسا موجود ہوگا جو تمام حیوانات سے بھی زیادہ پست ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۴۴۶)

انسان سمٹی ہوئی کائنات

اسلام اور تمام توحیدی مکتبوں کی آمد کی غایت یہی ہے کہ لوگوں کو اس قید سے آزادی دلائیں اور اس زندان سے نجات کا پروانہ دیں کہ جس میں ان کے دل قید ہیں اور جس کی وجہ سے ان کی تمام چیزیں قید و اسارت میں ہیں۔ اسلام اسی لیے آیا ہے کہ انہیں اس زندان سے آزادی بخشے۔ یہاں صرف مادی قید مراد نہیں ہے کہ ہم دشمن کے غلام ہوں اور وہ ہمارا تیل نکال کر لے جائے۔ اسلام کا مقصد صرف تیل کی حفاظت نہیں ہے۔ ہاں! البتہ اس قدرتی ذخیرے کی حفاظت لازمی ہے۔ اسلام کا مقصد صرف گھر اور اس سے مربوط مسائل نہیں ہیں۔ اسلام کا ہدف اس سے بھی زیادہ اہم ہے کہ جس میں تمام چیزیں شامل ہیں، یعنی اسلام جس طرح اس عالم کی مادی جہات اور زاویوں، حکومتی پہلوؤں اور عدالتوں کی طرف توجہ دیتا ہے اسی طرح اس کے روحانی اور معنوی پہلوؤں کی طرف بھی توجہ رکھتا ہے۔ معنوی پہلوؤں کی طرف توجہ، مادی پہلوؤں کی طرف توجہ سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اسلام اپنے دامن میں تمام چیزوں کیلئے احکام رکھتا ہے۔ اسلام اور تمام توحیدی مکتب اسی لیے آئے ہیں کہ مادی وجود رکھنے والے اس انسان (کی تربیت کریں کہ) جو اپنی زندگی کے آغاز میں دیگر مادی موجودات کی مانند چند خاص مراحل طے کرنے کے بعد ایک مادی وجود حاصل کرتا ہے اور دیگر حیوانات کی مانند چشم، گوش، حواس اور دیگر خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ الٰہی مذاہب اس لیے آئے ہیں کہ یہ انسان کہ جس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ ترقی کے تمام مراحل کو طے کرے اور جو تمام کائنات کی ایک سمٹی ہوئی شکل ہے۔ انسان کا یہ چھوٹا سا وجود دراصل تمام کائنات کی مائیکروفوٹو کاپی ہے، یعنی انسان میں غیب و شہود کے تمام عالم موجود ہیں۔ فرق یہ ہے کہ کچھ بالفعل ہیں اور کچھ بالقوہ۔

(صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۲۱۹)

پیدائش کے وقت نفس انسان کا پاک ہونا

انسان جب دنیا میں قدم رکھتا ہے تو نہ اس وقت کوئی صفت یا عادت اس میں موجود ہوتی ہے اور نہ ہی وہ صفات جو بعد میں پیدا ہوتی ہیں۔ کوئی بھی انسان اپنی پیدائش کے وقت عالم و فاضل نہیں ہوتا ہے

سوائے ان افراد کے کہ جو خداوند عالم کے خاص بندے ہیں، مثلاً انبیاءؑ واولیائے خاص۔ بعد میں انسان تحصیل علم کیلئے کوشش وجد وجہد کرتا ہے اور ایک علم کو اپنے لیے منتخب کرتا ہے۔ آمریت بھی اسی طرح ہے کہ کوئی بچہ بھی اپنی پیدائش کے وقت آمر نہیں ہوتا، جیسے جیسے وہ پروان پڑھتا جاتا ہے تو اس وقت بھی اس میں بڑی قسم کی آمریت وڈکٹیٹرشپ ظہور نہیں کرتی ہے۔ لیکن غلط تربیت کی وجہ سے اسی زمانہ طفولیت میں ہی آمریت اس میں ظہور کرنے لگتی ہے۔ لیکن اگر اسی بچہ کی صحیح تربیت کی جائے تو اس میں ڈکٹیٹرشپ اور آمریت کی جڑیں کمزور ہونے لگیں گی جبکہ غلط تربیت کی وجہ سے اگر آمریت کا پودا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، نشو ونما پانے لگے گا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۹۰)

نوجوانوں میں نفس کی پاکیزگی

جوان عالم ملکوت اور روحانی دنیا کی طرف پرواز کیلئے پرعزم اور تازہ دم ہوتے ہیں جبکہ جوانی میں ان کے نفس زندگی کے دوسرے ایام کی بہ نسبت زیادہ پاکیزہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ تہذیب نفس کیلئے کوشش نہ کریں اور (معنوی) تربیت کے مطابق زندگی نہ گزاریں تو ان کی زندگی جتنی بھی گزرتی جائے گی وہ ملکوت اعلیٰ سے دور ہوتے جائیں گے، بلکہ ان کے اذہان پر کدورتوں کی تہہ بھی دبیز ہوتی جائے گی۔ چنانچہ تربیت کو پہلے ہی دن سے شروع ہوجانا چاہیے اور زمانہ طفولیت سے ہی ان کو پاکیزہ انسانوں کی تربیت کے زیر سایہ اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے۔ زمانہ طفولیت کے بعد بھی یہ نوجوان جہاں بھی جائیں انہیں ایک تہذیب یافتہ مربی کے زیر تربیت ہونا چاہیے۔ چونکہ ہر انسان اپنی زندگی کے آخری لحات تک تربیت کا محتاج ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۵۳)

عالم جوانی میں ترک گناہ کی قدرت

تم[1] ابھی جوان ہو اور خداوند عالم کی طرف سے دی گئی جوانی اور اس کی قدرت کے ذریعہ سے تم انحراف اور برائی کی طرف اٹھنے والے پہلے قدم کو روک سکتے ہو اور اس کام میں پس وپیش سے کام نہ لو۔ اس

۱۔ یہاں حضرت امام خمینیؒ کی مراد، ان کے چھوٹے فرزند حجت الاسلام سید احمد خمینی مرحوم ہیں۔

لیے کہ اس راہ میں اٹھنے والے ایک قدم کے ساتھ انسان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ہر گناہ خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، انسان کو دوسرے بڑے گناہوں کی طرف اس طرح کھینچ کر لے جاتا ہے کہ بڑے بڑے گناہ بھی انسان کی نظر میں چھوٹے نظر آنے لگتے ہیں۔

(نقطۂ عطف، ص۴۲)

با مقصد تعلیم وتربیت

علم کا حجاب

از درس وبحث مدرسه ام حاصلی نشد
(کچھ درس و بحث سے نہ بر آئی مراد دل)

کی می توان رسید به دریا ازین سراب
(پہنچا تا کیسے ساحل دریا پہ یہ سراب)

هر چه فرا گرفتم وهر چه ورق زدم
(جو کچھ کیا مطالعہ، جو کچھ پڑھا لکھا)

چیزی نبود غیر حجابی پس از حجاب
(کچھ بھی نہ تھا سوائے حجاب پس حجاب)

(بادۂ عشق، ص ۴۹)

نشـــان رخ

فصلی بگشا که وصف رویت باشد
(در کھول، کچھ نشان رخ پر ضیا ملے)

آغاز گر طرهٔ مویت باشد
(کچھ راز طرہ و خم زلف دوتا ملے)

طومار علوم وفلسفه در هم پیچ
(طومار علم وفلسفہ رکھ دے لپیٹ کر)

یـارا نظری که ره به سویت باشد
(اے دوست اک نظر کہ ترا رستہ ملے)

(بادۂ عشق، ص ۷۹)

خدائی علم کے اہداف

علوم عقائد کو بھی آیت ونشان خدا ہونا چاہیے کہ جس کے حصول کا مقصد طلب حق اور محبوب مطلق کی جستجو اور تلاش ہو، یعنی اگر ایک متکلم یا فیلسوف اپنی زندگی کو علم کلام وفلسفہ کی تحصیل اور اس کی تمام اقسام میں تحقیق کیلئے صرف کرے لیکن اس کا یہ علم خدا کی نشانی وآیت نہ ہو اور اسے حق خواہ اور حق جو نہ بنا سکے تو وہ علم خود ایک حجاب، بلکہ حجاب اکبر بن جائے گا، نہ اس کا علم، الٰہی علم ہوگا اور نہ اس کی حکمت خدائی حکمت، بلکہ کثرت سے بحث ومباحثے اور قال وقیل کے بعد بھی قلب عالم طبیعت کی کثرت (خدا سے دوری) میں ہی گرفتار ہو جائے گا اور روح کا رشتہ شجرۂ خبیثہ سے مضبوط ہوتا جائے گا۔

کوئی حکیم اس وقت خدائی اور کوئی عالم اس وقت ربانی اور روحانی ہوتا ہے کہ جب اس کا علم خدائی اور ربانی ہو۔ اگر کوئی علم، توحید اور تجرد سے بحث کرے لیکن حق کی تلاش اور خدا خواہی اسے اس بحث کی طرف مائل نہ کر سکے، بلکہ خود وہ علم اور اس کے فنون، اس کے نفس اور اس کے جلووں نے اسے یہ بحث ومباحثہ کرنے کی دعوت دی ہو تو نہ اس کا علم خدا کی آیت ونشانی ہے اور نہ اس کی حکمت خدائی ہے، بلکہ نفسانیت ومادیت ہے۔

اور یہ بات جو علما کے نزدیک مشہور ہے کہ علوم کی ایک قسم بذاتہ خود مطلوب ہے کہ جو علوم عملی کے مقابلے میں ہے، اس بندۂ ناچیز کی نظر میں صحیح نہیں ہے، بلکہ (حق تو یہ ہے کہ) تمام معتبر اور صحیح علوم ایک مقدمہ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک، ایک چیز کیلئے خاص شکل میں مقدمہ ہے۔ پس علم توحید اور توحید علمی، توحید قلبی کے حصول کیلئے مقدمہ ہے کہ جو دراصل توحید عملی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۸)

شرعی علوم معرفت خدا کا مقدمہ ہیں

تمام شرعی علوم، معرفت الٰہی اور قلب میں حقیقت توحید کے حصول کیلئے مقدمہ ہیں کہ یہ دل خدا کے رنگ ہے ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً﴾[1] فرق یہ ہے کہ ان تمام علوم میں سے بعض قریب کیلئے اور بعض بعید کیلئے، بعض بالواسطہ اور بعض بلاواسطہ مقدمہ ہیں۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۹)

سودمند علم

خداوند عالم کی مخلوقات کے لطیف نکات اور اسرار وجود کی باریکیوں میں تفکر کرنا سودمند علم ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۱۸)

جہالت کے زیر سایہ ٹیکنالوجی

یہ نئی ٹیکنالوجی، آلات اور عقل کو حیران کرنے والی مصنوعات کہ جنہیں خداوند عالم نے موجودہ یورپ کو عطا کیا ہے، اگر عقلی تقاضوں اور دین الٰہی کے پرچم تلے کنٹرول کی جاتیں تو پورا عالم، نورانیت سے پر اور متوازن ہو جاتا اور پوری دنیا باہمی اچھے روابط کے ذریعہ سے اپنی سعادت کا انتظام کرتی لیکن افسوس کہ یہ اختراعی قوت، جہالت، نادانی، شیطنت اور خودخواہی کے زیر سایہ بنی نوع انسان کی سعادت اور مدینہ فاضلہ کے نظام کے خلاف عمل کر رہی ہے اور جو چیز دنیا کی نورانیت اور روشنی کا باعث بننی چاہیے تھی وہ دنیا کو ظلمت وتاریکی کی گہرائیوں میں لے گئی ہے اور انسان کو بدبختی، ذلت اور زحمت وتکلیف کی راہ پر لے جا رہی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۴۶)

خدا کے تعلیم دینے کے سبب علم کی عظمت

تعلیم کو انسان کامل کے ربّ سے نسبت دینا دراصل حقیقت علم کیلئے سب سے بڑی عظمت ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۶۶)

۱۔ اور کس کا رنگ، خدا کے رنگ سے بہتر ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت/۱۳۸)

سودمند علم کا کردار

جان لو کہ ہر وہ علم وعمل کہ جو انسان کو نفسانی خواہشات اور شیطانی صفات سے دور اور اس کے نفس کی سرکشی کو کم کرے تو وہ علم خدائی اور سودمند ہے اور ایسا عمل صالح مطلوب ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۳۹)

خدائی علوم اور باطنی ہدایت

خدا کی قسم اگر دینی اور خدائی علوم ہمیں راہ راست کی طرف ہدایت نہ کریں اور ہمارے ظاہر و باطن کی اصلاح وتہذیب نہ کریں تو پست ترین کام ایسے علوم سے بہتر ہے، چہ جائیکہ دنیوی کام کہ جن کا نتیجہ بھی جلدی نکلتا ہے اور ان کی برائیاں بھی کم ہیں۔ لیکن اگر دینی علوم کے ذریعہ سے دنیا کو تعمیر و آباد کیا جائے تو یہ دراصل دین فروشی ہے اور اس کا گناہ وعذاب دیگر تمام چیزوں سے بھی زیادہ ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۴۲)

معنویت کے بغیر علم

نہ تو آزادی، ملت کی سعادت کا سامان فراہم کرسکتی ہے اور نہ ہی استقلال۔ اسی طرح مادیت بھی تن تنہا ایک ملت کیلئے خوش بختی کا پیغام لانے سے قاصر ہے۔ یہ تمام چیزیں معنویت ہی کے زیر سایہ سعادت تک پہنچ سکتی ہیں۔ اسی لیے معنویت بہت اہم امور سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ معنویت کو حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ تنہا علم بھی انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا، علم اسی وقت حقیقی علم ہوگا کہ جب وہ معنویت کے ہمراہ ہو۔ ادب بھی تن تنہا سودبخش نہیں۔ ادب اسی وقت کارگر ہے کہ جب وہ معنویت کے زیر سایہ ہو۔ یہ معنویت ہی ہے کہ جو بشریت کی تمام سعادت کا بیمہ کرتی ہے۔ چنانچہ آپ کو چاہیے کہ معنویت کے حصول کیلئے کوشش کریں۔ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ معنویت کو بھی حاصل کریں۔ ہماری یونیورسٹیوں، مکتب اور دینی مدارس کو چاہیے کہ وہ (اپنے حول ونصاب میں) معنویت وروحانیت پیدا کریں تاکہ وہ ان شاء اللہ سعادتمند ہوسکیں۔ خداوند عالم آپ سب کو سعادتمند کرے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۳۴)

تہذیب نفس کے بغیر علم کا نقصان

اگر کوئی صاحب علم ہے لیکن اس کا علم تہذیب اخلاق اور روحانی تربیت کے ہمراہ نہ ہوتو ایسے علم ودانش کا نقصان وضرر کسی ملک وملت کیلئے جاہلوں کے نقصان سے زیادہ ہوگا۔ ایسا علم ایک ایسا اسلحہ بن جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ ایک ملک کو نابود کیا جاسکتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۸،ص ۳۱۰)

اسم ربّ، تمام خلائق کا نقطۂ آغاز

یہ آیہ شریفہ اعتبار واحتمال کی نظر سے نظام زندگی کا تعین کرتی ہے اور یہ خطاب خود پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔ لیکن قرآن کے تمام خطابات کہ جو رسول اکرم ؐ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، غالباً عام ہیں ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾[1] جب قرائت کی ابتدا کی جاتی ہے تو یہ آیت خود اس بات کا تعین کرتی ہے کہ قرائت کو کس طرح شروع کرنا چاہیے، یعنی اللہ کے نام سے۔

وہ تمام قرائت (اور دیگر تمام امور کی ابتدا) کہ جو ''اسم ربّ'' سے شروع نہ ہو وہ شیطانی ہے۔ اس بات کے دو پہلو ہیں ایک رحمانی پہلو اور ایک شیطانی پہلو۔ اسم ربّ سے شروع ہونے والی قرائت یعنی نام ربّ سے جس کا آغاز ہو۔ علم کی ابتدا اسم رب سے، قرائت (وتعلیم اور دیگر امور کا آغاز) اسم ربّ سے، دیکھنا ہو تو اسم ربّ کے ساتھ، سننا ہو تو اسم ربّ کے ہمراہ، کہنا ہو تو اسم ربّ کے سائے میں، تعلیم ہو تو اسم ربّ کے زیر سایہ، یعنی تمام چیزیں اسم ربّ کے ساتھ ساتھ ہوں۔ اس عالم کی خلقت بھی اسم ربّ سے ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے اس عالم کو اپنے نام سے شروع کیا ہے۔ اس عالم کی بنیادیں اسم ربّ کے ساتھ قائم ہیں۔ انسان کہ جو اپنی ذات میں ایک چھوٹا سا سمٹا ہوا عالم ہے لیکن درحقیقت ایک عالم اکبر ہے کو پہلی قرائت اور اولین تعلیم دی گئی اور وہ پہلا لائحہ عمل جو حضرت ختمی مرتبت ﷺ کیلئے آیا یہ ہے کہ ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾۔ ایسے ہی قرائت نہ کرو، ایسے ہی تعلیم حاصل نہ کرو، نہ ایسے ہی کسی چیز کی ترویج کرو، نہ ایسے ہی منبر پر جاؤ اور تبلیغ کرو۔ درس پڑھو اور تعلیم حاصل کرو مگر اپنے ربّ کے نام کے ساتھ۔ یہ ایک پورا نظام حیات

۱۔ پڑھو اپنے ربّ کے نام سے۔ (سورہ علق، آیت ۱)

ہے۔ اگر آپ تبلیغ کریں تو اسم ربّ کے ساتھ، منبر پر جائیں تو اسم ربّ کے ہمراہ، سنیں تو اسم ربّ کے ساتھ، بات کریں تو اسم ربّ کے ساتھ۔ اگر اسم ربّ کو تمام اشیاء سے جدا کر دیا جائے تو وہ بے معنی ہو جائیں گی۔ تمام چیزوں کی حقیقت اسم ربّ سے ہے۔ تمام آوازیں خدا کی طرف سے ہیں۔ ربّ کے نام سے ہی اس عالم نے اپنا آغاز کیا ہے اور اسی کے نام پر اختتام پذیر ہوگا۔ آپ کو بھی چاہیے کہ اسم رب سے اپنے ہر کام کا آغاز کریں اور اسی کے پاک نام پر ختم کریں۔ ہر چیز میں خدا کی علامت ونشانی موجود ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اسم خدا کا شعور پیدا کریں۔ پورا عالم اسم خدا ہے، آپ سب اسم خدا ہیں، تمام چیزوں نے اسم خدا ہی سے وجود پایا ہے اور آپ سب اسم خدا ہیں۔

ہمیں اس بات کو درک کرنا چاہیے کہ تمام چیزیں اسی کی طرف سے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گی ﴿اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ راجِعُون﴾ ہم سب اسی سے ہیں اور دیگر تمام موجودات عالم اسی کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔ دوسرے کچھ بھی نہیں، وہ سب ہیچ اور پوچ ہیں جو کچھ بھی ہے صرف اسی کی طرف سے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس معنی کا ادراک کریں۔ انبیاءؑ اسی لیے آئے تھے کہ ہمیں ہوشیار کریں اور ہماری تربیت کریں۔ انبیاءؑ انسانوں اور ان کی تعمیر ذات کیلئے آئے تھے۔ انبیاء کی کتابیں انسان سازی اور انسانی تعمیر کی کتابیں ہیں، قرآن کریم انسان کی کتاب ہے، علم انبیاء کا موضوع انسان ہے۔ جو کچھ بھی آسمان سے نازل ہوا، کتابیں اور وحی آئی، یہ سب باتیں انسان کیلئے کی گئی ہیں۔ انسان تمام خوبیوں کا نقطۂ آغاز ہے۔ اگر انسان، انسان نہ بنے تو وہ تمام تاریکیوں کا سرچشمہ قرار پائے گا۔ یہ موجود دوراہے پر کھڑا ہے۔ ایک راستہ انسان بننے کا راستہ ہے جبکہ دوسرا راستہ انسانیت سے انحراف کا راستہ ہے کہ اس راستے میں وہ ایک حیوان کی مانند پرورش پائے گا۔ صرف تعلیم دینا، صرف تحصیل علم کرنا، صرف علم فقہ، علم فلسفہ اور علم توحید کا حاصل کرنا اسے فائدہ نہیں دے گا جب تک کہ یہ سب ربّ کے نام کے ہمراہ نہ ہو۔ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ﴾ خداوند عالم نے اس آیۂ مجیدہ میں تمام مخلوقات کی خلقت کو اسم ربّ کی طرف نسبت دی ہے۔ اسم ربّ ہی تمام خلائق کا مبدأ اور نقطۂ آغاز ہے۔ یہاں خلق کا لفظ ہے یعنی خلق مطلق۔ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ﴾ اگر آپ تعلیم بھی حاصل کریں تو ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَـلَقَ﴾ کے ساتھ، اگر بحث ومباحثہ بھی کریں، اسم ربّ کے ہمراہ۔ صرف کام کی ابتدا میں لقلقۂ زبانی سے

کام نہ لیں اور ﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾ نہ کہہ دیں، بلکہ سمجھے کہ یہ کیا مسئلہ ہے؟ ہمیں چاہیے کہ سمجھیں کہ اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ انبیاء اسی لیے آئے ہیں کہ ہمیں، حقائق کو باور کرائیں، سمجھائیں۔ ہم حیران وسرگردان ہیں، تمام عالم سرگردان ہے، کوئی نہیں جانتا کہ حقیقت کیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۲۲)

اسلام میں مادی علوم کا ھدف

مغربی اور اسلامی یونیورسٹیوں میں بنیادی فرق ان کے نظام تعلیم اور نصاب میں ہونا چاہیے کہ جسے اسلام نے یونیورسٹیوں کیلئے پیش کیا ہے۔ مغربی یونیورسٹیاں خواہ کسی بھی علمی مرتبے تک پہنچ جائیں وہ طبیعت وفطرت کو سمجھ تو سکتی ہیں لیکن اسے مہار نہیں کرسکتیں۔ اسلام طبیعی اور مادیت سے مربوط علوم پر جداگانہ نظر نہیں رکھتا ہے۔ تمام طبیعی اور مادی علوم خواہ کسی بھی مرتبے تک پہنچ جائیں تب بھی وہ مقام حاصل نہیں کرسکتے کہ جو اسلام کو مطلوب ہے۔ اسلام فطرت کو حقیقت کیلئے مہار کرتا ہے اور تمام چیزوں کو وحدت اور توحید کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ تمام علوم کہ جن کا آپ ذکر کرتے ہیں اور بیرونی ممالک کی یونیورسٹیاں بھی ان کا تذکرہ کرتی ہیں، تعریف کے قابل ہیں لیکن یہ سب کتاب عالم کا ایک ورق ہے اور وہ بھی دیگر اوراق سے معمولی سے ورق۔ عالم اپنے خیر مطلق کے مبدا وآغاز سے لے کر انجام تک ایک ایسا موجود ہے کہ اس کا طبیعی وفطری حصہ بہت کم اور پست ہے۔ تمام مادی علوم الٰہی علوم کے مقابلہ میں بہت سطحی ہیں جس طرح تمام مادی اور طبیعی موجودات، خدائی موجودات کے مقابلہ میں بہت پست ہیں۔ اسلام اور دیگر مکاتب فکر کے درمیان، میں توحیدی ادیان ومکاتب کی بات نہیں کر رہا ہوں، توحیدی مکتب اور دیگر مکاتب کے درمیان کہ جن میں سب سے عظیم مکتب اسلام ہے، فرق یہ ہے کہ اسلام اسی طبیعت ومادیت کے ساتھ ایک اور معنی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے، اسی علم طب میں ایک اور معنی اسلام کے پیش نظر ہے، علم جیومیٹری میں اسلام ایک اور باب کھولنا چاہتا ہے، علم نجوم میں اسلام کی خواہش ہے کہ اسے ایک اور پہلو سے دیکھا جائے...

اگر کوئی قرآن شریف میں اس معنی کا مطالعہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ قرآن میں ان تمام مادی وطبیعی علوم کے روحانی پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ (فقط) ان کے مادی پہلوؤں کو۔ وہ تمام امور کہ جن کی جانب

قرآن نے تعقل و تفکر کی دعوت دی ہے اور یہ جو امر دیا گیا ہے کہ تمام محسوسات کو تعقل کی نگاہ سے دیکھئے، یہ عقل و عقلانیت کا عالم ایک ایسا عالم ہے جو اصالت و حقیقت رکھتا ہے جبکہ یہ طبیعت و مادیت عالم کا صرف ایک سایہ ہے اور ہم جب تک اس مادیت میں ہیں عالم کے اس پست ترین سائے کو ہی دیکھتے (اور اسے حقیقت سمجھتے) ہیں۔

ایک حدیث ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ مَا نَظَرَ اِلَی الدُّنیا (اِلَی الطَّبیعَة) مُنْذُ خَلَقَھا نَظَرَ رَحْمَة﴾[1] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ دنیا خدا کی رحمت کے سائے میں اپنی زندگی نہیں گزار رہی ہے۔ لیکن (حدیث کا) مطلب یہ ہے کہ اس نے اس عالم مادی کے ماورا نظر ڈالی ہے اور اس مادیت کے پیچھے موجود عالم کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ وہ افراد جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے عالم اور اس کی چیزوں کو سمجھ لیا ہے، انہوں نے عالم کے صرف ایک چھوٹے اور معمولی سے ورق کو دیکھا اور اسی پر قناعت کر لی ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے انسان کو پہچان لیا ہے دراصل ان افراد نے انسانی وجود کے ایک پہلو کو اور وہ بھی انسانی وجود کے نہیں، بلکہ انسان کی حیوانیت کے پہلو کو پہچانا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ انسان صرف اسی چیز کا نام ہے۔ وہ افراد جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اسلام شناس اور اس کے ماہر ہیں، ان افراد نے بھی اسلام کے ایک مختصر سے پہلو کو دیکھا اور اسی پر قانع ہو گئے ہیں اور ان لوگوں کا گمان ہے کہ وہ اسلام کی (مکمل) شناخت رکھتے ہیں۔ انسانی وجود کے تمام پہلوؤں میں اس کا مادی پہلو دیگر پہلوؤں سے بہت نیچا اور پست ہے اور یہ ہمارے لیے قابل محسوس بھی ہے۔ وہ چیز جو ہمارے لیے قابل محسوس ہے اور ہم جو عالم مادیت میں زندگی گزار رہے ہیں اور مادی ہیں، وہ ہمارے محسوس کرنے کے پہلو کو سیراب کر دیتی ہے (اور ہم اسی مادیت کو روحانیت و معنویت سمجھ بیٹھتے ہیں) جبکہ وہ معنویت نہیں، بلکہ مادیت ہے۔

اسلام تمام محسوسات (مادیت وغیرہ) اور تمام عالم کو "توحید" کی طرف لوٹانے آیا ہے۔ اسلامی تعلیمات مادیت، ریاضی اور طب کی تعلیمات کی مانند نہیں ہیں۔ اسلام کے دامن میں یہ سب تعلیمات موجود ہیں لیکن ان سب کو "توحید" سے لگام دی گئی ہے۔ اسلام، مادیت اور تمام تاریک اور ظلمانی پہلوؤں کو

۱۔ بے شک خداوند عالم نے جس دن سے اس دنیا (یا طبیعت) کو خلق فرمایا ہے اس پر ایک نظر رحمت بھی نہیں ڈالی ہے۔
(کنز العمال، ج ۳، ص ۲۱۴)۔

اس نورانی مقام کی جانب لوٹانے آیا ہے کہ جس کا آخر مقام الوہیت ہے۔ بنابریں، وہ بات (کہ تمام مادی وطبیعی علوم کہ جن کی ہم تعریف کرتے ہیں اور وہ خصوصیات جو اسلام ان علوم سے چاہتا ہے، مغرب میں دور دور تک ان کا نام ونشان نہیں ملتا ہے اور اگر یہ علوم ومال موجود بھی ہوں تو اپنے پست ترین درجہ کے ساتھ موجود ہوں گے) جو ہم یونیورسٹیوں اور قدیم مدارس کے ان علوم سے خواہاں ہیں یہ نہیں ہے کہ صرف ان کے مادی اور سطحی پہلوؤں پر توجہ دی جائے۔ ہمارے مفکرین اور دانشمند شخصیات اسی ظاہری (مادی) سطح کے مالک ہیں اور اسی کے مطابق وہ اپنی فعالیت انجام دیتے ہیں اور ان کے کام تعریف کیے جانے کے قابل ہیں لیکن جو چیز اسلام کے پیش نظر ہے وہ یہ نہیں ہے۔

وہ چیز جو اسلام کے پیش نظر ہے اور وہ ان مادی اور غیر مادی تمام علوم سے جس بات کا خواہاں ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب خدائی علوم سے کنٹرول کیے جائیں اور ان سب کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہو۔ یعنی ہر علم کا خدائی اور روحانی پہلو مدنظر رکھا جائے۔ اس طرح کہ اگر انسان مادیت کو دیکھے تو اس میں اسے خدا ہی نظر آئے، اگر تمام موجودات پر نظر کرے تو اس میں خدائی جلوؤں کا مشاہدہ کرے اور اگر مادے کو دیکھے تو اس میں خدا کی نشانیوں کو دیکھے۔ اسلام اسی لیے آیا ہے کہ تمام موجودات کو خدا اور تمام مادی علوم کو خدائی علوم کی طرف پلٹا دے اور یونیورسٹیوں سے بھی یہی چیز مطلوب ہے۔ نہ یہ کہ خود علم طب مطلوب ہے۔ البتہ علم طب کا وجود ضروری ہے، دیگر مادی علوم کا وجود ناگزیر ہے، بدنی علاج اور آپریشن وغیرہ کو ہونا چاہیے لیکن جو چیز اہم ہے وہ یہ کہ ان سب کا محور ''اللہ'' ہو اور یہ سب علوم اپنے خدائی پہلو کی طرف لوٹیں۔ پس ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اگر اسلام نے ان مادی علوم کو توجہ دی ہے تو یہ لوگوں اور مختلف حکومتوں کی طرف سے ان علوم کو دی جانے والی توجہ کی مانند ہے۔

اسلام نے تمام چیزوں میں ان کی اصلی غرض کی طرف توجہ دی ہے اور ہمیشہ ان کے مقصد اعلیٰ کو چاہا ہے۔ اسلام نے ان موجودات کو مادیت کی نگاہ نہیں دیکھا ہے مگر یہ کہ اسی نگاہ میں ان کی معنویت اور عالی مرتبہ کی طرف توجہ کی ہے۔ اگر اسلام نے مادیت کی طرف نظر کی ہے تو اس عنوان سے کہ یہ مادیت الہیت کا ایک رخ اور عالم غیب کی ایک تجلی ہے۔ اگر اسلام نے انسان پر نظر کی ہے تو اس عنوان سے کہ یہ ایک ایسا موجود ہے کہ جسے الٰہی انسان بنایا جا سکتا ہے۔ اسلام کی تربیت دراصل خدائی تربیت ہے جیسا کہ اسلامی

حکومت، خدائی حکومت ہے۔ اسلامی حکومت اور دیگر حکومتوں میں بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ حکومت اس لیے چاہتے ہیں کہ ان میں سے بعض دوسروں پر غلبہ اور تسلط حاصل کریں جبکہ اسلام کے پیش نظر یہ مقصد نہیں ہے۔ اسلام دوسرے ممالک پر فتح کے جھنڈے گاڑنا نہیں چاہتا ہے۔ اگر اسلام چاہتا ہے کہ ممالک کو فتح کرے تو وہ سب کو ایک اور عالم کی طرف لے جانے کا خواہشمند ہے۔ اسلام اس ملک کے تمام افراد کی انسانی تربیت کرنا چاہتا ہے نہ یہ کہ ان سے کوئی مادی فائدہ کا خواہشمند ہے جیسا کہ آپ نے مشرق ومغرب میں موجود حکومتوں کو دیکھا اور دیکھ رہے ہیں کہ ان سب کا مقصد یہی رہا ہے کہ دوسروں پر تسلط حاصل کریں اور مادی فائدے اٹھائیں۔ اسلام کی نگاہ میں مادے اور مادیت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جو کوئی بھی قرآن کا مطالعہ کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ قرآن میں مادیت کا جو بھی تذکرہ کیا گیا ہے وہ بعنوان مادیت نہیں ہے، بلکہ ان سب کو ایک اور عالم ومرتبہ کی تعلیم کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

حکومت اسلامی بھی ایسی ہی ہے کہ دنیا میں حکومت خدا کو وجود میں لائے، یعنی وہ چاہتی ہے کہ مسلمان سپاہی اور دیگر سپاہیوں میں فرق ہو، یعنی مسلمان سپاہی خدا کا سپاہی ہو، مسلمان وزیر اعظم دوسروں حکومتوں کے وزیر اعظموں سے منفرد اور خدائی احکامات کو پیش نظر رکھتا ہو۔ جہاں بھی کوئی ملک ہو اور ہم اس میں جہاں بھی جائیں وہاں خدائی ہی باتیں کی جائیں۔ دوسرے ممالک کو فتح کرنے سے اسلام یہ چاہتا ہے کہ پورے عالم میں اللہ کو متعارف کرائے، پورے عالم کی خدا پسندیدہ تربیت کرے، انسانی تربیت کرے اور انسان کو ایسی منزل تک پہنچادے کہ جہاں فکر وخیال بھی پرواز نہ کرسکیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم ان علوم میں کہ جن کو ہم استقلال کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان علوم میں فرق پیدا کریں کہ جن کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اسلامی علوم نے تمام پہلوؤں پر پوری توجہ دی ہے جبکہ دیگر مادی علوم ان پہلوؤں اور ابعاد سے خالی ہیں۔ اسلامی علوم کا دوسرے علوم سے ہر میدان میں اور ہر جگہ فرق یہی ہے کہ اسلامی علوم میں ایک ایسا پہلو ہے کہ جو ان میں نہیں پایا جاتا اور وہ پہلو جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ کسی بھی امر کا معنوی اور خدائی پہلو ہے۔

(صحیفہ امام، ج۸،ص ۴۳۳)

اخلاقی اور روحانی تربیت کے ساتھ صحیح تعلیم کا حصول

علمی سواد کو اچھا بنایئے اور اس بات کی کوشش کریں کہ آپ کی طرف سے دی جانے والی تعلیم صحیح ہو۔

تعلیم کو مفید اور کارآمد ہونا چاہیے۔ تعلیم اسی وقت سودمند ہوگی کہ جب وہ تزکیہ، روحانی اور اخلاقی تربیت کے ہمراہ ہو۔ تمام یونیورسٹیوں اور دیگر تمام علمی مراکز میں خواہ جہاں علما تدریس کرتے ہوں یا دانشمند حضرات، ان تمام شخصیات کو ایسا ہونا چاہیے کہ یہ دینی مدارس اور یونیورسٹی کے طالب علموں کی اخلاقی تربیت اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرسکیں۔ جس طرح وہ تحصیل علم میں مصروف ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ وہ تزکیہ نفس بھی کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۹۶)

بامقصد تحصیل علم کی ضرورت

بہترین اور سودمند جہت وہ ہے کہ جس کی طرف قدم بڑھایا جائے اور قرآن نے اسی کو بیان کیا ہے ﴿اقْـرَأ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَق﴾ پڑھو لیکن سرسری انداز سے نہیں، سیکھو مگر معمولی انداز سے نہیں، ہر چیز نہیں، تحصیل علم کرو نہ کہ تحصیل علم برائے تحصیل علم، بلکہ ہدفدار علم اور بامقصد تحصیل علم۔ وہ ہدف ومقصد، اسم رب ہے، خدائے متعال کی طرف توجہ دراصل خدا اور اس کی مخلوق کیلئے کام کرنا ہے۔ اگر قلم، خدا اور خلق خدا کیلئے دنیا میں صحیح انداز سے کام کریں تو اسلحے کا زور ختم ہوجائے گا اور اگر قلم سے خدا اور مخلوق خدا کی خدمت نہ کی جائے تو یہ اسلحہ کی ساخت کا وسیلہ بن جائے گا۔ انسان کا سب سے بہترین اور محکم ترین ہتھیار اہل قلم اور علما ومفکرین کے ہاتھوں میں ہے جو یونیورسٹیوں (اور دینی مدارس) میں موجود ہیں اور بشریت سے مربوط تمام ترقی انہی علما اور ان کے بیان وقلم کی مرہون منت ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۳۸)

علم کی نورانیت

علم کے میزان ومعیار کو خداوند عالم نے انبیاء ؑ کے ذریعہ سے بیان کردیا ہے اور اس مطلب کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ﴿اَلعِلْمُ نُـورٌ﴾ کہ علم وہ نور ہے کہ جسے خداوند عالم نے لوگوں کے قلوب میں داخل کیا ہے۔ اگر یہ علم انسان کیلئے نورانیت کا باعث بنے تو یہ علم کہلائے گا۔ لیکن اگر یہی علم انسان کیلئے حجاب اور پردہ بن جائے تو یہ علم نہیں، بلکہ حجاب ہے ﴿اَلْعِلْمُ هُوَ الْحِجابُ الأکْبَر﴾ (علم خود سب سے بڑا حجاب ہے)۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۸)

پردوں کو ہٹانے کی کوشش کرو نہ کہ کتابوں کی جمع آوری کی

گزشتہ رات تم نے مجھ سے عرفانی کتابوں کے بارے میں دریافت کیا تھا، میری بیٹی !۱ (اپنے اور خدا کے درمیان حائل) حجابوں کو دور کرنے کی کوشش کرو نہ کہ کتابوں کو جمع کرنے کی۔ میں اگر یہ فرض بھی کرلوں کہ تم عرفانی اور فلسفی کتابوں کو بازار سے گھر اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کردو یا اپنے ذہن کو الفاظ و اصطلاحات کا مرکز بنا ڈالو اور مختلف محافل ومجالس میں اپنے گٹھڑی میں جمع پونجی کو پیش کردو اور حاضرین کو اپنی معلومات سے شخفیۃ وفریفتہ بھی کردو تو تم نے شیطان کے فریب اور شیطان سے زیادہ خبیث، نفس امارہ کے حیلوں سے اپنے اعمال کے وزن کو اور زیادہ سنگین کردیا اور ابلیس کے جال میں پھنس کر تم نے محفل کو گرم کردیا اور خدانخواستہ علم وعرفان کا غرور تمہارے ذہن میں سما جائے کہ وہ ذہن میں ضرور آئے گا تو یہ بتاؤ کہ تم نے ان کتابوں کی جمع آوری اور الفاظ واصطلاحات کو یاد کرنے سے اپنے اور خدا کے درمیان حائل حجابوں کو زیادہ کیا ہے یا کم؟ خداوندعزوجل نے علما کی بیداری کیلئے اس آیہ شریفہ ﴿مَثَلُ الَّذِینَ حُمِّلُوا التَّوراۃ﴾۲ کو بیان کیا ہے کہ وہ جان لیں کہ علم کی زیادتی اور جمع آوری خواہ علم شریعت ہو یا علم توحید (بندے اور حقیقت کے درمیان پڑے ہوئے) پردوں کو کم نہیں کرتی، بلکہ ان میں زیادتی اور اضافے کا باعث ہوتی ہے اور اسے چھوٹے (درجات کے) حجابوں سے (بڑے درجات کے) حجابوں تک کھینچ کر لے جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم علم، عرفان اور فلسفہ سے دوری اختیار کرو اور جہالت میں زندگی بسر کرو کہ ایسا اقدام کرنا خود راہ حقیقت سے انحراف ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس بات کیلئے کوشش اور جدوجہد کرو کہ جو چیز تم کو اس کام کیلئے ابھارے وہ خدائی ہو اور محبوب حقیقی کیلئے ہو اور اگر تم کسی علمی مطلب کو پیش کرو تو وہ خدا کی خوشنودی کے حصول اور اس کے بندوں کی تربیت کیلئے ہو نہ کہ ریا اور خودنمائی کیلئے کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ ان کاموں کی وجہ سے تمہارا شمار علماء سوء میں کیا جائے کہ جن کے وجود کی بدبو سے اہل جہنم کو اذیت ہوگی۔۳

(رہ عشق، ص۳۲)

۱۔ خانم فاطمہ طباطبائی، حجت الاسلام مرحوم سید احمد خمینی کی زوجہ۔

۲۔ ان لوگوں کی مثال کہ جن کو توریت دی گئی (کہ اس پر عمل کریں) پھر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا (عمل نہیں کیا)۔ سورۂ جمعہ، آیت/۵۔

۳۔ پیغمبر ختمی مرتبتؐ کی حدیث کی طرف اشارہ ہے ﴿اِنَّ اَهْلَ النَّارِ لَیَتَاذُّونَ بِرِیحِ العالم...﴾ الخصال، ج۱، ص۵۱۔

برتری حاصل کرنے کی مذمت

جو افراد دوسروں پر ہر قسم کی برتری پانے کی جستجو میں رہتے ہیں خواہ علوم میں برتری ہو یہاں تک کہ خدائی (اور اسلامی) علوم میں بھی قدرت، شہرت اور ثروت میں برتری پانا ہو وہ دراصل اپنے رنج واندوہ کو بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ (نقطہ عطف، ۱۱)

علم اور گھوارۂ طفولیت

تمام بشریت علوم وفنون میں اپنی تمام تر ترقی اور پیشرفت کے باوجود ابھی تک علم کے کے گھوارۂ طفولیت میں ہی ہے اور اسے اپنی بلوغت تک پہنچنے کیلیے ابھی طولانی راہ طے کرنی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۱، ص ۱۳۸)

تعلیم وتربیت، انبیاء کے نظام کا اصل محور

شریعتوں کا اصلی مقصد

خداوند عالم کی طرف سے بھیجی گئی تمام شریعتوں کی اصلی غرض، معارف کا نشر کرنا ہے اور یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ (مریض) نفوس کا علاج کیا جائے اور انہیں مادیت کی ظلمت سے نکال کر عالم نورانیت کی طرف پرواز کیلئے آزاد کیا جائے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۷۴)

انسان کی لاھوتی اور خدائی تربیت

خداوند عالم کی طرف سے دی جانے والی تمام برحق دعوتیں اور انسان کی کامل ترین تربیت کرنے والی شریعتیں خواہ وہ توحیدی حقائق کے کشف اور عالم تجرد وتفرد کے اسرار ورموز کے بیان کیلئے ہوں یا اخلاقی فضائل ومحاسن کے بیان یا احکام الٰہی کے قوانین کی تشریح کیلئے ہوں، دو مقاصد سے خالی نہیں کہ ایک بلاواسطہ اور بذات خود مطلوب اور مستقل ہے جبکہ دوسرا باواسطہ اور بالعرض ہے۔

وہ مقصد جو بذات خود مطلوب، انبیاء کی دعوت وبعثت کی غایت اور کامل ترین اولیا کے مجاہدہ نفس اور مکاشفات کی غرض ہے، یہ ہے کہ بشری، حیوانی اور مادی پہلو کے حامل انسان کو لاھوتی (فنافی اللہ کا درجہ والا) خدائی اور روحانی انسان بنایا جائے، اس کی کثرت (مادیت کی طرف توجہ اور خدا سے دوری) وحدت (خدا کی طرف یکسوئی اور توجہ) سے متصل ہو جائے اور اس کا اول وآخر ایک دوسرے سے مل جائے اور یہ خداوند عالم کی حقیقی معرفت کا کمال ہے کہ جس کی جانب حدیث قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ﴿کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً

فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ، فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِكَيْ أُعْرَفَ﴾[1] ایک اور حدیث میں معصومؑ ارشاد فرماتا ہے ﴿أَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهُ﴾[2] اور تمام قلبی و جسمانی اعمال اور روحانی اور مادی افعال اسی مقدس مقصد کے حصول کیلئے ہیں اور ان سب کی غرض و غایت معارف الٰہیہ کا نشر کرنا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۲۹۷)

ناقص انسان کا کامل انسان میں تبدیل ہونا

تمام علوم، عبادات، تمام معارف الٰہیہ، تمام عبادی احکام اور خداوند عالم کی طرف سے نازل شدہ تمام چیزوں کا مقصد یہ ہے کہ ناقص انسان کو کامل انسان بنائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۳، ص ۲۱۸)

اسلام کا مقصد انسان کے تمام ابعاد کی تعمیر کرنا

اسلام کی دعوت نہ خاص طور پر معنویت کیلئے ہے اور نہ ہی مادیت کیلئے، اسلام نے دونوں پر توجہ دی ہے، یعنی اسلام و قرآن کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ تمام جہات و ابعاد کے حامل انسان کی تعمیر و تربیت کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۸۹)

تربیت بشر کیلئے انبیاء کی بعثت

انسان اگر اسی مادیت کی حد تک محدود رہتا تو اس کی قدر و قیمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی اور اس بات کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ اس کی تربیت کیلئے عالم غیب سے کچھ نازل کیا جائے۔ مادیت کو تربیت کی ضرورت ہی نہیں ہے اور چونکہ اس میں تربیت کی صلاحیت نہیں ہوتی لہذا اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ لیکن

۱۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "میں مخفی خزانہ تھا پس مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے مخلوقات کو خلق کیا تاکہ مجھے پہچانا جائے"۔

(موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج ۶، ص ۵۰۷)

۲۔ دین کی ابتداء خدا کی معرفت و شناخت ہے۔

انسان اس عالم مادیت سے الگ ایک جدا حقیقت کا نام ہے اور مادے میں موجود خصوصیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں اس مادے کے ماوراء ایک اور عالم ہے اور انسان بھی اپنے مادی پہلو کے علاوہ ایک اور وجود رکھتا ہے۔ فلسفہ کے برہان سے یہ بات ثابت ہے کہ اس مادی انسان کے ماوراء کچھ اور بھی ہے اور انسان بالامکان عقل مجرد کا مالک ہے اور بعد میں مجرد تام (مکمل طور پر مادے سے الگ) ہو جائے گا۔ تربیت، انسان کے معنوی پہلو کی تعمیر وترقی کیلئے ہے لہذا یہ تربیت ایسا شخص انجام دے کہ جو انسان کے اس معنوی پہلو کا حقیقی اور کامل علم رکھتا ہو اور انسان، مادیت اور معنویت کے مابین روابط وتعلقات سے اس طرح آگاہ ہو کہ انہیں درک کر سکے اور یہ کام عام انسان کے بس کی بات نہیں، عام انسان تو صرف اپنے مادی پہلو کا ہی ادراک کر سکتا ہے۔ عالم ماوراالطبیعہ و مادہ کو لاکھ کوششوں کے باوجود بھی مائیکرواسکوپ (ذرہ بین) سے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس عالم کا ادراک اس بات کا محتاج ہے کہ اسے ایک اور معنی کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔ چونکہ مادیت ومعنویت کے مابین یہ روابط وتعلقات بشر پر مخفی ہیں اور خداوند عالم جو تمام اشیا کا خالق ہے، ان تمام امور سے باخبر و عالم ہے۔ اس جہت سے خداوند عالم کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ان خاص افراد سے متعلق ہوتی ہے اور وہ انسان اور عالم وحی کے درمیان روابط وتعلقات کو سمجھ لیتے ہیں کہ جنہوں نے کمال حاصل کیا ہے اور معنوی کمالات کو سمجھا اور اس راہ پر قدم اٹھایا ہے۔ چنانچہ خدا ایسے افراد پر وحی کرتا ہے اور وہ انسان کے اس دوسرے (معنوی) پہلو کیلئے مبعوث کیے جاتے ہیں اور یہ شخصیات لوگوں کے درمیان آکر ان کی تربیت کرتی ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۸۸)

انبیاءؑ کا واحد ھدف

اگر انبیاء کے نورانی وجود کو اس نظام ہستی سے نکال دیا جائے تو ہم صرف ایک حیوان کی مانند رہ جائیں گے کہ ہمارے لیے جو کچھ ہے یہی طبیعت و مادیت ہے اور ہمیں اس سے زیادہ کسی اور چیز کا ادراک نہیں ہوگا۔ اگر ہمیں اس عالم میں لے جایا جائے اور ہمیں تیار کیا جائے کہ جب ہم اس مادی عالم سے اس عالم میں منتقل ہوں تو یہ سمجھ لیں کہ اس عالم کی زندگی سعادتمند اور شرافتمند زندگی ہے۔ تمام انبیاءؑ کی آمد کی غرض یہی تھی کہ اس بشر کی تربیت کریں جو تربیت کیے جانے کے قابل ہے اور دیگر تمام حیوانات سے مافوق

اور جدا ہے۔ اس لیے کہ جس طرح انسان اس دنیا میں (اگر مادیت وطبیعت کے تمام امکانات اس کے پاس موجود ہوں) ایک سعادتمند زندگی رکھتا ہے اسی طرح وہ اس دنیا میں بھی ایک باسعادت زندگی کا مالک ہو۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۸۸)

ارتقا بشر، انبیاء کی رسالت کا مقصد

جس طرح بہت سی مناسب ترتیبیں طبیعت و مادیت سے متعلق ہیں اسی طرح بہت سی مناسبت ترتیبیں اس کے دیگر مراتب سے تعلق رکھتی ہیں کہ جن میں سے بعض سے انسان مطلع اور باخبر ہے جبکہ بعض بلکہ اکثر سے وہ آگاہ نہیں ہے۔ ان کو خداوند عالم ہی جانتا ہے اور انبیاء کی بعثت اسی لیے ہوئی ہے کہ اس بشر کو تربیت کی کیفیت سے باخبر کریں جو ان تمام چیزوں سے آگاہی نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ انسانیت کے مراتب و درجات سے باخبر ہے۔ اس لیے کہ جب تک انسان کو اپنی بیماری اور اس کی دوا کا علم نہ ہو وہ اپنا علاج نہیں کرسکتا۔ انبیاء کی آمد کی غرض یہی ہے کہ انسان کی ان مراتب و درجات کیلئے تربیت کریں، اسے معنوی نمو اور ارتقا دیں کہ جن کو مادیت سے وابستہ افراد ہرگز نہیں جان سکتے۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۷۵)

انبیاء کی بعثت اور سعادت بشر

انبیاء علیہم السلام انسانی سعادت کیلئے مبعوث ہوئے ہیں، یعنی انسان کی مکمل اور کامل سعادت کیلئے، دنیوی سعادت اور بشر کی اخروی حیات کی سعادت کیلئے۔ ان کی یہی کوشش رہی کہ انسان کو انسانیت کے مناسب کمال تک پہنچائیں لیکن انسانوں کی اکثریت ان کی دعوت کو رد کرتی رہی اور کر رہی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۵۴۴)

مقصد انبیاء، انسان کی تربیت ہے

انبیاء اس لیے آئے ہیں کہ انسانوں کی اصلاح کریں، اس کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ تمام بڑے انبیاء اور ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنی پوری زندگی اس بات کی کوشش میں مصروف رہے کہ لوگوں کی

تربیت کریں۔ خداوند عالم نے انبیاء کوفقط انسانوں کی تہذیب نفس اور اصلاح کیلئے بھیجا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۸۴)

تعلیم انبیاء کی دعوت میں سر فہرست امر

انبیاء اس لیے تشریف لائے ہیں کہ (انسان کو) انسان بنائیں۔ انبیاء کے تربیتی نظام میں تعلیم ہمیشہ سرفہرست رہی ہے کہ اس کیلئے خدا کی طرف سے انہیں ماموریت سونپی گئی ہے۔ خدا نے انہیں یہی ذمہ داری دی ہے کہ وہ معاشرے میں جائیں اور انسان، تربیت کریں۔ لہذا جو افراد انبیاء سے زیادہ نزدیک ہیں وہ مقام انسانیت سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۲۷)

بہترین پیشہ

علما اور یونیورسٹی سے وابستہ افراد ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔ ان دو گروہوں کی ذمہ داری دوسرے تمام گروہوں سے زیادہ سنگین ہے۔ چنانچہ اگر ان کا کام نیک اور شریف ہے تو اس لیے ہے کہ اگر یونیورسٹی سے وابستہ افراد اور علما کی ذمہ داریوں کے تقاضوں کو صحیح معنوں میں پورا کیا جائے تو صحیح اور کامل انسان تربیت پانے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دو گروہوں کا کام انبیاء کا کام کہلاتا ہے چونکہ تمام انبیاء انسانوں کی اصلاح وتربیت کیلئے ہی تشریف لائے ہیں اور جبکہ قرآن انسانی تعمیر اور انسان سازی کی کتاب ہے۔ پس یہ پیشہ اور کام بہت نیک ہے اور اگر ان کی ذمہ داری بہت سنگین ہے تو اس لیے کہ یونیورسٹی سے وابستہ افراد اور علما کے اپنے اپنے دائرہ کار میں، یعنی یونیورسٹی اور دینی مدارس میں ملکی مستقبل کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک کا نظام صحیح ہوگا تو اس کا سبب یہی دو ادارے (یونیورسٹی اور دینی مدارس) ہوں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۶۷)

تاریکیوں سے نور کی طرف دعوت

انبیاء کی آمد کا مقصد انسانوں کو ظلمات اور تاریکیوں سے نور کی طرف دعوت دینا ہے۔ ﴿اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ

مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلُماتِ[1] دنیا میں دو کام ہیں یا ظلمات و تاریکیوں سے نور کی طرف لے جانا ہے، یہ انبیاء کا کام ہے اور یہ وہ کام ہے کہ جو خداوند عالم انبیاء کے ذریعہ سے انجام دیتا ہے۔ دوسرا کام نور سے نکال کر ظلمت و تاریکی کی طرف لے جانا ہے۔ (صحیفہ امام، ج۸، ص۶۲)

استقلال اور آزادی، انبیاء علیہم السلام کا ھدف

تمام انبیاءؑ کا ہم و غم، انسان کو انسان بنانا تھا تا کہ ایک ملک میں صحیح معنوں میں انسان زندگی گزاریں اور آزادی کی وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے اور ہمیں فکری، روحی اور انسانی استقلال حاصل ہو، اسی لیے وہ (انبیاءؑ) انسانوں کی تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ (صحیفہ امام، ج۸، ص۹۶)

انبیاء کا انسان کی لا محدود قوتوں کو مہار کرنا

انسان کے ذات کے دو پہلو ہیں، ایک روحانی پہلو اور ایک ظاہری پہلو۔ اس کا ظاہری اور مادی پہلو یہی ہے کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں اور یہی دنیا ہے کہ جس کا آپ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یہی مادیت ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کا معنوی یا روحانی پہلو وہ پہلو ہے جو اس عالم کے ماوراء ہے اور یہ پہلو خود انسان کے اندر ہے لیکن خود انسان ایک سمٹا ہوا عالم ہے۔ گویا خداوند عالم نے اس موجود کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔ ایک حصہ تو پورا عالم ہے اور دوسرا حصہ چھوٹا عالم یعنی انسان، تمام موجودات عالم کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اور انسان میں تمام چیزیں موجود ہیں۔ خداوند عالم نے انسان پر احسان اور لطف و عنایت کی ہے کہ انسان کیلئے پیغمبروں کو بھیجا ہے جو اس کے معنوی پہلو کی تربیت کریں کہ جو بہت اہم ہے اور جس کی طرف پوری توجہ دی گئی ہے۔ (انبیاء کا مقصد یہ ہے کہ وہ) لوگوں کو تزکیہ اور تہذیب نفس سے آراستہ کریں، عوام کو تعلیم دیں، تعلیم کی حکمت سکھائیں، کتاب خدا کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بے لگام مادی جہات کو لگام دیں۔ یہ لوگ جو مادی ہیں اور اپنی بے لگام مادیت و مادی قوتوں ہی کی طرف

۱۔ خدا اہل ایمان کا سرپرست ہے، ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا ان کے ولی طاغوت (شیطان) ہیں کہ جو ان کو نور سے تاریکیوں کی طرف نکال لے جاتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۷)

متوجہ ہیں، انہی کی طرف انبیاء کو بھیجا گیا ہے کہ اسی مادیت پرستی اور انہی مادی موجودات کی کہ جن میں سے ایک انسان بھی ہے اور ان کے وجود کا خلاصہ بھی، ایسی تربیت کریں کہ اس کی مادی جہات اور قوتوں کی لگام اس کی معنویت وروحانیت کے ہاتھوں میں ہو۔

ہر چیز کی بنیاد و اساس معنویت وروحانیت ہی ہے۔ بنیادی طور پر دنیا میں کوئی بھی تعلیم و تربیت اور دنیا کی کوئی بھی حکومت، انسان کی اس معنویت کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ آپ سب حکومتوں کو دیکھ لیں، اسلامی اور دیگر حکومتوں کے درمیان صرف عدالت اور عدل و انصاف کو ہی بنیادی فرق اور حد فاصل قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ ایک خیال باطل ہے، یہ فرق بھی صحیح ہے لیکن صرف یہی فرق نہیں، بلکہ دسیوں اور بھی فرق ہیں اور ان میں سے ایک اجتماعی عدالت کا مسئلہ ہے۔ انبیاء کی الٰہی اور توحیدی حکومتوں کے علاوہ دنیا کی کسی بھی حکومت کے پیش نظر کبھی بھی انسان کی معنویت کو اہمیت نہیں دی گئی، کسی نے اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں کی کہ انسان کی معنویت کو ارتقا دے۔ ان کے پیش نظر صرف ایک ہی ہدف تھا اور وہ یہ کسی طرح اس مادیت سے فائدہ حاصل کریں اور عالم میں ایک مادی نظام قائم کریں۔ انبیاء اس لیے آئے ہیں کہ انسانی نفوس کا تزکیہ کریں، انسان کی تربیت کریں، کتاب کی تعلیم دیں، اسے حکمت سے آراستہ کریں اور اس کی مادیت کو لگام دیں، اگر انبیاء انسان کی اصلاح نہ کریں اور اس کی مادیت کو مہار نہ کریں تو وہ سب کچھ اپنے لیے چاہے گا، چونکہ انسان بھی اس عالم کے موجودات کا ایک حصہ ہے اور وہ ایک حیوان ہے، بس فرق یہ ہے کہ وہ قابل تربیت ہے۔ انسان کے اندر پائے جانے والی کوئی بھی قوت محدود نہیں ہے، نہ انسان کی شہوت محدود ہے کہ دوسرے حیوانات جیسا اس کا بھی کوئی نظام ہو، بلکہ انسان دیگر تمام حیوانات سے بدتر ہے۔ انسان کا غیض و غضب بھی لامحدود ہے۔ اس طرح نہیں کہ ایک مسئلہ میں غصہ کرے اور وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ ممالک اور دوسرے گروہوں پر قبضہ اور تسلط و برتری کی صفت بھی کسی حد تک محدود نہیں ہے کہ کسی ایک پر غلبہ حاصل کرلے تو اس کے تسلط و برتری کی پیاس بجھ جائے۔ دوسری قوتوں کی مانند اس کی شہوت بھی کسی حد وحدود کی قائل نہیں ہے۔ اس جہت سے تمام انسان ایک جیسے ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ انسان اگر کسی پر غیض و غضب کرے تو اس کی کوئی حد نہیں کہ جہاں جا کر اس کے غضب کی آتش خاموش ہو جائے، مگر یہ کہ اسے لگام دی جائے اور کچھ ایسے افراد ہوں کہ جو اس کی ان قوتوں کو لگام دیں۔ انبیاء اس لیے آئے

ہیں کہ خدا کی طرف سے عطا کردہ تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفس کے ذریعہ انسان کی ان غیر محدود قوتوں کو مہار کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۵۴)

انسان، علم انبیاء کا موضوع

(آپ لوگوں کے بقول:) ہر علم کا ایک موضوع ہوتا ہے، تو تمام انبیاء کے علم کا موضوع انسان ہے۔ اگر ہر حکومت کا اپنا ایک نظام ہوتا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے آیات کو حضرت ختمی مرتبتؐ کا نظام و لائحہ عمل کہا جا سکتا ہے۔

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾[1]

تمام انبیاء کی بحث و گفتگو اور ان کی تربیت وعلم کا موضوع انسان ہے۔ وہ اسی لیے تشریف لائے ہیں کہ اس کی تربیت کریں اور اس مادی موجود کو مادیت وطبیعت کے درجے سے اٹھا کر ماوراء الطبیعہ کے عالی ترین مرتبہ تک، بلکہ عالم جبروت سے بھی آگے کی وادیوں تک پہنچا دیں۔ تمام انبیاء کی گفتگو انسان ہی کے بارے میں ہے۔ ازل سے سلسلہ انبیاء میں سے جو بھی مبعوث ہوا وہ انسان اور اس کی تربیت ہی کیلئے مبعوث ہوا۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۲۴)

انسان تمام خوبیوں کا سرچشمہ اور نقطہ آغاز

انبیاء ہمیں ہوشیار اور تربیت کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ انبیاء کی آمد کا مقصد انسان کی تعمیر ذات ہے، انبیاء کی کتابیں بھی انسان ساز کتابیں ہیں، قرآن مجید کا موضوع بھی انسان ہے اور انبیاء کے علم کا موضوع بھی انسان ہی ہے۔ اس عالم میں جو کچھ ہے وہ انسان ہی کیلئے آیا ہے۔ انسان تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ اگر انسان، انسان کامل نہ بنے تو وہ تمام ظلمتوں اور تاریکیوں کا سرچشمہ قرار پائے گا۔ یہ موجود دوراہے پر کھڑا ہے، ایک راہ، راہ انسان (وانسانیت) ہے جبکہ دوسرا راستہ انسانیت سے انحراف کا راستہ ہے

۱۔ سورہ علق، آیت ۱ تا ۶۔

کہ اس راہ پر قدم اٹھانے سے وہ صرف ایک مکمل حیوان ہی کی صورت میں پرورش پائے گا۔
(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۲۵)

طبقاتی نظام کو ختم کرنا

انبیاء اصل شہوت کو روکنے کے بجائے شہوت کے پھیلاؤ اور عریانی وفحاشی کے مراکز کا مقابلہ کرتے ہیں۔ شہوت کا ہونا ایک طبیعی اور فطری امر ہے اور اسے اپنا کام انجام دینا چاہیے لیکن اپنی حد و حدود کے اندر۔ اگر تربیت وتعلیم انبیاء کی خواہش اور زیر نگرانی اپنے راستے کو طے کرے تو نہ یہ ظالم ولٹیرے وجود میں آئیں گے اور نہ استحصال، نہ اپنی حدود سے تجاوز، نہ ظلم و تعدّی اور نہ یہ طبقاتی نظام معاشرے کے دامنگیر ہوں گے۔ جبکہ دوسری طرف کہ جو اس مسئلہ کا اصلی رخ ہے۔ وہ حیات ابدی کہ جس کا کوئی آخر و انجام نہیں، انسان کو نصیب ہوگی، آپ[۱] کوشش کیجئے۔ آپ حضرت ولی عصرؑ کے مبارک نام سے منسوب ہیں، کہ مکتب ولی امرؑ کی طرف توجہ کریں کہ جو انسان کی تربیت وتعلیم کیلئے ہے اور اسے حیوانیت کی حد سے انسانیت کی اوج اور رشد تک پہنچاتا ہے، آپ کوشش کریں کہ یہ مکتب انسانوں کی تربیت کرے اور اس کی تعلیمات صحیح تعلیمات ہوں۔
(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۵۱۷)

قلوب کی پاکیزگی، انبیاء کی خواہش

تمام چیزوں کی ابتدا قلب انسانی سے ہوتی ہے، نہ یہ حیوانی قلب (جو سینے میں بائیں طرف صنوبری شکل میں موجود ہے)۔ تمام امور و مسائل قلب انسانی سے جنم لیتے ہیں۔ اگر قلب انسانی میں نور وہدایت کا ایک چشمہ جنم لے لے تو دل کی نورانیت کے طفیل زبان بھی منور ہو جائے گی اور آنکھیں بھی۔ اگر انسان کا دل خدائی ہو جائے تو تمام اعضا جو مطیع قلب ہیں، تو اعضا کیا انسان کا پورا وجود خدائی بن جاتا ہے، یعنی جب بات کرے گا تو وہ خدا کی پسند کے مطابق بات کرے گا، جب سنے گا تو ایسی بات کا استماع کرے گا جو خدا کی رضا کے مطابق ہو اور اسی راہ پر قدم اٹھائے گا کہ جس میں خدا کی مرضی شامل ہوگی۔ یہ وہی چیز ہے کہ جس

۱۔ اس محفل میں امام خمینیؒ کی سامعین، مکتب ولی عصرؑ سے وابستہ خواتین تھیں۔

کیلئے انبیاء آئے ہیں کہ انسانوں کی تربیت کریں۔ یہ انسان جو ایک حیوان ہے، دوسرے حیوانات سے ممتاز نہیں ہے یا دیگر حیوانات سے زیادہ بدتر ہے۔ انبیاء کے ہمیشہ یہی خواہش کی ہے کہ اسے اس دلدل وگندگی سے باہر نکالیں اور اسے ایک خدائی اور سرتا پا معرفت خدا میں غرق موحد انسان بنائیں کہ جو خدا کی رضا ومرضی کے بغیر ذرہ برابر حرکت نہ کرے۔ (صحیفہ امام، ج۸، ص۵۱۹)

مادی انسان کی الٰہی انسان میں تبدیلی

یہ انسان دوسرے حیوانات کی مانند صرف دنیوی و مادی حیات کا مالک نہیں ہے، بلکہ انسان اس طرح خلق ہوا ہے کہ جو طبیعی و مادی حیات کے علاوہ ماوراء الطبیعہ زندگی کا بھی مالک ہے اور یہ ماوراء الطبیعہ زندگی ہی انسان کی اصلی زندگی ہے۔ یہاں دنیا کی زندگی صرف حیوانی زندگی ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے لوگ اس بات کے محتاج ہیں کہ انہیں وحی کے ذریعہ راہ راست کا پتہ بتایا جائے اور خداوند عالم نے انبیاء کو مبعوث کر کے انسانوں پر احسان کیا ہے تا کہ وہ لوگوں کو صحیح راہ دکھائیں۔

تمام انبیاء کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو وہ راہ دکھائی جائے کہ جس پر قدم اٹھانا انسان کیلئے ناگزیر ہے۔ انسان نہ چاہتے ہوئے بھی اس عالم مادہ سے ایک اور عالم کی طرف منتقل ہوجائے گا۔ اگر وہ خودسر اور ضدی ہو تو وہ ایک حیوانی وجود کے ساتھ اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف سفر کر جائے گا۔ لیکن اگر وہ انبیاء کے بتائے ہوئے راستے پر قدم اٹھائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی انسانیت کی تکمیل ہوگی، بلکہ وہ جتنی زیادہ اطاعت کرے گا۔ اس کی انسانیت اتنی ہی زیادہ ترقی کرے گی۔ تمام انبیاء کی کوششیں صرف اسی لیے تھیں کہ انسان کی تعمیر، اس کی قوتوں کی تعدیل اور اسے ایک مادی انسان کے دائرے سے نکال کر الٰہی انسان میں تبدیل کریں اور اسی عالم مادہ میں اس کی تربیت کریں۔ انبیاء اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس دنیا کو الٰہی دنیا بنائیں، یعنی جس جہت وزاویے سے اسے دیکھیں، اس میں الٰہیت کو ہی پائیں۔

(صحیفہ امام، ج۹، ص۱۱)

تمام امور کی اصلاح، انسان کی اصلاح پر موقوف ہے

انبیاء اور اولیائے خدا کی مورد پسند حکومت اور ان کی تمام زحمت وتکالیف کا مقصد یہی تھا کہ وہ انسان

تربیت کریں۔ اگر انسان کی اصلاح ہو جائے تو اس سے وابستہ حکومت کی بھی اصلاح ہو جائے گی اور ساتھ ہی اس سے متعلق تمام چیزیں صحیح ہو جائیں گی۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۳۸۶)

انسانوں کی اصلاح تمام چیزوں پر مقدم ہے

ان کی اصلاح ہونی چاہیے۔ میں تو اپنی عمر کے آخر لمحات گزار رہا ہوں لیکن آپ جوان ہیں ان تمام مسائل کی اصلاح کریں۔ اگر آپ استقلال کے مالک بننے کے خواہشمند ہیں تو اپنے تمام مسائل کی اصلاح کیجیے اور اگر اپنے وسائل سے استفادہ کی خواہش رکھتے ہیں تو تمام امور کی اصلاح کریں۔ پوری مملکت کو اپنی اصلاح میں مشغول ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے انسانوں کی اصلاح کریں جو تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ یونیورسٹیوں کو تربیت کا مرکز بنائیے۔ (جان لیجئے کہ) علم ودانش کے علاوہ تربیت بھی لازمی ہے۔ اگر ایک مفکر تربیت یافتہ نہ ہو تو وہ اپنے معاشرے کیلئے نقصان دہ ہے۔ ایسا مفکر اور دانشمند خیانت کرتا ہے اور جو علم ودانش سے خیانت کرتا ہے اس کا خطرہ دیگر تمام افراد سے زیادہ ہے۔ اپنی یونیورسٹی کے ماحول کو ہر قسم کی آلودگی سے پاک کریں اور اس کی تربیت کریں۔ یونیورسٹی (شعبہ تدریس) سے وابستہ افراد کو ان پرائمری اسکولوں میں موجود نونہالوں کی تربیت کرنی چاہیے، کیونکہ یہ اس مرحلے میں تربیت کیے جانے کے قابل ہیں۔ اگر آپ نے ان کی صحیح تربیت کی تو یہ کل ملک کو بہتر طور پر چلا سکیں گے اور اس کے بعد آپ ان نوجوانوں کے ذریعہ ملک کو چلانے کے قابل ہوں گے۔ اگر آپ ملکی (اقتصادی وسیاسی ...) استقلال کے مالک بننا چاہتے ہیں اور انشاءاللہ سب ہی چاہتے ہیں کہ وہ آزاد فضا میں زندگی گزاریں تو آپ افراد کو جو یونیورسٹی اور تربیت وتعلیم (کے مقدس شعبہ) سے وابستہ ہیں، چاہیے کہ ان نوجوانوں کی پہلے تربیت کریں اور بعد میں زیور تعلیم سے انہیں آراستہ کریں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت ضروری ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۲۸)

انبیاء کا اہم ترین کام

اگر کوئی قدرت وتسلط اور دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے قدم اٹھائے اور تلوار کھینچے تو نہ صرف یہ کہ ایسا شخص اسلام سے دور ہے، بلکہ یہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہوا ہے۔ ایسا شخص ظاہراً مسلمان ہے لیکن وہ

اس ایمان کا مالک نہیں ہے کہ جو اس کے پاس ہونا چاہیے تھا۔ انبیاء اسی قدرت کے مظاہر کو پاش پاش کرنے آئے ہیں تا کہ اس شیطانی قدرت کے وجود کو کچل دیں۔ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی مقصد تھا۔ یہ انبیاء کی فہرست میں شامل کاموں میں سے ایک کام ہے، صرف یہی ایک کام نہیں ہے۔ انبیاء کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ لوگوں کو کمال کی اوج و بلندی تک پہنچا دیں۔ چنانچہ اس راہ میں غایت، کمال مطلق ہے اور سارے کام وسیلہ ہیں۔ انبیاء یہی چاہتے ہیں کہ تمام انسان حضرات امیر المومنین علیہ السلام کی مانند زندگی گزاریں، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا، ان کو اس کام کی توفیق ہی نہیں ہوگی۔ ایسا نہیں ہے کہ انبیاء دنیا کیلئے آئے ہوں، دنیا تو صرف ایک وسیلہ ہے کمال کیلئے لیکن اہل دنیا اس وسیلہ کمال کو کمال کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۲۵)

تمام امور انسانی تربیت وتعمیر کا مقدمہ ہیں

انبیاء کی تمام زحمتوں اور روز ازل سے آج تک اولیائے خدا نے جو رنج وغم اٹھائے ہیں اور آخر تک اٹھاتے رہیں گے، سب اس بات کا مقدمہ ہیں کہ اس موجود کو کہ جسے عالم خارج میں انسان کہا جاتا ہے، انسان بنائیں۔ انبیاء پر نازل ہونے والی تمام کتب سماوی کا یہی مقصد ہے کہ اس موجود کو جو اگر خودسر ہو اور بغیر کسی تربیت کے پروان چڑھے تو موجودات عالم میں سب سے زیادہ خطرناک موجود ہوگا، خدائی تربیت وتعلیم کے زیر سایہ پروان چڑھائیں تا کہ وہ موجودات میں بہترین اور تمام خلائق میں سب سے زیادہ افضل بن سکے۔ تمام اسلامی اور توحیدی تحریکوں کا یہی مقصد تھا۔ اسلام میں تمام امور، انسانی ذات کی تربیت وتعمیر کا مقدمہ ہیں۔ اگر دو پیر والے موجود کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو یہ تمام عالم کو نابود کر دے گا۔ انہی فتنہ وفساد، ویران کن جنگوں اور ملکوں میں انجام پانے والے ناروا کاموں کو روکنے کیلئے انبیاء کو بھیجا گیا ہے تا کہ بشریت کی اس راہ کی طرف ہدایت کریں کہ اگر تمام انسان اس راہ پر قدم اٹھائیں تو تمام انسان صحیح اور کامل بن جائیں گے۔ اگر اس دو پیر والے موجود کی تربیت کا صحیح انتظام ہو جائے تو بشر اپنی تمام حوائج دنیا وآخرت کو پالے گا لیکن اگر یہی دو پیر والا موجود خودسر بن جائے یا اپنی فطری اور طبیعی راہ کے خلاف حرکت کرے تو وہ تمام عالم کو تباہی و بربادی سے دو چار کر دے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۷۱)

رسول ختمی مرتبتﷺ کی ماموریت

رسول اکرمؐ کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے کہ ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ...﴾[1] خداوند عالم اس آیت میں رسول اکرمؐ کی بعثت کے مقصد اور انگیزہ کو بیان فرما رہا ہے کہ خداوند عالم نے ان امّی اور ان پڑھ افراد اور وہ افراد جو خدائی تربیت و تعلیم سے بہرہ مند نہیں تھے کے درمیان ایک رسولؐ بھیجا ہے تا کہ آیات الٰہی کو ان کے سامنے پڑھے اور انہیں آیات قرآنی کی قرائت اور خدائی تربیت کی طرف دعوت دے کہ جس کے زیر سایہ خود اس نے پرورش پائی، ان کا تزکیہ کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اس آیہ شریفہ میں معلّم کی تربیت، تعلیم دینے اور تعلیم حاصل کرنے کی اہمیت کے بارے میں بہت سے نکات موجود ہیں ﴿هُوَ الَّذِي﴾ کی تعبیر، یعنی وہی ہے کہ جس نے اس کام کو انجام دیا ہے۔ گویا یہ ایک ایسا اہم مطلب ہے کہ جسے خدا نے ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ﴾ سے تعبیر کیا ہے، یعنی وہی ہے کہ جس نے لوگوں کے درمیان بھیجا ہے اور تمام عالم امّی اور ان پڑھ ہے یہاں تک کہ وہ افراد کہ جنہوں نے ظاہراً تعلیم حاصل کی ہے اور صنعت و حرفت سے وابستہ اور اس سے متعلق تمام امور سے باخبر ہیں۔ لیکن یہ تمام افراد خدا کی طرف سے انبیاء و رسل علیہم السلام کے توسط سے بھیجی جانے والی تربیت کے مقابلے میں امّی (ان پڑھ) ہیں اور ضلال مبین میں ہیں۔

تعلیم و تربیت کی واحد راہ، وہ راہ ہے کہ جو وحی اور تمام عالمین کے مربی اور حق تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے معین کی گئی ہے۔ یہ راہ اس تہذیب نفس کے راستے سے طے کی جاتی ہے کہ جس کے سائے میں لوگ انبیاء کے ذریعہ بھیجی جانے والی تربیت سے خود کو آراستہ کرتے ہیں، یہ راہ اس علم کے ذریعہ شناخت کی جاتی ہے کہ جو انبیاء کے توسط سے بشر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور جو انسان کو اس کے کمال مطلوب تک پہنچاتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۲)

انبیاء اور انسانی اخلاق کا رشد

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک تمام انبیاء اور تمام اولی العزم نبیوں کہ جو ہمیشہ لوگوں کے

۱۔ سورۂ جمعہ، آیت ۲۔

درمیان رہے، کی آمد کا مقصد یہی تھا کہ توحید و عدالت کے پرچم کو اقوام کے درمیان لہرائیں۔ پوری تاریخ میں آپ کو کوئی نبی بھی ایسا نہیں ملے گا کہ جس نے بیٹھ کر صرف نصیحت کی ہو، بلکہ وہ لوگوں کی تہذیب نفس، اخلاق، گفتار، کردار، عمل اور ان کی فعالیت کی نسبت مامور کے گئے تھے اور خداوند عالم نے انہیں اسی لیے مبعوث کیا تھا کہ وہ انسانوں کی تعمیر کریں، ان میں انسانی صفات کو اجاگر کریں اور وہ صحیح انسانی افعال و اعمال کے مالک بنیں۔ چنانچہ وہ جس حال میں بھی تھے اسی مقصد کیلئے کوشش کرتے رہے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۹۸)

انبیاء کا کام توحید کی طرف دعوت اور عدل کا قیام ہے

انبیاء جو مبعوث ہوئے ہیں اسی لیے ہوئے ہیں کہ انسانوں کی معنویت و روحانیت اور ان کی ان استعداد و صلاحیتوں کو اجاگر کریں کہ جس کے ذریعہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ وہ کچھ نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ وہ عوام الناس اور ضعیف و مستضعف افراد کو استکبار کے تسلط سے باہر نکالیں۔ روز اول ہی سے انبیاء انہی دو کاموں پر مامور تھے۔ ان کی معنوی و روحانی ماموریت یہ تھی کہ لوگوں کو ان کے نفس کی قید و زندان سے یعنی خود ان کے زندان ذات سے جو سب سے بڑا شیطان ہے، باہر نکالیں اور لوگوں اور ضعیف و مستضعف افراد کو ظالموں کے شر سے نجات دلائیں۔ یہ دو کام، انبیاء کے کام ہیں۔ انسان جب حضرت موسیٰؑ یا حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے اور قرآن میں ان دونوں سے نقل شدہ باتوں کو بغور پڑھتا ہے تو وہ متوجہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں نبی بھی انہی دونوں کاموں پر مامور تھے۔ ایک لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دینا اور دوسرا ستم دیدہ افراد کو ظلم و ستم کی چکی میں پسنے سے رہائی دلانا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو دیکھا جائے، چونکہ ان کی زندگی کم تھی لہذا انہوں نے لوگوں کے درمیان کم وقت گزارا اور اسی لیے یہ امر ان کی حیات میں کم نظر آتا ہے، درحالیکہ ان کی وہی روش ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی روش تھی۔ ان سب میں بڑھ کر خود حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے کہ ہم انہی دونوں روشوں کو قرآن و سنت کے سائے میں خود رسول اکرمؐ کے عمل میں دیکھتے ہیں۔ قرآن معنویت کی طرف اس قدر دعوت دیتا ہے کہ جہاں تک ایک بشر کی پرواز ممکن ہے اور اس سے بھی بڑھ کر عدل و انصاف کے قیام کی طرف بلاتا ہے۔ پیغمبرؐ سمیت وہ تمام افراد جو وحی کے ترجمان تھے انہی دو طریقوں پر گامزن تھے۔ خود حضرت ختمی مرتبتؐ کا عمل بھی یہی تھا۔

جب تک آپ ؐ نے اسلامی حکومت نہیں بنائی تھی آپ اس وقت معنویت کی تقویت کرتے تھے لیکن آپ نے جیسے ہی حکومت بنائی تو سب سے پہلے ظلم و ستم کی چکی میں پسے ہوئے لوگوں کو جہاں تک وقت نے ساتھ دیا نجات دلائی ہے۔ یہ ہے انبیاء کی راہ و روش۔ چنانچہ وہ افراد جو خود کو انبیاء کا تابع کہتے ہیں انہیں بھی اسی راہ پر قدم اٹھانا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ لوگوں اور معنوی جہات کہ جن سے لوگ آشنا ہیں، کی تقویت کریں اور اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیے کہ معنوی جہات کی تقویت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے مسئلہ کی طرف بھی توجہ کریں جو عدل و انصاف کا قائم کرنا ہے۔ اسلامی حکومت، معنویت کی ترویج اور اصلاح کی بات کرتی ہے تو اسے چاہیے کہ عدل و انصاف کو بھی قائم کرے۔ اگر ہم انبیاء اور اسلام کے تابع ہیں تو انبیاء کی یہی روش رہی ہے اور اگر یہ فرض کریں کہ انبیاء تشریف لے آئیں تو اسی راہ پر ہی قدم اٹھائیں گے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ بشر کی معنوی جہات کو مستحکم کرنے کہ جہاں تک انسان میں صلاحیت و لیاقت ہے، بشریت میں عدل و انصاف کو قائم کرنے اور ظالموں کے ہاتھوں کو کاٹنے کے ان دو اہم کاموں کی بنیادوں کو مستحکم کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۵۲۷)

حجابوں سے رہائی

میری بیٹی!۱ پیغمبرؐ اس لیے مبعوث ہوئے ہیں تا کہ انسان کو معنوی ترقی دیں اور انہیں حجابوں سے رہائی دلائیں۔ افسوس کہ شیطان نے قسم کھائی ہے کہ اپنے گناہوں سے آلودہ ہاتھوں سے کسی کو بھی وہ کام نہیں کرنے دے گا جسے وہ انجام دینا چاہتے ہیں ﴿فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ﴾۔۲

(رہ عشق، ص ۲۷)

انبیاء کی تعلیم، معرفت نفس

اسلام کی آمد کا مقصد انسان کامل کی پرورش ہے۔ تمام انبیاء صرف اس معنی کو حقیقت بخشنے آئے تھے

۱۔ بیٹی سے مراد امام خمینیؒ کی بہو، فاطمہ طباطبائی ہیں۔

۲۔ تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً گمراہ کروں گا۔ (سورہ ص، آیت ۸۲)

کہ اس انسان کو کہ اس کے باطن میں جو فطرت الٰہی ہے، جو خدا کی طرف توجہ ہے، کہ تمام چیزیں اسی سے مربوط ہیں اور ہمیں تھوڑی سے معرفت دیں کہ اسے سمجھ سکیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھیں کہ ہم خود کیا ہیں اور دنیا کیا ہے اور خداوند عالم کے حوالے سے اس کی کیا حقیقت ہے؟ یہ کہنا تو بہت آسان ہے۔ ہم سب فانی ہیں لیکن اسے سمجھنا اور درک کرنا مشکل ہے کہ ہم اس مطلب کو درک کریں کہ انبیاء نے ہم سے کیا چاہا ہے اور خود انبیاء کون تھے؟ درحالیکہ وہ اس طرح تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی عجز و ناتوانی کا اظہار کرتے تھے اور حق بھی یہی ہے اسی لیے کہ خداوند عالم کی عظمت ان تمام مسائل سے زیادہ ہے۔

(صحیفہ امام، ج ٢٠، ص ١٨)

دوسری فصل

تعلیم و تربیت میں مؤثر عوامل

دینی عوامل

فردی عوامل

معاشرے اور ماحول کے عوامل

دینی عوامل:

خداوند عالم کی عنایت وارادہ

دعا کا «اللھُمّ» سے شروع ہونے کا راز

جس ذات نے انسان کو اسفل السافلین سے نکالنے کی ذمہ داری لی ہے، جو اسے تاریک دوزخ سے نکال کر کرامت وبزرگی کے اعلیٰ مقام کی طرف لے جاتا ہے اور اپنی جائے امن تک پہنچاتا ہے وہ ذات جو اسے تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاتی اور راہ سیر وسلوک کے لٹیروں سے اس کی حفاظت کرتی ہے، وہ ذات اللہ ہے جیسا کہ خداوند عالم نے خود فرمایا ہے ﴿اللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُماتِ اِلَى النُّورِ﴾ ''اللہ سرپرست ہے ایمان والوں کا جو انہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے''۔

پس سالک الی اللہ (خدائی راہ کے مسافر) کہ جو اپنے قدم معرفت کے ساتھ اس راہ سلوک کو طے کرتا ہے۔ اس مسافر کی مانند ہے کہ جو ایک تاریک راہ میں اپنے بار سفر کے ساتھ اپنے حبیب کی طرف رواں دواں ہے۔ شیطان اس کے راستے کے راہزن کی مانند اس کی کمین میں ہے اور خداوند عالم اپنے جامع ترین نام ﴿ اللہ ﴾ کے ساتھ اس کا محافظ ونگہبان ہے کہ جو تمام اشیا پر حاوی ہے۔ پس دعا کرنے والے اور خدائی راہ کے مسافر (سالک) کو چاہیے کہ اپنے مربی ومحافظ سے توسل اور (اللّٰھُمَّ) یا (اے اللہ) کہتے ہوئے اس کے سامنے تضرع وزاری کرے اور اکثر وبیشتر دعاؤں کا اسی لفظ سے شروع ہونے کا راز یہی ہے۔ (شرح دعائے سحر، ص ۸)

حقائق کے روشن ہونے کی شرط

اگر تم نے اس چیز پر احاطہ کرلیا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے تو اپنے عزم، صحیح و سالم ذوق اور لسانِ استعداد کی شرط کے ساتھ کہ جو لسانِ ظاہر سے زیادہ بلیغ، جس کی منطق، لسانِ ظاہری کی منطق سے زیادہ فصیح اور جس کا قول و کلام سب سے زیادہ عزیز و پسند کیا جانے والا ہے، ایسی خصوصیات والی زبان، ایسی منطق دل، ذکر باطن اور دل سے نکلنے والی دعا کے ساتھ خداوند عالم سے یہ چاہو کہ علوم کے دریاؤں سے ایک قطرہ تمہیں بھی عطا کرے اور اس کے علم کی تجلیات میں سے ایک تجلی تمہارے قلب پر بھی جلوہ کرے تا کہ تم اس کے اذن و اجازت سے شناخت و معرفت حاصل کرو اور اس کی مدد و توفیق کے ذریعہ تم پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ اشیا ذاتی حیثیت سے بغیر کسی حیثیت اور آمادگی کے کس طرح اس سے منسوب ہیں اور اس کے نزدیک کشف شدہ اور معلوم ہیں کہ خداوند عالم کی ذات مقدس بالذات اپنی ذات کو تعقل کرے اور اس ذریعہ سے تمہارے لیے کوئی ایک حقیقت روشن و واضح ہو جائے۔

(شرح دعائے سحر، ص ۱۱۷)

مراتبِ وجود کے اعتبار سے اجابت دعا

انسان ایک جامع ہستی کا مالک ہے اور وہ اپنے نزولی و صعودی مراتب کے اعتبار سے نشأت و ظہور اور بہت سے عوالم اور مقامات کا مالک ہے۔ چنانچہ اس بنا پر ہر نشہ اور ہر عالم کے مطابق اس کی ایک زبان ہے کہ جو اس کے مقام سے مناسبت رکھتی ہے۔ پس وہ اپنے مقام اطلاق و سریان میں ایک زبان کا مالک ہے کہ جس کے ذریعے وہ اپنے پروردگار سے کہ جو اس کا مربی ہے، سوال کرتا ہے اور خداوند عالم کو اس کے اس مقام کی زبان سے ایک خاص نسبت ہے جس کی وجہ سے خدا اس کی دعا کو حتماً قبول کرتا ہے۔ انسان اپنے روحی تعین، تجریدی نشہ (عالم مجردی کے ظہور) اور اپنے سابق عقلائی وجود کے مقام میں ایسی زبان کا مالک ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے پروردگار سے سوال کرتا ہے اور پروردگار عالم اس کی دعا کا اپنے اسم علیم کہ جو نشہ تجریدی کا پروردگار ہے کے ذریعے جواب دیتا ہے۔ انسان اپنے مقام قلب میں ایک دوسری ہی زبان سے دعا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اس مقام سے مناسبت رکھنے والے اسم سے اپنی مراد پالیتا ہے۔ انسان مقام نشأت و ظہور اور وہ مقام کہ جو حافظ حضرات (عوالم حس) ہے کے درمیان اس زبان سے جو حضرت جمع

سے مناسبت رکھتی ہے، دعا طلب کرتا ہے اور جامع ترین اسم اور کامل ترین تجلی جو اسم اعظم ہے کے ذریعہ اپنے جواب کو دریافت کرتا ہے۔ (شرح دعائے سحر، ص ۱۲۹)

اسم اعظم کے ذریعہ اجابت دعا

وہ اپنے دعا کی قبولی کو اسم اعظم کے ذریعہ چاہتا ہے کہ جو اس کے مراتب کا محافظ ہے اور جس نے اسے اپنی تربیت کے پردوں تلے سائے میں لے لیا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ اس راہ کے لٹیرے وراہزن اور وسوسہ کرنے والے اس کے دل تک پہنچیں۔ (شرح دعائے سحر، ص ۱۵۳)

انسان کے گریہ وزاری کا راز

خداوند عالم ایک ایسے پنہاں لطف وکرم کا مالک ہے کہ جس کی نہ ہمیں کوئی خبر ہے اور نہ علم چونکہ ہم علم، عمل اور ہر جہت سے ناقص ہیں لہذا اس بنا پر جو واقعہ بھی رونما ہوتا ہے ہم اس پر نالہ وفریاد اور جزع وفزع کرنے لگتے ہیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ خداوند عالم کی نسبت ہماری معرفت کی کمی ہے۔ اگر ہمیں خداوند عالم کے اپنے بندوں کی نسبت اس کے پوشیدہ اور مخفی لطف وکرم کی خبر ہوتی کہ وہ ﴿وَاِنَّہٗ لَطِیفٌ عَلیٰ عِبادِہِ﴾ ''وہ اپنے بندوں پر لطیف ومہربان ہے'' اور ہم اس سے مربوط مسائل سے باخبر ہوتے تو اس قسم کے چھوٹے اور جزئی مسائل اور واقعات پر جو کسی اہمیت کے حامل نہیں ہوتے ہیں، اس قدر بے تابی اور بے صبری کرنے کے بجائے یہ سمجھتے کہ ان کے پس پردہ ایک مصلحت، لطف ومہربانی اور ہماری تربیت کے نکات کارفرما ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۳، ص ۲۳۲)

لطف خدا سے ملت کی بیداری

انسان میں اتنی طاقت کہاں کہ اس طرح لوگوں کو بیدار کرے کہ تمام طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد تمام بچے، بوڑھے سب ایک ساتھ ایک راہ پر قدم اٹھائیں۔ یہ ایک غیر معمولی اور فطری بات ہے۔ گویا یہ خداوند عالم کی طرف سے ایرانی قوم پر ایک لطف وکرم ہے کہ جس نے اس تحریک کا اپنے اتحاد واتفاق کے

ذریعے سے آغاز کیا ہے اور انشاء اللہ اسی راہ میں استقامت سے بھی کام لے گی۔

(صحیفہ امام، ج ۳، ص ۴۹۰)

میں خدا کے ارادے کا احساس کرچکا تھا

اس کامیابی کا راز، ہمارا اتحاد ہے اور یہ اتحاد خدا نے ہمیں عطا کیا ہے، یعنی میں یہ تصور نہیں کرسکتا ہوں کہ ایک انسان اس مختصر سی مدت میں تین کروڑ سے زیادہ عوام کو اس طرح ہم زبان ہم فکر کرسکتا ہے کہ دو سالہ بچہ بھی انہی مسائل کی بات کرتا ہے کہ جنہیں ایک اسی سالہ بوڑھا بیان کررہا ہے۔ زن و مرد، بچے، چھوٹے بڑے سب ہی ایک راستے کے راہی ہوگئے۔ یہ خدا کے ارادے کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ میں نے روز اول ہی اس بات کا احساس کرلیا تھا اور میں اس تحریک کی کامیابی کیلئے امیدوار تھا۔ وہ تحریک کہ جسے ایرانی عوام نے خدا کے ارادہ اور اپنے اتحاد کے نتیجے میں شروع کیا تھا، ہماری کامیابی کا راز ہمارا اتحاد تھا اور ہمیں اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۱۷۲)

دست غیبی

یہ قوت ایمان ہی ہے کہ جس نے پوری ایرانی عوام کو بے لوث خدمتگزار بنادیا۔ یہ غیب سے دست خدا کا ظہور تھا کہ جس نے پرائمری اسکول کے بچے سے لے کر ہسپتال میں داخل ایک بوڑھے تک کو ہم جہت اور ہم مقصد کردیا۔ کوئی انجمن یا تنظیم یہ کام انجام دینے پر قادر نہیں ہے، کوئی بشر تمام افراد کو اس طرح رضا کار بنانے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی ملت خود بخود رضا کار بن سکتی ہے۔ قدرت ایمان، قوت اسلام اور عوام کی معنوی طاقت نے ہمیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ہم پر خداوند تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے اور حضرت امام زمانہؑ کا احسان ہے کہ آپؑ ہمارے پشت پناہ اور حامی تھے۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۶۰)

خدا اور عوام کا ذاتی تحول

ایرانی عوام میں ایک ذاتی انقلاب رونما ہوا ہے اور اس کا عامل خدا تھا۔ یہ سب روحانی طور پر تبدیل

ہو گئے ہیں۔ روحانی انقلاب یہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں، آج سے چند سال قبل، بازار تہران میں ایک فوجی سپاہی آکر کہتا ہے یا دکانیں بند کردو یا اس پر پرچم لگا دو۔ کسی میں ایسی بات کہنے کی جرأت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی اپنے وہم وگمان میں بھی ایسی بات کا خیال کرسکتا تھا۔ کون سامنے آکر کہتا کہ یہ نہ کرو! تمام لوگ اسی طرح تھے کہ ان میں سے کسی ایک کیلئے بھی ایسی بات کا تصور ممکن نہیں تھا۔ خداوند عالم کے لطف وکرم سے لوگوں میں ایک ایسا روحانی انقلاب آیا کہ یہی بے یار ومددگار لوگ کہ جو ایک فوجی سے ڈرتے تھے، اب کسی ٹینک وتوپ سے بھی خوف نہیں کھاتے۔ یہی لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے آگے بڑھ کر ارباب اقتدار پر حملہ کردیا اور مردہ باد کے نعرے لگانے شروع کردیئے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۰)

کاہلی کے وقت ارادۂ خدا کی تجلی

جب بھی اس بات کا خدشہ محسوس ہوتا تھا کہ عوام میں ایک فتنہ اور کمزوری پیدا ہونے والی ہے تو ایسے کڑے وقت میں خداوند عالم ایک ایسے مسئلہ کو سامنے لے آتا اور خود ایک ایسے امر کے اسباب فراہم کردیتا تھا کہ جو ہماری عوام کو پہلے سے زیادہ بیدار، پیکر واحد اور مضبوط بنا دیتا تھا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۱۳۶)

نوجوانوں کی حالت پر رشک

میں واقعاً جب کبھی بعض جوانوں کو اس طرح دیکھتا ہوں تو میں بہت زیادہ شرم محسوس کرتا ہوں کہ یہ نوجوان کیا کہتے ہیں اور ان کے مقابلے میں ہماری باتیں کیا ہیں؟ یہ کس (روحانی) منزل پر ہیں اور ہمارا حال کیا ہے؟ یہ جوان خدا نے ہمیں عطا کیے ہیں۔ یہ ایک خدائی کام ہے جو طاقت بشر سے باہر ہے۔ اگر تمام انسان بھی مل کر کوشش کریں تب بھی وہ ایک شخص کو مرنے کیلئے راضی نہیں کرسکتے، وہ صرف خدا ہی ہے جس نے یہ کام کیا ہے (کہ ہمارے نوجوان شہادت کیلئے تیار ہیں)۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۱۵۸)

معجزہ آسا انقلاب

تمام قلوب اور تمام بصارت وبصیرت خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہے جو صاحب قدرت ہے۔ وہی ہے جو مدبر جہان ہے اور دن ورات کو پلٹتا ہے، وہی ہے جو قلوب کو منقلب کرتا ہے، بصیرتوں کا روشن ہونا اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہے جو انسانی حالات کو تبدیل کرتا رہتا ہے اور ہم نے اس چیز کو اپنی بہترین عوام میں، زن ومرد اور چھوٹے بڑوں سب میں مشاہدہ کیا ہے۔ قلوب کا تحول کہ یہ قلوب جو دنیوی خواہشات اور مادی اشیا سے اپنا رشتہ منقطع کر کے خدا سے جاملیں، بصیرتیں روشن ہو جائیں اور اپنی اچھائی برائی کو ایسی بصیرت کے ذریعہ سمجھ لیں، یہ وہ تمام امور ہیں جو الحمد للہ ہماری ملت میں بہت شان وشوکت سے متجلی ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس نئے سال کے آغاز پر یہ تمام امور اپنی اوج تک پہنچ جائیں گے۔ یہ قلوب جو انقلاب سے قبل شیفتہ دنیا، دنیوی خواہشات میں اسیر اور عالم غیب کی طرف بہت کم توجہ رکھتے تھے اور عالم غیب کے بہت کم جلوے ان میں دیکھے جاتے تھے لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تمام جلوے ان میں متجلی ہیں، خدا سے ملاقات کیلئے شوق واشتیاق انہیں مل گیا ہے اور خداوند عالم کا دست عنایت ہماری قوم کے سر پر موجود ہے کہ جس نے اس کے ایمان کو مضبوط ومحکم بنادیا ہے کہ جو حضرت امام زمانہؑ کے ظہور کی علائم میں سے ایک علامت ہے۔ یہ بات ایسے ہی نہیں ہے کہ ایک قوم کہ جس نے شہنشاہیت کے پچاس سالہ دور حکومت میں جو اس قوم کیلئے ایک سیاہ دور تھا، سخت ترین زندگی گزاری، ایک ایسے قلب میں تبدیل ہو جائے کہ جس کا نور، نور آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور وہ ایک ایسی بصیرت کی مالک بن جائے کہ جس کا نور، ملک وملکوت کو منور کردے۔ یہ ایک معجزہ آسا انقلاب وتبدیلی ہے کہ جو ہماری قوم کے تمام طبقات میں رونما ہوئی ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۱۲۹)

دلوں پر خدا کے ربوبی تصرف سے مشکل کشائی

ہم قافلہ عشق سے پیچھے رہ جانے والے حیرت زدہ افراد، راہ خدا کے تمام مسافر وسالک، وہ چالیس دن کی عبادت (چلہ) کرنے والے، وہ تمام علما، علمی نکات کے دلدادہ افراد، مفکرین، اسلام کی پہچان رکھنے والی شخصیات، وہ تمام روشن فکر، صاحبان قلم، فلسفی، دنیا سے آشنا، ماہرین عمرانیات، معاشرتی علوم سے وابستہ

افراد، انسانوں کی حقیقت سے باخبر شخصیات اور دیگر تمام افراد کس طرح اس مشکل اور معما کو حل اور اس مسئلہ کا تجزیہ وتحلیل کرتے ہیں کہ وہ زہر آلود معاشرہ کہ جس میں شہنشاہی حکومت نے تمام شعبہ ہائے حیات کو روحانی موذی امراض اور زہر سے لبریز کر دیا تھا یہاں تک کہ اس کے بازار، دکانیں، سڑکیں، تفریحی مقامات، سینما، مطبوعات، ذرائع ابلاغ، وزارتیں وسرکاری محکمے، پارلیمنٹ، عدالتیں، ابتدائی اور پرائمری اسکولوں سے لے کر یونیورسٹی تک تمام تعلیمی وتربیتی ادارے اور پورے ملک کی معاشرتی فضا سب زہر قاتل سے لبالب تھی کہ ان میں سے ہر ایک عنصر ہمارے جوانوں کو آلودۂ زہر اور مسموم کرنے اور اخلاقی برائیوں کی طرف انہیں کھینچنے کیلئے بہت فعال تھا۔ ایسے ماحول ومعاشرے میں ہمارے نونہالوں اور نوجوانوں نے جوانی اور رشد کی دنیا میں قدم رکھا تھا کہ تمام اعداد وشمار، قرائن اور معاشرتی فضا کے مطابق ان کے وجود کو زہر آلودہ اخلاقی برائیوں اور خراب عقائد سے پر ہونا چاہیے تھا۔ اس طرح کہ اگر اخلاق کا کوئی معلم یا مربی یا تہذیب نفس کا استاد اگر تن تنہا ان میں سے کسی ایک امر کی اصلاح کیلئے دسیوں سال بھی کوشش کرتا تو تب بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ سالہا سال سے زہر آلودہ فضا میں پرورش پانے والے معاشرے سے چند ہی سالوں میں ایک بہترین معاشر اور انقلاب وجود میں آجاتا ہے کہ جس کے دامن سے معرفت خدا سے سرشار نوجوانوں، ملاقات خدا کے سراپا عاشقوں اور اسلام کیلئے جانثاری اور شہادت کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کی تربیت کی جاتی ہے کہ جس کے مقابلے میں اسی معاشرے میں رہنے والے اسی سالہ بوڑھے اور سفید ریش سالک الی اللہ بھی ان جلوؤں کی پہنچ سے بہت دور تھے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ ہم ان تمام قرائن وشواہد اور اعداد وشمار کو معمولی اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے فرض کریں کہ جو برائیوں کو پھیلا رہے تھے (جبکہ صورتحال اس کے برعکس تھی اور شاہی حکومت عمداً یہ سب کام انجام دے رہی تھی) چنانچہ ان تمام قرائن وشواہد، پہلے سے تیار شدہ منصوبہ بندی اور ایسی صورتحال میں خدا کے دست غیبی، اس کی اپنے بندوں کی دستگیری اور ان کی تربیت سے متعلق اس کی رحمتوں کے علاوہ بھی اس مشکل اور معمے کی کوئی اور تجزیہ وتحلیل کی جاسکتی ہے؟

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۱۵۰)

انوار الٰہی کی تجلی

خداوند عالم کی جانب سے اس ملک پر روحانی نسیم کے ٹھنڈے جھونکے چلنے لگے ہیں، انوار الٰہی کی تجلیاں اس ملک کو منور کر رہی ہیں اور عنایت خدا کے نتیجے میں چلنے والی اسی روح بخش نسیم کے ذریعہ یہ ملک اسلام اور انبیاء کی متعین کردہ راہ پر گامزن ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۱۶۳)

سینوں میں مخفی علم کے خزانے

خداوند عالم نے اپنی غیبی قدرت کے ذریعہ اس ملت پر اپنا لطف و کرم کیا ہے اور ان نوجوانوں کو سیر و سلوک کے عارفوں میں تبدیل کر دیا ہے کہ جو خود خداوند عالم اور اس کے عشق کیلئے اپنے تن من کی بازی لگانے اور ان کے والدین اپنے بچوں کو فدا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہی فداکاری اس بات کا سبب بنی کہ جو چیز ہم نے حاصل کی وہ اسلام تھا، درحالیکہ بہت سی بڑی بڑی علمی شخصیات ہمارے درمیان سے اٹھ گئیں، بہت سے عزیز نوجوان شہید ہو گئے اور دشمن نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا۔ ہاں! اسلام اتنا ہی قیمتی ہے کہ ان تمام چیزوں کو اس کی راہ میں قربان کر دیا جائے جیسا کہ اولیائے الٰہی نے کیا ہے۔ حضرت ختمی مرتبتؐ کے پاس جو کچھ تھا وہ انہوں نے اسلام کی راہ میں دے دیا اور آپ نے کبھی آسودہ زندگی نہیں گزاری، اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے بھی اپنا سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی تمام چیزوں کو اسلام پر ہی قربان کیا جاتا تھا۔ لہذا ہمیں بھی انہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ ہم بھی اسی پیغمبرؐ کی امت اور انہی شخصیات کے پیروکار ہیں کہ جو اسلام کے ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اقوام عالم کو چاہیے کہ اٹھ کھڑی ہوں، اگر انہوں نے قیام نہیں کیا تو اس بات کی منتظر رہیں کہ ان کے دشمن آئیں گے اور خواہ ان کی مادی زندگی ہو یا معنوی زندگی، سب کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہ (قیام نہ کرنا) بہت بڑی غلطی ہے اور اس بات کا سبب بنے گی کہ وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکے گے اور تاریخ میں انہیں اسی طرح یاد کیا جائے گا کہ جس طرح ان کا عمل تھا اور ان کی اولاد بھی اسی ترتیب سے تاریخ کا حصہ بن جائے گی۔ لیکن اگر لوگ خدا کی طرف توجہ کریں اور اسی خدا کی طرف توجہ کے ساتھ ساتھ کام کریں، فعال بنیں اور اسلام کیلئے کام کریں تو خداوند عالم ان پر (کامیابی کے) راستے کھول دے گا۔ شاید قلم تاریخ، ایران پر (غیب کی طرف سے) کھلنے

والی راہوں کو لکھنے سے قاصر ہو، وہ ہدایت کے راستے جو ایران پر کھلے ہیں کہ قبل اس کے کہ ہم ان کی طرف متوجہ ہوں، وہ راستے ہم پر کھل جاتے تھے۔ ہم ایک کام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ایک دم متوجہ ہوتے کہ ہم ایک اور کام انجام دے رہے ہیں اور یہ وہی کام ہے کہ جسے ہر صورت میں انجام دینا چاہیے تھا۔ ان تمام چیزوں کو تاریخ لکھنے سے قاصر ہے اور یہ وہ علوم ہیں کہ جو سینوں میں محفوظ ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۳۱۳)

انجام امور پر خدا کا دائمی ارادہ

یہ خیال کسی کے ذہن میں نہیں آنا چاہیے کہ یہ انقلاب کسی فرد یا شخص سے مربوط ہے۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ اگر میں نے انقلاب سے متعلق تمام مسائل میں دخالت کی ہے تو اس لیے کہ میں معاشرے میں موجود افراد میں سے ایک فرد ہوں ورنہ جو کچھ ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ خداوند عالم ہی ہے کہ جس نے اس قوم کو ایک حالت سے نکال کر دوسری حالت میں پہنچا دیا ہے، وہ مقلب القلوب ہے، وہی ہے کہ تمام کام اور تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ یہ اسی کی عنایت ہے کہ اس قوم کو کہ شکست ونابودی کے تمام احتمالات واندیشے اس کے سر پر منڈلا رہے تھے، اس طرح تبدیل کر دیا کہ وہ تمام مشکلات وخطرات کے باوجود کامیاب ہوگئی اور یہ کامیابی بھی خدا ہی کی طرف سے اسے نصیب ہوئی ہے۔ انقلاب سے مربوط مسائل میں جب تک میرا ان سے سروکار تھا، میں نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے کہ اکثر اوقات ہم ایک کام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن خود بخود ایک اور ہی کام کی طرف متوجہ ہو جاتے اور بعد میں دیکھتے کہ یہ دوسرا کام ہی صحیح ہے کہ جس کی طرف بعد میں متوجہ ہوئے ہیں اور جسے انجام دینے کا قطعی کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یہ صرف خدا ہی تھا کہ جو ہمیں دوسرے کام کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ ایک سفر پاجاتے تو دیکھتے کہ کام کی یہ نئی ترتیب اور پروگرام جو اچانک سامنے آتا ہے، اسی میں ہماری صلاح وبہتری ہے نہ وہ کہ جس کے بارے میں ہم نے منصوبہ بندی کی تھی۔ ہر امر میں، میں نے تجربہ کی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ جو منصوبہ بندی ہم کرتے تھے وہ ہمارے کسی کام نہیں آتی تھی۔ وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہمارے افکار وخیالات ہیں وہ خدا ہے، تمام امور کی زمام کار اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہمیں اس بات کا یقین کرنا چاہیے۔ ہماری قوم کو اس مطلب کا یقین کرنا چاہیے کہ اگر ایک آن ولحہ کیلئے خدا کی توجہ اور عنایتیں اس عالم سے ہٹ

جائیں تو پورا عالم معدوم ہو جائے گا۔ اگر عالم موجود ہے تو خدا کے ارادے سے ہے، اگر ایک لحہ کیلئے بھی اس کی عنایت ہٹ جائے تو تمام ملک وملکوت معدوم ہو جائے گا۔ ہمیشہ خدا ہی کا ارادہ ہے کہ جس نے حفاظت کی ہے فرق یہ ہے کہ ہم اس حقیقت سے جاہل ہیں اور اس مطلب کو نہیں جانتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۲۰،ص ۴۷۰)

خم پنہاں

ساقی از آن خم پنہان کہ ز بیگانہ نہان است

بادہ در ساغر ما ریز کہ ما محرم رازیم

اے ساقی اپنی اس شراب سے ہمیں پلا کہ جسے تو نے اس کی قدر و قیمت نہ جاننے والوں سے چھپا رکھا ہے۔ ہم تو اسی مے کدہ کیلئے خوار اور تیرے محرم وہم راز ہیں، وہی شراب ہمارے ساغر میں بھی ڈال دے کہ ہم بیگانہ واجنبی نہیں ہیں۔

(محرم راز، ص ۴۳)

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام

معرفت نبی کے ذریعہ معرفت خدا کا حصول

درود و سلام اس پر جو باب وجود کی کلید اور مشاہد و مشہود کے درمیان رابطہ ہے۔ جو باب الابواب، جو صاحب رداء عمائیت[1] (غیب) بر دوش ہے اور حضرات خمسۂ الہیہ[2] کا محافظ ہے کہ جو مقام قرب میں اپنے فقر ذاتی تک پہنچا اور جس نے اس کے امتثال امر (حکم الہی کی بجا آوری) میں استقامت کی جو دائرہ وجود کا آغاز و انجام اور سلسلۂ کمال کی ابتدا اور آخری کڑی بھی ہے، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو خدا کی جانب سے برگزیدہ تھے، ان افراد کی وجہ سے خدا نے نیکی کے دروازوں کو کھولا اور جن کی شناخت و پہچان سے خدا پہچانا گیا۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو خدا کے خلق کردہ آسمان اور مخلوقات کی زمینوں کے درمیان رابطہ اور سبب اتصال ہیں جن کا ظاہر، ولایت سے آراستہ اور باطن، نور نبوت و رسالت سے منور ہے۔ یہ وہ ہدایت گر ہیں جو پس پردہ ہدایت تکوینیہ سے اور ظاہر میں ہدایت تشریعیہ کے ذریعہ سے راہنمائی و ہدایت کرتے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو کامل نشانیاں اور حق تعالیٰ کے انوار فروزاں ہیں۔

(شرح دعائے سحر، ص ۳)

۱۔ مقام عماء یا عمائیت دراصل حقیقت الحقائق کا قیام ہے کہ جس کے کسی نام و نشانی کو حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی ایک کیلئے بھی قابل ادراک ہے۔

۲۔ عرفا کی اصطلاح کے مطابق وجود کے پانچ مراتب ہیں۔ مرتبہ اولی وہ مرتبہ غیب مغیب ہے کہ غیب اول نام دیا گیا ہے اور پہلا تعین کہا جاتا ہے۔ مرتبہ ثانیہ، غیب ثانی ہے جو تعین ثانی سے موسوم ہے۔ مرتبہ ثالثہ، مرتبہ ارواح ہے اور یہ مرتبہ عالم کون و امکان کے مجرد و بسیط حقائق کے ظہور کا مرتبہ ہے۔ مرتبہ رابعہ، مرتبہ عالم مثال ہے جو مرتبہ وجود ہے۔ عالم کون کی لطیف اشیا کیلئے اور مرتبہ خامسہ مرتبہ عالم اجسام ہے۔

استعداد و صلاحیتوں کی رشد

اگر انبیاء اور علماو مربی حضرات کی تعلیم کے سبب اس انسان کہ جواپنی پیدائش کے وقت سے ہی اپنی تینوں قوتوں (وہمیہ، غضبیہ اور شہوانیہ) کے ساتھ پروان چڑھا ہے اور جو انسان کے رشد اور تکامل کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی ہیں کی مملکت انسانیت انبیاء اور علما کے زیر تربیت اپنا سفر جاری رکھے اور آہستہ آہستہ انبیاء اور اولیا کی قوت تربیت کے سامنے سر تسلیم خم کردے تو ممکن ہے کہ کوئی ظاہری تبدیلی نہ ہو مگر یہ کہ اس کی انسانیت کی قوت کاملہ کہ جو اسے قابلیت و استعداد کے ذریعہ ودیعت کی گئی ہے درجہ فعلیت تک پہنچے اور ظہور کرے اور اس کی مملکت انسانیت کے تمام حالات وصفات اور قوتیں اس کی شانِ انسانیت کی طرف لوٹ جائیں تو ایسی حالت میں شیطان بھی اس کے ہاتھ پر ایمان لے آئے گا۔ جیسا کہ وہ رسول اکرمؐ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ﴿إنَّ شَيْطَانِي آمَنَ بِيَدِي﴾[1] ''میرا شیطان میرے ہاتھ پر ایمان لے آیا ہے''۔ (چہل حدیث، ص ۱۶۹)

انبیاءعلیہم السلام دل سوز اطباء کی مانند ہیں

انبیاء، مشفق اطباء کی مانند ہیں جو اپنی پوری شفقت و محبت کے ساتھ مریضوں کے معالجہ کیلئے ان کی بیماری اور حالت کی مناسبت سے مختلف نسخے لے کر آئے ہیں اور انہوں نے لوگوں کی راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کی ہے۔ ''ما طبیبانیم شاگردان حق''۔[2]

(چہل حدیث، ص ۲۰۷)

امیر المومنینؑ صراط مستقیم ہیں

اگر تم اس عالم میں نبوت کی راہ راست اور ولایت کے طریق مستقیم پر قدم اٹھاؤ اور ولایت علی ابن ابی

۱۔ علم الیقین، ج ۱، ص ۳۸۲۔

۲۔ ترجمہ: ہم روحانی طبیب دراصل خدا کے شاگرد ہیں۔

مثنوی، دفتر ۳، بیت ۲۷۴۲۔

طالب علیہ السلام کے راستے سے ہرگز انحراف نہ کرو اور تمہارے قدموں میں لغزش نہ آئے تو یہ جان لو کہ پل صراط سے گزرنے پر تم کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ صراط کی حقیقت دراصل ولایت (علی بن ابی طالبؑ) کی باطنی صورت ہے۔ چنانچہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے کہ امیر المومنینؑ صراط ہیں۔[۱] ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ''ہم (ائمہ علیہم السلام) صراط مستقیم ہیں''۔[۲] زیارت جامعہ کبیرہ میں وارد ہوا ہے کہ ﴿أَنْتُمُ السَّبِيلُ الْأَعْظَمُ وَالصِّرَاطُ الْأَقْوَمُ﴾[۳] جو کوئی بھی (ولایت کی) اس صراط پر قدم جما کر رکھے اور استقامت دکھائے اور اس کا قلب اس راہ کے علاوہ کسی اور طرف ہرگز متوجہ نہ ہو تو وہ بجلی کی تیزی کی مانند پل صراط سے گزر جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ نیک، عادلانہ اور نورانی اخلاق و ملکات (پختہ عادات) کا مالک ہو تو وہ قبر، قیامت، برزخ کی ظلمت و تاریکی اور وحشت اور ان عالموں کے ہول اور سختیوں سے امان میں رہے گا اور نہ ہی اسے اس عالم کا کوئی خوف ہوگا۔ پس یہ درد و تکلیف بھی ہماری ہی طرف سے ہے اور اس کی دواء اور معالجہ بھی ہمارے ہی پاس ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ کی طرف منسوب اشعار میں وہ اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

دَوَاؤُكَ فِيكَ وَمَا تَشْعُرُ   وَدَاؤُكَ مِنْكَ وَمَا تُبْصِرُ[۴]

(تمہارے درد کی دواء و علاج تمہارے ہی اندر پوشیدہ ہے مگر تم کو اس کا علم نہیں اور وہ درد و بیماری بھی خود تمہاری ہی طرف سے ہے مگر تم اس کو نہیں دیکھتے)۔

(چہل حدیث، ص ۳۶۰)

۱۔ معانی الاخبار، ج ۲، ص ۳۲، باب معنی الصراط، حدیث ۲۔

۲۔ امام زین العابدینؑ کا ارشاد ہے:

''خدا اور اس کی حجت کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں، خدا کیلئے حجت کے علاوہ کوئی اور پردہ نہیں۔ ہم خدا کے دروازے، صراط مستقیم، علم کا خزانہ اور اس کا علم ہیں۔ ہم ہی ہیں جو ترجمان وحی، اساس توحید اور اس کا مقام سر ہیں''۔

(معانی الاخبار، ج ۲، ص ۳۵، باب معنی الصراط، حدیث ۵)۔

۳۔ آپ ائمہ ہی سب سے بڑی سبیل خدا اور اس کی محکم و استوار راہ ہیں۔

(مفاتیح الجنان، زیارت جامعہ کبیرہ)۔

۴۔ حضرت علیؑ سے منسوب دیوان، ص ۴۳۔

انبیاء خدا کی رحمت کے بلندترین مظاہر

رحمت ورأفت اور مودت ومحبت کے ہاتھ پھیلائے بغیر کسی اور چیز کے ذریعہ لوگوں کے قلوب کو نہ تو اپنی طرف مائل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انہیں سرکشی اور طغیان سے روکا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے انبیاء عظام علیہم السلام رحمت خدا کے بلندترین مظاہر ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ توبہ کہ جو سورۂ غضب بھی ہے، میں حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ﴾[۱] ''بے شک خود تم میں سے تمہاری طرف ایک رسول مبعوث ہوا ہے، ہر وہ چیز جو تمہارے رنج کا باعث ہے وہ اس کیلئے بھی گراں ہے، وہ دل سے تم کو چاہتا ہے اور مومنین کی نسبت رؤوف ومہربان ہے''۔

تمام بشریت کیلئے شفقت ومحبت میں وہ بزرگوار ہستی کافی ہیں، اسی جانب سورۂ شعراء کی پہلی آیت اشارہ کرتی ہے: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾[۲] ''شاید اس جہت سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں تم خود کو ہلاکت میں ڈالو گے''۔

اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات میں ارشاد ہوا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾[۳] ''شاید اگر یہ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو تم ان کی خاطر غم واندوہ سے خود کو ہلاک کردو گے''۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۲۳۴)

انبیاءؑ اور اخروی دنیا کی تعلیم

دیندار افراد کہتے ہیں کہ ہم نے روح کی ابدی زندگی کو برہان ودلیل سے سمجھا ہے اور ہر زندہ موجود کو زندگی کیلئے ساز وسامان اور توشۂ سفر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے سامنے شقاوت وسعادت کے در

۱۔ سورۂ توبہ، آیت/۱۲۸۔

۲۔ سورۂ شعراء، آیت/۳۔

۳۔ سورۂ کہف، آیت/۶۔

کھلے ہوتے ہیں جبکہ ہم اخروی زندگی کے سازوسامان سے لاعلم ہیں اور نہ ہی ہم نے عالم غیب کی خصوصیات کا ادراک کیا ہے۔ چنانچہ خداوند عالم کہ جس کے سامنے پورے عالم کے اسرار ہیں، نے پیغمبروں کو بھیجا اور انہیں اس جہان کی تعلیم سے آراستہ کیا تا کہ وہ ہمیں (اس دنیا کی) تعلیم دیں۔

(کشف الاسرار، ص ۱۰۳)

حضرت امام حسین علیہ السلام اور امت کی بیداری

خداوند عالم نے جب یہ دیکھا کہ صدر اسلام میں چند موقع پرست افراد نے دین کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے اور چند آدمیوں کے سوا کوئی اور نہیں بچا ہے تو اس نے حسین بن علی علیہ السلام کو بھیجا کہ جنہوں نے اپنی جاں نثاری اور فداکاری سے امت کو بیدار کیا۔ خداوند عالم نے ان کے عزاداروں کیلئے بہت عظیم ثواب مقرر کیا ہے تا کہ یہ عزاداری (اور یہ ثواب) انہیں بیدار رکھے اور وہ کسی بھی حالت میں کربلا کی بنیادوں کو جو ظلم وجور کی بنیادوں کو اکھیڑنے اور لوگوں کو توحید وعدالت کی طرف دعوت دینے سے عبارت ہے، متزلزل نہ ہونے دیں۔ پس اس حالت میں لازمی ہے کہ اس عزاداری کیلئے جو ان بنیادوں پر قائم کی گئی ہے، اس طرح کا عظیم ثواب مقرر کیا جائے تا کہ لوگ تمام تر تلخی اور مشکلات کے باوجود اس سے دستبردار نہ ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ (دشمن) حضرت امام حسینؑ کی قربانی اور کوشش وجدوجہد کو بہت جلدی ہی پائمال کر دیتے کہ جس کے نتیجے میں پیغمبر اسلام کی جانب سے تشیع کی اساس وبنیاد کو مستحکم کرنے کیلئے کی جانے والی کوششیں اور جدوجہد کلی طور پر ضائع ہو جاتیں۔

(کشف الاسرار، ص ۱۷۴)

مکتب ائمہ علیہم السلام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام احکام اسلامی کو بیان کرتے اور انہیں پھیلاتے تھے، ان کا حلقہ درس بہت بڑا تھا۔ چند ہزار شاگرد، ان کے مکتب اور درس سے میں کسب علم کرتے تھے اور ان سب کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں۔

(ولایت فقیہ، ص ۳۴)

علم، انبیاء کی میراث

یہ جو روایت کے میں ذکر ہوا ہے کہ ﴿إِنَّ الأَنْبِیَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلاَ دِرْهَماً﴾[۱] ''انبیاء درہم و دینار میراث میں نہیں چھوڑتے''۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ انبیاء علم و حدیث کے علاوہ کوئی اور چیز میراث میں نہیں چھوڑتے۔ یہ دراصل کنایہ ہے اس امر کی جانب کہ یہ افراد باوجود یہ کہ زمام حکومت ان کے ہاتھ میں ہے، وہ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اور خدائی افراد ہیں، مادی انسان اور مادہ پرست نہیں ہیں کہ دنیوی مال و دولت کی جمع آوری میں لگے رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ اس بات کی بھی جانب اشارہ ہے کہ انبیاء کا طرز حکومت، بادشاہی حکومتوں اور دنیا میں رائج دیگر نظام ہائے حکومت سے مختلف ہے کہ جس کے حکمران اپنے لیے ثروت اندوزی کے ذریعہ عیاشیاں کرتے ہیں۔ رسول اکرمؐ کا طرز زندگی بہت سادہ تھا۔ رسول اکرمؐ سمیت ان خدائی افراد میں سے کسی ایک نے بھی اپنے مقام و منصب سے اپنی دنیا اور زندگی کے نفع اور فائدے کیلئے ذرہ برابر استفادہ نہیں کیا کہ اسے میراث میں چھوڑ کر جاتے۔ انہوں نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ علم ہے کہ جو شریف ترین امور سے تعلق رکھتا ہے اور خصوصاً وہ علم جو خداوند عالم کی طرف سے ہو، خاص طور پر روایت میں ذکر شدہ علم کو اسی لیے بیان کیا گیا ہے۔

(ولایت فقیہ، ص ۹۲)

سلامتی کی راہ

آپ کو چاہیے کہ اپنے آپ کو انبیاء کی تعلیمات کا پیرو کار بنائیں۔ راہ سعادت کا نقطۂ آغاز یہی ہے اور یہیں سے حرکت کا آغاز کرنا چاہیے۔ سعادت و خوش بختی کے راستے کو دکھایا جا چکا ہے، یہ ہم ہیں کہ اس راہ کو نہیں جانتے ہیں۔ انبیاء اس راہ سے بخوبی واقف ہیں، وہ ہمارے روحانی طبیب ہیں اور وہ سلامتی کی راہ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ انبیاء ہی ہیں جنہوں نے ہمیں سلامتی کا راستہ دکھایا ہے۔

(تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۳۰)

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۳۹، کتاب فضل العلم، باب صفۃ العلم و فضلہ و فضل العلماء، حدیث ۲۔

خیر وبرکت، انبیاء کی جدوجہد کا ماحصل

آپ دنیا میں سلامتی اور خیر وبرکت کے جتنے بھی جلوے دیکھ رہے ہیں، یہ سب انبیاء کی کوششوں کا نتیجہ ہیں کہ جہاں تک ان سے ہوسکا انہوں نے کوشش کی اور جہاں جہاں ان کی تعلیمات نے نور افشانی کی وہاں خیر وبرکت اور سلامتی جلوہ افروز ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنی پوری توان وطاقت کو اس بات کیلئے صرف کیا کہ ظلم وفساد اور برائیوں کو ایک جگہ محدود (کر کے ختم) کر دیں، لیکن یہ کام مطلقاً مشکل تھا اور انہیں اس امر میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن اب سب مشکلات کے باوجود عالم میں جو بھی خوبی ونیکی ہے وہ انبیاء کی کوششوں کی ہی وجہ سے ہے۔ اگر آپ انبیاء کے پاکیزہ وجود کو دنیائے بشریت سے ہٹا دیں تو اس وقت دیکھیں گے کہ دنیا میں کیا ظلم وفساد اور برائی وبدی کا بازار گرم ہوگا اور دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔ یہ انبیاء ہی تھے کہ جنہوں نے برے لوگوں (اور ان کی برائیوں) کو محدود کیا اور وہ اس میں ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ آپ عالم میں جو خیر وبرکت دیکھ رہے ہیں، سب انبیاء کے بابرکت وجود کا نتیجہ ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۳۵۱)

پیغمبر اکرم ؐ کا رنج وغم

یہ بھی خداوند عالم کی عطا کردہ بہت بڑی توفیق ہے کہ انبیاء نے اتنے زیادہ انسانوں کی تربیت کی ہے اور اگر اتنی تربیت بھی نہ ہوتی تو سارے انسان کارٹر اور ہٹلر ہی بنتے۔ یہ انبیاء کی اعلیٰ تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ جس نے لوگوں کو حیوانیت اور تسلط وبرتری اور شہوت پرستی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جنونیت سے نجات دلائی۔ ایک بار پھر (رسول اکرم ؐ کو) یہ عظیم توفیق نصیب ہوئی لیکن جس طرح آپ ؐ اور انبیاء ماسبق چاہتے تھے، انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کا تمام رنج وغم یہی تھا کہ وہ لوگوں کو دعوت دیتے تھے اور بہت کم لوگ ایمان لاتے تھے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۲۲)

انبیاء کی آمد کے ساتھ انسانیت کا کمال

عالم میں موجود انسانوں کا یہ کمال انبیاء ؑ ہی کے آنے کی وجہ سے ہے۔ اگر انبیاء تشریف نہ لائے

ہوتے تو شاید تمام انسان سوائے چند افراد کے، سب کے سب جنگل کے حیوانات کی مانند بلکہ اس سے بھی بدتر طریقے سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۲۴)

حضرت امیر المومنینؑ کا وجود بعثت رسولؐ کا ثمر

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی خواہش تھی کہ تمام انسانوں کی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی مانند تربیت کریں، لیکن یہ خواہش پوری نہیں ہوسکی۔ اگر پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کا حضرت امیر المومنینؑ اور امام زمانہؑ کے وجود کے علاوہ کوئی اور ثمر اور نتیجہ نہ بھی ہوتا تو یہ خود بہت بڑی توفیق وسعادت تھی۔ اگر خداوند عالم رسول اکرمؐ کو ایسے انسان کامل افراد تیار کرنے کیلئے مبعوث کرتا تو یہ ہستی اس کیلئے سزاوار تھی۔ ان کی یہی خواہش تھی کہ تمام انسان اس طرح تربیت پائیں لیکن انہیں اس کام میں کامیابی نہیں ہوسکی۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۲۵)

امام زمانہؑ ہادی بشریت

جب آپؑ ظہور فرمائیں گے کہ خداوند عالم انشاء اللہ ان کے ظہور میں تعجیل فرمائے، تو آپ تمام انسانوں کو انحطاط و زوال اور گمراہی سے نجات دیں گے اور تمام برائیوں کی اصلاح فرمائیں گے ﴿یملأ الأرض عدلاً بعد ما ملئت جوراً﴾[۱] "زمین کو عدل وانصاف سے پر کردیں گے کہ جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی"۔ عدل وانصاف کا معنی یہ نہیں ہے کہ جو ہم جانتے ہیں کہ ایک عادلانہ نظام حکومت ہو اور وہ ظلم نہ کرے، یہ بھی ہے لیکن سب کچھ نہیں، اس حدیث کا معنی اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ﴿یملأ الأرض عدلاً بعد ما ملئت جوراً﴾ کا معنی یہ ہے کہ یہ زمین آج اور اس کے بعد بھی شاید اپنی اس موجودہ حالت سے زیادہ خراب اور بدتر ہوجائے گی۔ ظلم وجور سے پر ہے، تمام انسانوں میں انحراف ہے۔ حتی ہمارے

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۵۲۵، کتاب الحجہ، باب ما جاء فی الاثنی عشر والنص علیہمؑ، حدیث ۱۔

درمیان موجود کامل انسانوں میں بھی انحرافات ہیں اگر چہ کہ وہ خود اس بات سے آگاہ نہ ہوں، افراد کے اخلاق بھی انحراف کے حصار میں ہیں۔ انحرافات نے عقائد کو بھی آ دبوچا ہے، انسانوں کے اعمال انحراف سے خالی نہیں حتی تمام انسانوں کے اعمال میں انحراف کو بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت امام زمانہؑ اس بات پر مامور ہیں کہ ان تمام برائیوں کی اصلاح فرمائیں اور ان تمام انحطاط و انحرافات کو راہ اعتدال کی طرف اس طرح لوٹا دیں کہ جو ﴿یملأ الأرض عدلاً بعد ما ملئت جوراً﴾ پر صادق آجائے۔ اس جہت سے یہ عید، تمام بشریت کی عید ہے، یہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے اور یہ عید تمام انسانوں کی عید ہے۔ آپؑ انشاء اللہ تمام بشریت کی ہدایت فرمائیں گے اور زمین کو تمام ظلم و جور سے مکمل طور پر پاک کردیں گے۔ اس بنا پر یہ بہت بڑی عید ہے اور ایک معنی کے لحاظ سے یہ عید، حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی عید سے ایک لحاظ سے بڑی عید ہے کہ جو خود عظیم ترین اعیاد میں سے ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۸۲)

نبیؐ کی عصمت اور امت کی تربیت

خداوند عالم لوگوں کی ہدایت کیلئے ہادی بھیجتا ہے اور پیغمبروں کا انتخاب کرتا ہے۔ جس نے اپنی پوری زندگی میں اول سے لے کر آخر تک کوئی گناہ اور خطا نہیں کی ہو وہ معصوم ہوتا ہے اور خدا ایسی ہی ہستی کا انتخاب کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگوں کی تربیت کریں، ان کا تزکیہ کریں اور انہیں تعلیم سے آراستہ کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۴۹۸)

اپنی توان وطاقت کے مطابق ائمہؑ سے نصیحت حاصل کریں

آپ اس بات کی طرف متوجہ رہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ باوجود یہ کہ معاشرتی اصطلاح کے مطابق حجاز (سعودی عرب) سے لے کر مصر اور ایران وعراق تک پھیلی ہوئی ایک بڑی مملکت کی حکومت کے مالک تھے، لیکن ان کی وضع زندگی اور لوگوں سے ان کا سلوک کیا تھا اور اپنے نمائندوں اور والیوں کیلئے ان کی کیا ہدایات تھیں؟ حضرت نے کتنی قیمتی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔ ہاں! ہم یقیناً خود حضرت علی علیہ السلام جیسے نہیں بن سکتے لیکن ہم ان کے شیعہ اور پیروکار ضرور بن سکتے ہیں۔ ہم جس حد تک ان کی پیروی کر سکتے ہیں تو ہمیں

پیروی کرنی چاہیے۔ ان کا مقصد صرف اور صرف خدا تھا۔ یہ دنیا اور اس کی حکومت و سلطنت ان کی نظروں میں ہیچ تھی اور اس کی کوئی وقعت نہیں تھی اور اگر تھی تو صرف اس لیے کہ دنیا میں ایک عادلانہ نظام قائم کر سکیں۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی خواہش نہیں تھی کہ میں بھی ایک مملکت و حکومت کا مالک بنوں، صرف اس لیے کہ عدل و انصاف قائم ہو اور گناہوں پر خدا کی طرف سے متعین شدہ حدود کو جاری کیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ ان سے درس اور نصیحت حاصل کریں اور جہاں تک ہم سے ہو سکے ان کی سیرت پر عمل کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۹۵)

دنیا مدرسہ ہے اور انبیاءؑ معلّم

یہ عالم مدرسہ ہے اور اس کے معلّم، انبیاء اور اولیا علیہم السلام ہیں اور ان معلّموں کی تربیت کرنے والا مربی، خداوند عالم ہے۔ خداوند عالم نے انہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے تمام لوگوں کی تربیت و تعلیم کیلئے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام تمام بشریت کی تعلیم و تربیت کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور ان سب کا مربی خداوند تعالیٰ ہے۔ یہ سب ہستیاں جب خدائی تعلیم سے آراستہ ہو گئیں تو اس بات پر مامور کی گئی کہ بشریت کی تربیت کریں اور انہیں تعلیم دیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۲۰)

انبیاء راهنما بھی ھیں، قابل تقلید بھی

اول سے آخر تک تمام انبیاء کی یہی کوشش رہی کہ اس موجود (انسان) کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں اور اسے راہ کمال کی طرف لے چلیں۔ ان کا کام صرف زبانی ہدایت کرنا اور کہنا نہیں تھا، بلکہ وہ اپنے اعمال و افعال اور اقوال میں ہمارے راہنما اور قابل تقلید اسوۂ کامل تھے اور ان کا مقصد یہی تھا کہ انسان کو اس کے شائستہ درجہ کمال تک پہنچائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۸)

انبیاء کی شمشیر، جراحی کا آلہ

انبیاء کی سیاست اس چیز پر قائم تھی کہ کبھی شمشیر کو ہاتھ میں نہ لیں مگر یہ کہ جب معاشرے کو خراب اور آلودہ کرنے والے افراد کا علاج شمشیر کے علاوہ کسی اور چیز سے ممکن نہ ہو۔ وہ تمام لوگ جو معاشرے کی صحیح

وسالم اور پاک فضا کو گناہوں سے آلودہ کرتے ہیں اور کبھی بھی اپنی برائیوں سے دستبردار نہیں ہوتے تو ایسے عناصر کو معاشرے سے نکال دینا چاہیے۔ یہ عناصر ایک سرطانی غدود کی مانند ہیں جو ایک معاشرے کے بدن کو خراب کرتے ہیں۔

انبیاء طبیب کی مانند ہیں جو معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی طبیب آئے اور جراحی کی چھری سے کسی کے شکم کو کاٹ کر اس کے سرطانی غدہ کو اس کی جڑوں سمیت باہر نکال دے تو کیا آپ شور بلند کریں گے کہ تم لوگوں کے شکم کو کیوں کاٹتے ہو، کیا تم قاتل ہو؟ نہیں! بلکہ آپ اس کا احترام کریں گے اور اسے معاوضہ بھی دیں گے اور اس سے بہت زیادہ ادب واحترام سے پیش آئیں گے۔ آپ اس لیے خوشحال ہوتے ہیں کہ اس نے کسی انسان کا شکم چاک کیا اور سرطان کے غدہ کو باہر نکال کر اسے ہلاکت سے بچالیا۔ انبیاء کی مثال بھی بالکل ایسی ہی ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ ''کیوں اپنے آپ کو مشکل میں ڈالتے ہو اور کیوں اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں''[۱] مگر اس کے باوجود وہ اس قدر مہربان اور رحمدل تھے اور ان کا دل اس بات کیلئے تڑپتا تھا کہ لوگ نیک اور اچھے بن جائیں۔ لیکن جب وہ یہ دیکھتے تھے کہ فلاں گروہ جب تک ہے وہ لوگوں کو برائیوں کی طرف دعوت دیتا رہے گا تو اس وقت شمشیر ہاتھ میں اٹھاتے تھے تاکہ اس فاسد گروہ کا علاج کیا جائے اور ان کی وہی تلوار، طبیب کے آلہ جراحی کی حیثیت اختیار کرلیتی تھی۔ تمام انبیاء معاشرے کیلئے طبیب کا درجہ رکھتے ہیں اور وہ نیک نیتی کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالبؑ کی تلوار کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔[۲] اس لیے کہ وہ اصلاح معاشرہ کا عمل انجام دیتی ہے، اس کی ضرب، اصلاحی ضرب ہے نہ کہ برائی وفساد پھیلانے کی ضرب۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۲۰)

۱۔ سورۂ طہٰ، آیت ۲/ اور سورۂ کہف، آیت ۶/۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۱، حدیث ۱؛ حاکم نیشاپوری، المستدرک، ج ۳، ص ۳۲۔

گمراہ لوگوں کا انبیاء کی مخالفت کرنا

انبیاء کے زحمتیں اٹھانے، مشکلات برداشت کرنے اور بشریت کو اپنی تعلیمات اور تربیت کے ذریعہ سے بلند مقام عطا کرنے کے باجود پھر بھی گمراہ لوگ زیادہ تھے اور یہ لوگ انبیاء کے مقابل صف آرا ہو گئے اور لوگوں کو بھی انحرافات کی طرف دعوت دینے لگے۔ ان تمام باتوں کے باوجود دنیا میں جو کچھ خیر و برکت ہے وہ انبیاء کی مرہون منت ہے۔ اگر آپ دنیا کی عدالتوں میں موجود لوگوں کے جرائم کی فائلوں کو دیکھیں تو آپ انبیاء پر ایمان و عقیدہ رکھنے اور ان کے زیر تربیت پانے والے افراد کے نام اس فہرست میں یا بہت کم پائیں گے یا سرے ہی سے ان کا وجود نہیں ہوگا۔ تمام جرائم کی فائلیں اور مالی خورد برد، قتل و غارت اور اسی طرح کے دیگر مقدمات انہی لوگوں کے ہیں کہ جنہوں نے انبیاء کی تربیت سے منہ موڑا ہوا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۳۹)

انبیاء کی مدد سے خودخواہی کا علاج

آپ سب اس بات کی طرف متوجہ رہیں کہ یہ ''خودخواہی'' کی بیماری ایسی ہے کہ جس میں ہم سب مبتلا ہیں اور یہ ایک عام بیماری ہے، یعنی ﴿اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ﴾ ''مگر یہ کہ جسے خدا خود اس بیماری سے بچائے''۔ تمام انسان اس بیماری میں مبتلا ہیں اور یہ بیماری ''انانیت اور خود پرستی'' کی بیماری ہے، انسان زندگی کے آخری لحات تک اپنی اسی خودخواہی میں ہی گرفتار رہتا ہے مگر یہ کہ انبیاء کی مدد اور خداوند عالم کی عنایت و مہربانی سے ہم اس مرض سے نجات حاصل کریں یا کم از کم یہ بیماری کم ہو جائے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۷۲)

انبیاء علیہم السلام کی فداکاری

انبیاء کی زندگی کا ایک دن بھی اپنی دنیا کیلئے نہیں گزرا اور وہ ایک گھنٹہ بھی اپنے دنیاوی فوائد کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ ان کی تمام تر توجہ صرف اسی بات پر مرکوز تھی کہ ان مریضوں کو اور اپنے آپ کو ہلاکت کے کنویں میں دھکیلنے اور اپنی عاقبت کو خراب سے خراب تر کرنے والوں کو نجات دلائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۳۹۴)

انبیاء، رحمت خدا کا جلوہ

اس عالم کی ابتدا سے لے کر آج تک تمام انبیاء خداوند عالم کی رحمت کا جلوہ ہیں جیسا کہ ہمارا وجود بھی اللہ جل جلالہ کی رحمت کا جلوہ ہے اور اسی طرح انبیاء کے ذریعہ سے خداوند عالم کی جانب سے بھیجی جانے والی ہدایت بھی ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ پیغمبر اکرم ؐ رحمۃ للعالمین ہیں اور تمام انبیاء سلسلہ رحمت کی ہی کڑی ہیں، لیکن اس کی طرف متوجہ نہیں ہے، چونکہ وہ جاہل ہے، وہ نہیں جانتا کہ موت کے بعد کیا حالات ہیں اور وہ اس بات سے بھی غافل ہے کہ اگر وہ راہ انسانیت پر قدم نہ اٹھائے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اسی بنا پر ایسے افراد کو اس کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا جو راستے کے نشیب و فراز سے واقف و آگاہ ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بشر اپنے اعمال بد اور افکار فاسد کے نتیجے میں کس گمراہی و ضلالت میں جا گرے گا اور طرح طرح کی مشکلات اس کے دامنگیر ہوں گی۔ (صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۴۹۳)

ائمہ طاہرین علیہم السلام علمی و عملی نمونہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مشغولیت بہت زیادہ تھی، آپ بہت زیادہ معنوی اعمال انجام دیتے تھے اور ساتھ ہی آپ کی تبلیغاتی اور تعلیماتی سرگرمیوں کا دائرہ کار بھی بہت وسیع تھا۔ لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود، جیسا کہ نقل کیا گیا ہے، آپ کام کیلئے خود تشریف لے جاتے۔ بہت سے افراد امام ؑ کی خدمت میں عرض کرتے کہ اس کام کو ہمیں سونپ دیجئے۔ امام ؑ فرماتے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے (اور اپنے عیال کے) لیے کام کے دوران حرارت آفتاب کی سختی کو خود برداشت کروں۔ اپنے ہاتھوں سے کاموں کو انجام دینا کتنا باعظمت ہے کہ ایک شخص جو اپنے زمانے کا سب سے عظیم انسان ہے اور بلند و بالا مقامات و مدارج کا مالک ہے، خود اپنے ہاتھوں سے اپنے کاموں کو انجام دیتا ہے اور دوسروں کو بھی کام اور محنت کی عظمت سے آگاہ کرتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۲۳۸)

ائمہ ؑ کی مناجات میں انسانیت کی راہنمائی

مسلمانوں کے ائمہ ؑ کی مناجات اور دعائیں سب سے زیادہ دل کو بھانے والی ہیں جو منزل مقصود کی

جانب انسانوں کو لے جاتی ہیں نہ کہ راہنما (کہ دور سے صرف راستہ دکھادیں)۔ یہ مناجات اور دعائیں حق کے متلاشی انسان کے ہاتھوں کو تھام کر اسے حق کی طرف لے جاتی ہیں لیکن افسوس کہ ہم ان قیمتی دعاؤں اور مناجات سے کوسوں دور ہیں اور ہم نے انہیں اپنی عملی زندگی میں ترک کر دیا ہے۔

(رہ عشق،ص ۳۵)

انبیاء سے درس لینا

یہ بات ہمیشہ ہمارے اذہان میں موجود رہے اور ہم ہمیشہ اس بات کی جانب اپنی توجہ مرکوز رکھیں تاکہ اپنے تمام امور میں کامیاب ہوسکیں۔ میں اس بات کا ہرگز دعویٰ نہیں کرتا ہوں کہ میں اور مجھ جیسے افراد "سب کچھ" ہیں، نہیں، ہم ناقص انسان ہیں لہذا ہمیں چاہیے کہ کمال کو حاصل کریں اور کامل بنیں۔ لوگوں کی نظروں میں کچھ ایسے افراد تھے جو کامل تھے اور ہم کم از کم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ انبیاء اور اولیائے الٰہی تھے جو ان صفات کے حامل تھے۔ یہ لوگ صرف خدا ہی کیلئے تمام کام انجام دیتے تھے نہ یہ کہ وہ اقتدار و حکومت یا کسی اور چیز کے طالب تھے۔ وہ حکومت و اقتدار اس لیے چاہتے تھے کہ ظالم و جابر افراد کو پکڑ سکیں، وہ اس لیے محنت و جدوجہد کرتے تھے تاکہ ظالم افراد کے ظلم و جور کا سدباب کریں، اس لیے نہیں کہ ظالم و ستمگر افراد سے حکومت لیں اور خود حاکم بن جائیں اور مطلق العنانی کریں۔ وہ ظلم و ستمگر افراد کو اس لیے سزا دیتے تھے تاکہ خدا کے عدل و انصاف کو نافذ کر سکیں۔ یہ کام، انبیاء کا کام ہے چونکہ وہ خدا کے عادلانہ نظام حکومت کو صرف خدا ہی کیلئے نافذ کرنا چاہتے تھے۔ اسی بنا پر ان کا ہر کام خدا ہی کیلئے تھا اور وہ خدا کے خالص بندے تھے کیونکہ وہ خود بھی خدائی انسان تھے اور ان کے کام بھی خدائی تھے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۴۴۷)

اسلام، قرآن، احادیث
اور دعا

دعا، خالق ومخلوق کے درمیان معنوی تعلق

یہی دعا ہے کہ جو خالق ومخلوق کے درمیان معنوی رابطہ اور عاشق ومعشوق کے درمیان قلبی تعلق برقرار کرتی ہے۔ یہ دعا وسیلہ ہے خدا کے محکم ومضبوط قلعہ میں داخل ہونے، اس سے مضبوط ترین تمسک کو اختیار کرنے اور اس کی محکم رسی کو تھامنے کا۔ یہ بات روز روشن کی مانند عیاں ہے کہ اس نہائی اور اعلیٰ مقصد تک وصول کا امکان نہیں ہے سوائے اس کہ ہر ممکن طریقہ سے دعاؤں کے معانی کی طرف توجہ دی جائے اور اپنی توان وطاقت کے مطابق ان کے اسرار وحقیقت تک رسائی حاصل کی جائے۔

(شرح دعائے سحر، ص ۵)

تلاوت قرآن کے تربیتی اثرات

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو کوئی قرآن کی بہت زیادہ تلاوت کرے اور اس کے معانی وتعلیمات کی حفاظت کیلئے جدوجہد کرنے کا تجدید عہد کرے تو خداوند عالم اسے دو اجر عطا فرماتا ہے"۔ اس حدیث سے انداز ہوتا ہے کہ جو چیز تلاوت قرآن میں مطلوب وپسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت (اور اس کے معانی وتعلیمات) انسانی قلب کی گہرائیوں میں اتر جائیں، اس کا باطن کلام الٰہی کی صورت اختیار کرلے اور انسان "ملکہ" (پختہ عادت اور رگ وپے میں بسنے والی صفات) کے مرتبہ سے گزر کر تحقق وعمل کے مرحلے میں قدم رکھے۔ یہ بات اس حدیث کی جانب اشارہ ہے کہ جس میں معصوم ؑ نے فرمایا

ہے کہ "اگر کوئی باایمان نوجوان قرآن کی تلاوت (اس کے معانی وتعلیمات کی طرف توجہ کے ساتھ) کرے تو قرآن اس کے گوشت وخون میں داخل ہو جاتا ہے" [1] یہ حدیث اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ قرآن (اور اس کے معانی وتعلیمات اور اس کا نور) قاری کی جان وروح میں اس طرح رچ بس جائے کہ خود انسان کا باطن (جان وروح) اپنی لیاقت واستعداد کے مطابق کلام الٰہی کی صورت اختیار کرلے۔ حقیقی حامل قرآن وہی ہے کہ جس کا باطن کلام الٰہی کی حقیقت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو۔ خود قرآن بھی تمام صفات حمیدہ، اخلاق فاضلہ، ملکات حسنہ اور کمالات مطلوبہ کا جامع اور حق وباطل اور حق وغیر حق کے درمیان دلیل قاطع ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد میں تمام ائمہ طاہرینؑ ہیں کہ جو آیات الٰہیہ کی منہ بولتی اور جیتی جاگتی تصویر اور متحرک قرآن ہیں۔ یہی ہستیاں خدا کی عظیم آیات اور مکمل قرآن ہیں۔ (چہل حدیث، ص ۴۹۸)

قرآن میں تفکر کے ثمرات

یہ بات بہت واضح ہے کہ اگر کوئی قرآن کے معانی ومطالب میں تفکر وتدبر کرے تو قرآن اس کے دل پر اثر کرے گا اور وہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا آہستہ آہستہ متقین کے مقام تک پہنچ جائے گا۔ اگر خدا کی توفیق اس کے شامل ہو تو وہ اس مقام سے بھی آگے بڑھ جائے گا اور شاید اس کے تمام اعضا وجوارح اور قوتیں آیات الٰہیہ میں سے ایک آیت کی شکل اختیار کرلیں، شاید خدا کے آتش عشق کی عطا کردہ چنگاری، خدا کیلئے خدا ہی کا عنایت کردہ جذبہ وتڑپ اور خدا کا کلام وخطابات اسے خود سے بے خود کردیں کہ وہ ﴿اِقْرَأْ وَاصْعَدْ﴾ (قرآنی آیات کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے عوض ترقی کرتے جاؤ) کے اخروی انعام کو اس دنیا میں پالے تاکہ قرآن کو بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے خود اس کے متکلم سے سنے کہ جس کا وہم وگمان میں بھی ہم تصور نہیں کرسکتے ہیں۔ (چہل حدیث، ص ۵۰۰)

۱۔ ﴿مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَهُوَ شَابٌّ اِخْتَلَطَ الْقُرْآنُ بِلَحْمِهِ وَدَمِهِ﴾۔
اصول کافی، ج ۴، ص ۴۰۵، کتاب فضل القرآن۔

احادیث کا معنوی وجد وسرور

حضرات اہل بیت وعصمت وطہارت علیہم السلام کہ جو خلفائے رحمان اور خلاصہ بنی نوع انسان ہیں، کی احادیث شریفہ ایک خاص قسم کی روحانیت ونورانیت کی حامل ہیں کہ جو دوسرے اقوال وکلمات میں نہیں پائی جاتی ہے، کیونکہ یہ احادیث علم رحمانی کے چشمہ سے ابل رہی ہیں، یہ زرین اقوال فیض سبحانی سے نازل ہو رہے ہیں، یہ نورانی کلمات ہوا وہوس اور نفس امارہ کے دست تصرف سے دور اور شیطان رجیم کی خیانت سے محفوظ ہیں۔ ان بزرگان دین اور اہل یقین کے نفوس شریفہ کی نورانیت اور ارواح لطیفہ کی طہارت، ان کے کلام میں جلوہ افروز ہے، بلکہ حق تعالیٰ جل جلالہ کے کلام کا نوران ہستیوں کی احادیث کی صورت میں متجلی ہوا ہے۔ ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾[1] "کہہ دو کہ ہر کوئی اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے"۔ اس جہت سے مومنین کے نفوس لطیفہ کہ جو ان عظیم ہستیوں کی فاضل طینت سے خلق ہوئے ہیں اور ان بزرگان دین کی محبت ان کے رگ وپے میں رچی بسی ہے کو ان احادیث شریفہ سے روحانی وجد اور معنوی خوشی وسرور حاصل ہوتا ہے کہ جو کسی بھی حالت میں توصیف پذیر نہیں ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۴)

احادیث کا مقصد

ان احادیث کے صادر ہونے کا اہم ترین مقصد اور علوم الٰہیہ کے نشر وترویج کا عالی اور رفیع ہدف، علمی وفلسفی نکات کی تفہیم اور تاریخی وادبی جہات کو واضح کرنا نہیں تھا، بلکہ ان احادیث کی غایت ومقصد نفوس کو عالم مادہ کی تاریکی سے نکال کر سبک بار کرنا، ارواح کو عالم غیب کی طرف متوجہ کرنا، طائر روح کو درخت دنیا کہ جو شجر خبیثہ کی جڑ ہے، سے اڑانا اور اس کا رابطہ منقطع کرنا اور اسے عالم قداست وپاکیزگی اور خداوند عالم کی محفل انس کی جانب جو روح شجرۂ طیبہ ہے، پرواز دینا ہے اور یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا سوائے اس کے کہ علقوں کو پاک، نفوس کا تزکیہ، حالات واحوال کی اصلاح اور اعمال کو خالص کیا جائے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۸)

۱۔ سورۂ اسراء، آیت ۸۴۔

قرآن اور عقول کا تصفیہ ونفوس کا تزکیہ

قرآن اور حدیث کا مقصد عقول کو پاکیزہ کرنا اور نفوس کا تزکیہ کرنا ہے تاکہ توحید کا مقصد اعلیٰ حاصل ہو جائے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۱۱)

قرآن، جامع اخلاق

قرآن شریف باوجودیکہ تمام معارف الہیہ اور حقائق اسماء وصفات خداوندی کا جامع ہے اور اس کے علاوہ کسی بھی آسمانی یا غیر آسمانی کتاب نے قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات وصفات کی پہچان نہیں کرائی ہے، اس کے ساتھ ساتھ قرآن جامع اخلاق وفضائل حسنہ، مبدأ ومعاد کی طرف متوجہ کرانے، زہد وترک دنیا کی طرف رغبت دلانے، مادیت کے ترک کرنے، عالم مادہ کی آلودگیوں سے سبک بار ہونے اور اصل ہدف کی طرف ہمیشہ رواں دواں رہنے کی جانب اس طرح دعوت دیتا ہے کہ جس کی مثل ونظیر متصور نہیں ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۶۲)

قرآن اور انسان کی رهائی

ہم سب قرآن شریف کے بارے میں جانتے ہیں کہ یہ بشر کو درجہ کمال وکامل تک پہنچانے اور اسے دنیا ومادیت کے تاریک وظلماتی زندان سے رہائی دلانے کیلئے خداوند عالم کے معدن وحی سے نازل ہوا ہے۔
(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۹۰)

قرآنی قصّوں کا مقصد

یہ آیات الہیہ اور عظیم الشان الٰہی تعلیمات ہم خواب غفلت میں سوئے ہوئے بے چاروں کو بیدار کرنے اور غفلت کی سستی وغرور میں غرق ہم انسانوں کو ہوشیار کرنے کیلئے نازل ہوئی ہیں۔تمام انبیاء کے معارف وعلوم کا حاصل، تمام اولیاء الٰہی کے سیر وسلوک اور رشد وہدایت کا خلاصہ، تمام روحانی امراض اور عیوب کے درد وبیماری اور اس کے درمان وعلاج کے بیان اور سبیل الٰہی اور صحیح انسانی راہ وروش کی جانب

ہدایت کے نور کو بیان کرنے والے یہ قرآنی قصے، کوئی داستان یا کہانی سنانے اور تاریخ دنیا کو بیان کرنے کیلئے نہیں آئے ہیں۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۸۸)

قرآن، آسمانی تحفه

اے قرآن، اے آسمانی تحفے، اے خدائے رحمان کے ہدیے تم کو اس جہان وعالم کے خدا نے دنیائے مادیت میں غرق ہمارے مردہ قلوب کو زندہ کرنے اور ہمارے (ظاہر وباطن) گوش وچشم کو کھولنے کیلئے نازل کیا ہے، تم نور ہدایت اور ہماری سعادت کی جانب ہمارے راہبر ہو، تم ہمیں حیوانیت سے نکال کر انسانی اقدار کی بلندی اور خدائے رحمان کے جوار وقرب میں لے جانا چاہتے ہو لیکن افسوس کہ ان انسانوں نے نہ تو تمہاری قدر کو جانا اور نہ ہی تمہاری پیروی کو خود پر فرض کیا۔ افسوس صد افسوس کہ تمہارا قانون ونظام، اس دنیا میں عملی جامہ نہ پہن سکا کہ اگر ایسا ہوتا تو ان وحشیوں اور درندوں کہ جو خود کو اس دنیا کا متمدن باشندہ تصور کرتے ہیں، کا یہ تنگ وتاریک گھر بہشت بریں میں تبدیل ہو جاتا اور سعادت وخوشبختی سب کو اپنی آغوش میں لے لیتی۔ صد افسوس ہے تم پر اے بے عقل انسان! (کشف الاسرار، ص ۳۲۰)

خیانت سے بچانے میں دین کا کردار

فقط دین ہی وہ چیز ہے جو انسان کو خیانت اور جرائم کے ارتکاب سے روک سکتی ہے۔
(کشف الاسرار، ص ۲۳۳)

زندگی کو متحول کرنے میں دین کا بنیادی کردار

دین اسلام ہمارے حیوانی اور پست ہدف کو انسانی ہدف سے تبدیل کر دیتا ہے، کیونکہ دین حیوانی زندگی سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ دین ہی ہے جو ان انسان نما، بدلے ہوئے اور سرکش جانوروں اور بے لگام درندوں کو لگام دیتا ہے۔ یہ دین ہی ہے جو آپ کی موجودہ مادہ پرست دنیا کو پسندیدگی کی نگاہ سے ہرگز نہیں دیکھتا اور یہ دین ہی ہے جو دنیا سے ظلم وستم اور بے عفتی کی بساط کو لپیٹتا ہے اور آپ کی اس قسم کی زندگی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اگر زندگی سے مراد شرافتمند اور انسانی اقدار سے پُر افتخار زندگی ہے کہ جو ظلم وستم،

غیر ذمہ داری کا ثبوت دینے، قانون کی خلاف ورزی کرنے اور عفت وحیا کی دھجیاں اڑانے کے سراسر خلاف ہو تو دین انہی چیزوں کو عملی جامہ پہنانے آیا ہے اور انہی چیزوں کو پسند کرتا ہے۔

(کشف الاسرار، ص۳۲۴)

قرآن میں غور وفکر

کیا خوب کہا ہے ان لوگوں نے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن سے سروکار رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اگر قرآن کے چند صفحات کی تلاوت کرتے تو جان لیتے کہ خدا اس دنیا کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس نے اس جہان کو کس نگاہ سے دیکھا ہے اور انسان کو کس مقصد کیلئے اس دنیا میں بھیجا ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داری اور فرائض کو سمجھیں اور اس دنیا کی پرسراب اور مضطرب زندگی سے دل نہ لگائیں۔

(کشف الاسرار، ص۳۲۴)

احادیث ائمہؑ اور معرفت کے اسرار

پیغمبر اکرمؐ اور ائمہؑ سے جو ہزاروں احادیث ہم تک پہنچی ہیں وہ توحید ومعرفت کے اسرار کی جانب انسان کی راہنمائی کرتی ہیں اور دنیا وآخرت کی مشکلات کو اس کیلئے آسان بناتی ہیں اور بغیر کسی معاوضے کے انسان کو فضائل وکمالات کے دروازوں کی چابیاں عطا کرتی ہیں۔

(کشف الاسرار، ص۳۲۴)

اسلام، بشر کی کامل سعادت کا ضامن

میں جو اپنی زندگی کی آخری سانسیں گزار رہا ہوں، میری امیدیں آپ نوجوانوں سے اور اندرون وبیرون ملک میں تمام طالب علموں، علما اور دیگر حضرات سے وابستہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ روشن فکر مفکرین اور دانشور حضرات نجات بخش مکتب اسلام کی خصوصیات کو تمام افراد کیلئے بیان کریں گے جو بشر کی کامل اور ہمہ جہت سعادت کا ضامن، دنیا وآخرت کی راہوں کا ہادی، ملک وملت کی آزادی واستقلال کا محافظ، نفوس

انسانی کا مربی، انسان کی روحانی ومعنوی کمی وکوتاہی کو پورا کرنے والا اور انسانی زندگی کا راہبر ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۳،ص ۲۰۷)

قرآن، تعمیر انسانیت کی کتاب

قرآن انسان سازی اور اس کی تعمیر ذات کی کتاب ہے کہ اگر کوئی اس کتاب کے بلند و بالا مطالب پر توجہ کرے تو اس کتاب کے ذریعہ سے وہ ان تمام مراتب تک پہنچ سکتا ہے جو انسان سے ہی مخصوص ہیں اور یہ کتاب ان تمام مراتب پر پوری نظر رکھتی ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۳،ص ۲۱۸)

آخرت کا وسیلہ

دعا، ذکر خدا، قرآن اور نماز وغیرہ یہ سب اخروی زندگی کی سعادت کے حصول کا وسیلہ ہیں۔ یہ عبادی احکام، تمام کے تمام اس دنیا کی زندگی کیلئے ایک پل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی طرح خدائی علوم ومعرفت یہ سب اس جہان کی زندگی اور اس کی نورانیت کے حصول کا ایک ذریعہ ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۳،ص ۲۱۹)

قرآن، انسانی ذمہ داری کو بیان کرنے والی کتاب

انبیاء نے ان سب چیزوں کو ہمارے لیے بیان کیا ہے کہ جو ہماری روح، کی سعادت وشقاوت، مقامات عقلیہ اور مراکز غیبیہ سے مربوط ہیں اور قرآن نے بھی انہیں کو بیان کیا ہے کہ جسے اس کے اہل افراد ہی جانتے ہیں۔ اسی طرح شخصی وفردی ذمہ داریوں، انسان کے کمال وروحانی ارتقا سے متعلق تمام امور، معاشرے اور معاشرتی امور، معاشرے کے نظم ونسق اور تربیت، سیاسی مسائل اور اجتماعیت سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کو کتاب وسنت میں بیان کیا گیا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۳،ص ۲۳۷)

قرآن اور جنگ کی طرف رغبت

اگر آپ قرآن کا بغور مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ جنگ کے بارے میں کثرت سے ایسی آیات موجود ہیں کہ جو جنگ کی طرف رغبت دلاتی ہیں، لیکن کس سے جنگ (اور کیوں؟)۔ قدرتمند اور ظالم

واستکباری طاقتوں سے جنگ۔ قرآن میں ایک دو آیات نہیں بلکہ کثرت سے جنگ کے بارے میں آیات موجود ہیں کہ کس طرح جنگ کی جائے۔ اس کی کیفیت کیا ہو۔ صدر اسلام میں ہونے والی جنگیں پیغمبر اسلامؐ اوراس زمانے کی استکباری وقدرتمند طاقتوں کے درمیان ہوئیں تھیں۔ قرآن وہ کتاب ہے کہ جس سے جوش کے ساتھ ہوش اور تحرک کے ساتھ بیداری ملتی ہے اور ساتھ ساتھ دیگر چیزیں۔ قرآن وہ کتاب ہے کہ جس نے لوگوں کو خدا کی طرف حرکت دی ہے اور سکوت وجمود کو توڑ کر انہیں طاغوت کے مقابلے میں لاکھڑا کیا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۳، ص ۱۸)

متحرک کتاب

قرآن کوئی ایسی کتاب نہیں کہ جو لوگوں کو سلا دے، بلکہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو لوگوں کو متحرک کرتی ہے، ایسی کتاب کہ جس نے ان عرب بدوؤں کو کہ جو تمام چیزوں سے لاعلم و بے خبر تھے کو بڑے بڑے ظالم سلاطین اور بادشاہوں کے مقابل لا کھڑا کیا اور انہیں شکست سے دوچار کیا۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۹۸)

تمام پہلوؤں کی جانب قرآن کی توجہ

اسلام کی دعوت نہ فقط روحانیت ومعنویت کیلئے ہے اور نہ ہی مادیت سے مخصوص ہے، بلکہ اسلام نے ہر دو پہلوؤں کی طرف توجہ دی ہے۔ اسلام وقرآن اسی لیے آئے ہیں کہ انسان کی اس کے تمام ابعاد وجہات کے ساتھ تعمیر وتربیت کریں۔ (صحیفہ امام، ج ۳، ص ۱۷۵)

قرآن اور ظالموں کے ساتھ آشتی کی مذمت

لسان قرآن وآیات میں جنگ کے بارے میں، وہ جنگ جو اس وقت کے طاقتور اور صاحب قدرت مشرکوں سے تھی، بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں اور یہ کوئی ایک یا دو آیات نہیں ہیں، بلکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ پورے قرآن میں ایک بھی آیت ایسی پیدا نہیں کر سکتے ہیں کہ جو لوگوں سے یہ کہے کہ ان ظالموں اور جابروں سے نرمی ومدارا کا سلوک کرو اور ان کا مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے اپنے گھروں میں

سکون سے چپ بیٹھ جاؤ تا کہ یہ افراد جو بھی کام کرنا چاہیں، آسانی سے انجام دے سکیں۔ اگر آپ کوئی ایک آیت بھی اس لب و لہجے کی نکال سکیں تو اس وقت آپ کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ یہ قرآن اور دین افیون ہے اور لوگوں کو سلانے آئے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۴، ص ۲۱۴)

قرآن اور معاشرے کی تربیت

قرآن نے نصف صدی کے مختصر سے عرصے میں آپس میں دست و گریباں، جنگ و جدل میں مشغول اور ایک دوسرے کے خون کے تشنہ معاشرے کو ایک عادلانہ معاشرے میں تبدیل کر دیا تھا کہ جس کے بعد لوگ آپس میں اس طرح برتاؤ کرنے لگے کہ جس طرح متمدن ممالک کے باشندے کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔ (صحیفہ امام، ج ۴، ص ۲۶۱)

اسلام، بشریت کا معمار

اسلام ایسا نظام حکومت نہیں کہ جو ایک ملک پر حکومت کرے، مثلاً ایران یا عراق یا فلاں ملک پر، بلکہ اسلامی نظام حکومت پورے عالم پر نظر رکھتا ہے۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام بشریت کو درجہ کمال تک پہنچائے۔ اسلام کی کسی قوم و ملت سے کوئی قرابتداری نہیں ہے، مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، اسلام ایک جامع دین اور خدائی نظام ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ، سب کا خدا و مالک ہے۔ وہ نہ صرف مشرق میں بسنے والے مسلمانوں کا خدا ہے اور نہ ہی مغرب میں رہنے والے عیسائیوں اور یہودیوں کا، وہ سب انسانوں کا خدا اور سب کا رازق و خالق ہے۔ اسلام بھی ایک ایسا ہی دین ہے جو تمام بنی نوع انسان سے سروکار رکھتا ہے۔ اسلام اس لیے آیا ہے کہ وہ تمام انسانیت کی ایک عادلانہ نظام کے تحت پرورش کرے اور انہیں ایک ایسی عادلانہ صورت عطا کرے کہ ایک انسان دوسرے انسان پر سوئی کی نوک کے برابر بھی ظلم نہ کرے۔ کوئی بھی انسان اپنے اہل و عیال پر ذرہ برابر ظلم و ستم نہ کرے، کوئی بیوی اپنے شوہر کے حقوق سے رائی کے دانے کی مقدار کے برابر بھی تجاوز نہ کرے یہاں تک کہ دو بھائی بھی آپس میں جھگڑا نہ کریں اور یہ لوگ اپنے رفقا

واحباب سے بھی ظلم وتعدی کا سلوک نہ کریں۔ اسلام چاہتا ہے کہ ایک مکمل اور عادل انسان تربیت کرے کہ جو تمام جہات سے انسان ہو، جس کی عقل بھی انسانی ہو اور نفس بھی، جس کا ظاہر بھی انسانی ظاہر ہو اور اس کا باطن بھی انسانی ادب وآداب سے آراستہ ہو۔ ہاں! اسلام ایک ایسے ہی انسان کی پرورش چاہتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۴۵۰)

اسلام کے فردی اور اجتماعی احکامات

اسلام وہ مذہب ہے کہ جب وہ انسان کو خطاب کرتا ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور کس طرح سے اس کی بندگی کرو تو اس کے ساتھ ساتھ اس سے یہ بھی کہتا ہے کہ دنیا میں کس طرح زندگی گزارو اور اپنے روابط اور تعلقات کو دوسرے انسانوں سے کس طرح بہتر بناؤ، بلکہ اس حد تک اسے علم وآگاہی دیتا ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ دوسرے معاشروں سے کس طرح کے تعلقات رکھے۔ کسی فرد یا اجتماع ومعاشرے کا کوئی ایک بھی ایسا عمل نہیں ہے کہ جس کیلئے اس نے کوئی حکم مقرر نہ کیا ہو۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۳۸۹)

انسان کی ثقافتی ترقی وتکامل اور اسلام

وہ اسلام کہ جس کی بنیاد تشیع پر استوار ہے، نہ صرف یہ کہ انسان کی علمی وفکری رشد کا راستہ نہیں روکتا ہے، بلکہ اس کی پرورش کیلئے زمین ہموار کرتا ہے اور اسے انسانی اور الٰہی جہت دیتا ہے۔ ظہور اسلام کے بعد بنی نوع انسان کی علمی اور ثقافتی ترقی وتکامل نے تاریخ کے محققین کی آنکھوں کو خیرہ اور ان کی عقلوں کو دنگ کردیا تھا۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۴۰۷)

اسلام کی تمدن، ترقی اور جدید فنون کے ساتھ ہم آہنگی

وہ اسلام جو علم ودانش اور فکر وتعقل پر بہت زیادہ زور دیتا اور تاکید کرتا ہے اور انسان کو تمام خرافات، تمام دقیانوسی اور زمانہ جاہلیت کی طرف دعوت دینے والی طاقتوں اور انسانی اقدار کی مخالفت کی قید وبند سے

آزادی کی طرف دعوت دیتا ہے تو کس طرح ممکن ہے کہ وہی اسلام بشریت کی تمدن و پیشرفت اور جدید فنی صلاحیت اور ترقی کہ جو اس کے تجربات کا حاصل ہے، کا مخالف ہو۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۴۰۹)

ایمان کی بنیاد پر تربیت

اسلامی نظام میں اجتماعی واقتصادی اور دیگر شعبہ ہائے حیات کے قوانین کے ساتھ ساتھ انسان کی تربیت دراصل خدا پر ایمان کی بنیاد پر استوار ہے اور اس میں معاشرے کی ہدایت اور بلند و برتر مقامات اور سعادت کی طرف انسان کی ہدایت کیلئے اس کے اس پہلو سے زیادہ کام لیا گیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۴۱۰)

اسلام اور ظلم کے خلاف مقابلہ کی دعوت

بنیادی طور پر اسلام وہ مذہب ہے کہ جو اپنے پیروکاروں کو ظلم و ناانصافیوں سے مبارزہ اور جنگ کرنا سکھاتا ہے اور ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ ایک صحیح وسالم، ترقی یافتہ اور دوسروں کیلئے مثالی معاشرہ کس طرح تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۴۲۱)

اسلام، مکتب ہدایت

یہ بات مسلّم ہے کہ اسلام کے نقطہ نگاہ سے انسان کی تمام مشکلات اور مسائل صرف اس کی اقتصاد و معیشت کو بہتر بنانے سے حل نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں، بلکہ انسان کی مشکلات کی راہ حل کو پورے اسلامی نظام میں تلاش کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ معنویت سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے کہ جو انسان کے درد و تکلیف کا علاج ہے۔ ہم اس بات پر مکمل اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسلام ہی وہ تنہا مکتب ہے جو معاشرے کی ہدایت کر سکتا ہے۔ اگر دنیا آج اپنے دامنگیر ہزاروں مسائل اور مشکلات سے نجات حاصل کرنا اور صحیح معنی میں ایک انسانی اقدار پر مبنی زندگی گزارنا چاہتی ہے تو اسے اسلام کے دامن میں پناہ لینی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۴۳۷)

اسلام کا ملکوت اعلیٰ کی جانب راہنمائی کرنا

اسلام ایک ایسا نظام حکومت ہے کہ جس کا ایک پہلو سیاسی حکومت پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ معنوی حکومت پر، یعنی انسان کے دو پہلو ہیں، ایک اس کا مادی پہلو ہے کہ جس کی تمام جہات وابعاد کیلئے اسلام نے احکام بیان کیے ہیں اور ایک اس کا معنوی پہلو ہے کہ جو موجودہ حکومتوں میں بہت ہی زیادہ ناشناختہ شدہ اور غیر معلوم ہے۔ لیکن اسلام انسان کی معنوی تربیت اور اس کی تہذیب نفس کرنا چاہتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے انسان ایک ایسی منزل پر پہنچ جائے گا کہ جسے سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جانتا اور یہ اسلام ہی ہے کہ جس نے عوام الناس کے ہاتھوں کو تھاما ہوا ہے تا کہ انہیں ملکوت اعلیٰ کے مرتبہ تک پہنچادے جبکہ دیگر نظام ہائے حکومت میں اس طرح نہیں ہیں۔ (صحیفہ امام، ج۶، ص۲۰۰)

اسلام و قرآن کی جامعیت

اسلام میں تمام چیزوں کو بیان کیا گیا ہے اور قرآن بھی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور مسائل پر گفتگو کرتا ہے۔ قرآن ''انسان کامل'' بنانے والی کتاب ہے، یعنی ایک ایسی کتاب جو انسان کی تعمیر کرتی ہے۔ قرآن میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں احکام موجود ہیں۔ قرآن میں سیاست ہے، فقہ ہے، فلسفہ ہے، غرض یہ کہ تمام چیزیں ہیں۔ انسان کو اپنی زندگی گزارنے کیلئے ان تمام چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور ان ضروریات کو قرآن ہی پورا کرسکتا ہے۔ انسان ایک ایسا اعجوبہ ہے جس کی ذات میں پورا ایک عالم پنہاں ہے۔ قرآن بھی ایک حیرت انگیز کتاب ہے کہ جو انسان کے تمام طبقات کی تربیت کرتی ہے۔ کبھی وہ اسے فقیہ و عالم بناتی ہے، کبھی دانشور بناتی ہے، کبھی فلسفی کی شکل میں تربیت کرتی ہے تو کبھی شمشیرزن اور کبھی جنگجو بناتی ہے۔ (صحیفہ امام، ج۶، ص۳۲۷)

اسلام اور خواتین کی تربیت

اسلام آپ خواتین کو جتنی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے اتنی عزت واحترام مردوں کو نہیں دیتا۔ اسلام آپ کو نجات دینا چاہتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ آپ کو بازیچہ بننے سے بچائے کہ ایسا بازیچہ کہ جوان

لوگوں کیلئے سرگرمی کا باعث بنے۔ اسلام چاہتا ہے کہ آپ کو ایک انسان کامل کی صورت میں تربیت دے تا کہ آپ کے دامن سے انسان کامل پرورش پاسکیں۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۵۸)

اسلام کی کائنات پر محبت آمیز نگاہ

اسلامی نقطۂ نگاہ سے مختلف اقوام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو کوئی امتیاز حاصل ہے۔ اسلام میں تمام قوموں کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ عیسائیوں کے، یہودیوں اور زرتشت، غرض یہ ہے کہ سب ہی کے حقوق کی رعایت کی گئی ہے۔ اسلام تمام افراد عالم کو بشری حیثیت سے دیکھتا ہے اور ساتھ ہی ان کے انسانی حقوق کا بھی قائل ہے۔ اسلام جو تمام عالم پر محبت آمیز نگاہ ڈالتا ہے اور چاہتا ہے کہ مستضعف، کمزور اور محروم کیے جانے والے افراد نجات حاصل کریں، اسلام کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب روحانی صفات کے مالک بن جائیں اور خدا کے عالم قدس سے نزدیک ہو جائیں۔ اسلام بشریت کی نجات کیلئے آیا ہے تا کہ ان کو ان جسمانی و مادی تعلقوں اور علائق دنیوی سے نجات دے کر انہیں روحانیت عطا کرے۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۶۸)

دینی تربیت کی جانب اسلام کی توجہ

اسلام، انسان کو معنویت و روحانیت میں غنی کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں مادیات میں بھی غنی کرتا ہے۔ اسلام اس سے قبل کہ ایک معنوی دین ہو وہ ایک سیاسی دین ہے۔ جس طرح اسلام معنویت پر پوری توجہ دیتا ہے، روح پر بھی توجہ کرتا ہے، دینی تربیت، انسانی نفوس کی تربیت اور ان کو تہذیب نفس سے آراستہ کرتا ہے۔ اسی طرح مادیات کو بھی مدنظر رکھتا اور پوری توجہ دیتا ہے اور لوگوں کی اس طرح تربیت کرتا ہے تا کہ لوگ اس دنیا میں مادیات سے مناسب فائدہ اٹھائیں اور اس کو معتدل نگاہ سے دیکھیں۔ اسلام کی مادیت پر الٰہی نظر ہے۔ اسلام مادیت میں معنویت والٰہیت اور الٰہیت و معنویت میں مادیت کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ اسلام تمام مطلوبہ انسانی جہات وابعاد کا جامع ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۶۸)

قرآنی انسان کی ضرورت

قرآن نے انسان کی صحیح تربیت کی ہے۔ قرآن نے ہی خدائی انسان بنایا ہے کہ جس نے قدرت الٰہی کے سائے میں پیشقدمی کی اور نصف صدی سے کم عرصے میں بڑی بڑی سلطنتوں اور بادشاہوں کو مغلوب کردیا۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ اس کامیابی کے راز کو حاصل کریں، یعنی ہمیں بھی قرآن کا تابع و پیروکار ہونا چاہیے اور ایک قرآنی انسان بنانا چاہیے۔ اقوام عالم کو چاہیے کہ وہ قرآن کی آواز بن کر ابھریں تاکہ وہ ترقی کرسکیں۔

(صحیفہ امام، ج ۶ ص ۵۰۳)

اسلام کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق حرکت

میں تمام انسانوں، مسلمانوں اور تمام عربوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنی مشکلات پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنی اسلامی تربیت کرنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کے معین کردہ راستے پر ہی قدم اٹھائیں اور قرآن ان کا ہادی اور امام ہو۔ اگر ایسا ہو سکے تو وہ اپنی تمام مشکلات و مسائل پر غلبہ پالیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور وہ یہ چاہیں کہ دوسرے تمام معاملات کو ٹھیک کر کے اور سیاسی مذاکرات کے ذریعے سے آگے بڑھیں جیسا کہ حکومتیں سب سے پہلے یہی کام کرتی ہیں تو یہ اقوام کبھی ترقی نہیں کریں گی۔

(صحیفہ امام، ج ۶ ص ۵۰۴)

قرآن اور خدمت گزار تربیت

اسلام انسان بنانے آیا ہے۔ قرآن جو اسلام کی آسمانی کتاب ہے۔ درحقیقت انسانی تربیت کی کتاب ہے جو انسان کو اس کے تمام پہلوؤں میں، روحانی پہلو میں، جسمانی پہلو میں اور سیاسی، معاشرتی، ثقافتی، عسکری، غرض یہ کہ تمام پہلوؤں میں تربیت کرتی ہے۔ اسلام اسی لیے آیا ہے کہ ہمیں تربیت کا راستہ دکھائے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی، اپنے جوانوں اور اپنی خواتین کی اسلام کے مطابق تربیت کریں اور ہماری خواتین اپنے دامن میں اپنی اولاد کی اس طرح اسلامی تربیت کریں کہ جب وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اور کسی حیثیت و آبرو کے مالک ہوں تو اسلام و انسانیت کے خدمت گزار بنیں۔

(صحیفہ امام، ج ۶ ص ۵۳۰)

سب پر اسلام کا حق ہے

...اسلام ہم سب پر حق رکھتا ہے اور اسلام سب پر حق ہدایت رکھتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۴۰)

تحول کا اصلی سبب، قرآن ہے

یہ قرآن ہی کا معجزہ ہے کہ جس نے ہماری خواتین کو ٹینک وتوپ اور گولیاں اگلتی مشین گنوں کے سامنے لا کھڑا کیا اور آپ نے کسی بھی چیز سے خوف محسوس نہیں کیا۔ یہ اسلام وقرآن ہی کا نور ہے کہ جس نے آپ کے قلوب اور پوری ایرانی عوام کے دل میں جلوہ کیا ہے۔ آپ خواتین کا شہادت سے خوف نہ کھانا، دراصل نور ایمان ہی کی وجہ سے ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۹۲)

دوسرے عالم میں انسانی زندگی

وہ افراد جو قرآن واسلام پر پختہ عقیدہ اور دوسرے عالم کے وجود پر قلبی ایمان رکھتے ہیں وہ اس دنیا کی زندگی کو ایک حیوانی زندگی جانتے ہیں اور دوسرے عالم میں انسانی زندگی سے جو اس عالم کی زندگی سے بہت بلند وبرتر ہے ہرگز خوف نہیں کھاتے ہیں۔ انسان اس جگہ سے ایک دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے کہ جو یہاں سے بہت بہتر ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۷۶)

اسلام اور روح وجسم کی تقویت

اسلام ہی ہمیں دنیا وآخرت کی سعادت پر فائز کرسکتا ہے اور ایک صحیح اور حقیقی آزادی صرف اور صرف اسلام کے دامن میں ہی ہمیں نصیب ہوسکتی ہے۔ اگر ہم دوسروں سے غیر وابستہ اور جدا ہو کر اپنے پیروں پر کھڑے ہونا چاہتے ہیں تو یہ استقلال صرف اسلام ہی کی نعمت سے ہمیں ملے گا۔ یہ اسلام ہی ہے جو ہماری روح وروحانیت کو مضبوط وقوی کرسکتا ہے کہ جس کے ساتھ ساتھ ہمارا جسم بھی قوی ہوجائے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۶۲)

معاشرے پر اسلام کی عنایت

اسلام انسان کو محبّ انسان اور بشر دوست بناتا ہے اور یہ اسلام ہی ہے جو انسان پر کرم وعنایت کرتا ہے۔ اگر اسلام نے جہاں کہیں بھی برے افراد سے جنگ کر کے ان کے شر وفساد کو ختم کیا ہے تو یہ دراصل معاشرے کی بہت بڑی خدمت ہے اور اس پر اسلام کا بہت عظیم کرم وعنایت ہے کیونکہ یہ لوگ مفسد تھے۔

(صحیفہ امام، ج۸،ص۸۲)

اسلام اور مکتب غرب میں فرق

اسلام اور دوسرے تمام توحیدی مکاتب، انسان کامل کی تربیت کرنا چاہتے ہیں، جبکہ مغرب اس بات سے بالکل بے خبر اور لاتعلق ہے۔ (صحیفہ امام، ج۸،ص۱۰۵)

قرآن سے مسلمانوں کی غفلت

اسلام ایک آسمانی دین ہے جو اقوام عالم کی ہدایت وارشاد، ان کے اختلافات کے خاتمے، انہیں انسانی کمالات کی جانب ہدایت اور ان کے درمیان ظلم وستم اور ناانصافی کی جڑوں کو کاٹنے کیلئے آیا ہے۔ لیکن تقریباً تمام ہی مسلمان اور اسی طرح اسلامی حکومتیں اس راز وحقیقت سے کہ جس کیلئے اسلام آیا ہے، یا غافل تھیں یا انہوں نے تغافل برتا۔ پوری تاریخ میں مسلمانوں کو جن مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان اسلامی تعلیمات سے دور تھے اور وہ اسلام کی لائی ہوئی وہدایت کا ادراک کرنے سے قاصر رہے یا اپنے مخصوص اغراض ومقاصد کی وجہ سے اس پر عمل پیرا نہ ہوسکے۔

مسلمانوں کی سب سے بڑی اور اساسی مشکل یہی ہے کہ وہ اسلام وقرآن سے دور ہیں۔ اگر مسلمان اس امر الٰہی ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقے میں نہ پڑو''[۱] کے مطابق اگر صرف اسی ایک واجب، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۳۔

عمل کرتے تو ان کی تمام سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور دیگر مشکلات حل ہو جاتیں اور کسی میں بھی ان کا مقابلہ کرنے کی قدرت وطاقت نہ ہوتی۔ (صحیفہ امام، ج ۹، ص ۱۳۹)

اسلام، حرکت وپیشرفت کا مکتب

اسلام حرکت وپیشرفت کا مکتب ہے۔ اسی طرح قرآن بھی متحرک کتاب ہے۔ قرآن انسان کو طبیعت ومادے سے غیب کی جانب، مادیت سے معنویت کی سمت متحرک کرتی ہے اور عدل وانصاف برقرار کرنے کی راہ میں اور عادلانہ حکومت قائم کرنے کیلئے حرکت دیتی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۲۹۱)

اسلام اور معرفت خدا

مختلف ممالک کو فتح کرنے سے اسلام کی مراد یہ ہے کہ تمام عالم میں خداوند عالم کی شناخت کرائی جائے۔ تمام عالم کی الٰہی تربیت کے تحت پرورش کی جائے، یعنی انسانی تربیت کہ جو انسان کو ایسے مقام پر پہنچا دے کہ جس کا وہم وگمان بھی محال ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۸، ص ۴۳۶)

اسلام ایک سنجیدہ مکتب

اسلام کی باتیں اور احکام واوامر کوئی مذاق نہیں، بلکہ سب واقعیت وحقیقت پر مبنی ہیں اور اسلامی احکامات واوامر سب لہو ولعب اور بیہودگی سے بہت دور ہیں۔ اسلام یقینی امور کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اسلام مادی ومعنوی دونوں ابعاد میں واقع بینی اور حقیقت پسندی سے کام لیتا ہے۔ لہو ولعب، لغویات اور وہ تمام چیزیں کہ جن سے اسلام نے منع فرمایا ہے، یہی وہ امور ہیں کہ جن کے پیچھے یہ برے افراد جاتے ہیں۔ آپ جس چیز کو دیکھیں کہ یہ افراد اس کی ترویج کر رہے ہیں تو سمجھ لیں کہ یہ چیزیں اسلام کے خلاف ہیں اور اسلام نے ان سے منع کیا ہے۔ وہ تمام چیزیں کہ جس کے ارتکاب سے اسلام نے منع کیا ہے، یہی وہ چیزیں ہیں کہ جو ہمارے جوانوں کو تباہی کی طرف کھینچ رہی ہیں۔ اسلام کو کفار اور ہماری مملکت پر حملہ کرنے والوں کے مقابلہ میں سپاہی اور جنگجو کی ضرورت ہے، اسلام ایک مجاہد کی پرورش کرنا چاہتا ہے نہ کہ ایک عیاش

وآرام طلب انسان کی کہ جو اپنی عیاشی اور عیش وعشرت کے تمام سامان کو جمع کر کے عیش ومستی کی زندگی گزارنے کا خواہشمند ہے۔ یہ ظالم وفاسد طاقتیں چاہتی ہیں کہ انسان کی تمام چیزوں حتی اس کی غیرت وشرافت کو ختم کردیں تاکہ یہ اپنی عیاشی اور رقص وسرور میں ہی لگا رہے۔ اسلام ایک سنجیدہ مکتب ہے، ایسا مکتب ومسلک جو واقعیت ویقینی امور کی طرف دعوت دیتا ہے اور جو بیہودگی، لہو ولعب، لغویات اور کھیل وتماشے سے دور ہے۔

وہ کھیل کہ جس کی اسلام نے اجازت دی ہے وہ اسب سواری اور تیراندازی ہے کہ جس میں اسلام نے مقابلہ کی اجازت دی ہے، کیونکہ یہ دونوں خود جنگی امور سے تعلق رکھتے ہیں، بلکہ اسلام نے ان میں شرط لگانے کی بھی اجازت دی ہے۔ لیکن جو چیز قابل اہمیت ہے وہ یہ کہ یہ مسائل بہت زیادہ حقیقت سے نزدیک ہیں۔ (صحیفہ امام، ج۹، ص۴۵۲)

اسلام، تباہی وبربادی کا مخالف

اسلام تمام انسانوں کا غمخوار اور ہمدرد ہے نہ فقط آپ کا ہمدرد ہے۔ اسلام اسی ہمدردی وغمخواری کے ساتھ انسانیت اور تمام اقوام کیلئے نازل ہوا ہے۔ اسلام نبی نوع انسان کو کجی وانحرافات اور ان تمام چیزوں سے جو انسان کیلئے تباہی کا پیغام لاتی ہیں، نجات دینا چاہتا ہے۔ حضرت ختمی مرتبت ﷺ اس وجہ سے لوگوں اور کافروں کیلئے غم واندوہ میں مبتلا ہوتے تھے کہ یہ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوتے اور ہدایت قبول کیوں نہیں کرتے؟

اگر اسلام عملی طور پر نافذ ہوتا تو دنیا وآخرت میں آپ کی تمام امیدیں اور آرزوئیں سب برآتیں، نہ فقط دنیا کی بلکہ دونوں جہانوں کی۔ اسلام ہر قسم کی مفید اور نفع بخش ترقی وپیشرفت اور تمام صنعتوں کو مثبت نگاہوں سے دیکھتا ہے جبکہ بربادی وتباہی پھیلانے والے تمام کاموں کا سختی سے مخالف ہے۔ اسلام ہمارے نوجوانوں اور ہماری قوم کو تباہ وبرباد کرنے والی تمام چیزوں کا مخالف ہے لیکن ہر قسم کی مفید ترقی، پیشرفت اور تمدن کا موافق بھی ہے۔ اسلام آپ کی اور ہماری، دوسری طاقتوں سے وابستگی اور انہی کے سہارے پر زندگی گزارنے کا مخالف ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ تمہاری صنعتوں، زراعت، اقتصاد ومعیشت، ثقافت اور دیگر

اداروں کو دوسروں سے ہرگز وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے ممالک سے ماہرین آئیں اور ہمیں چلائیں۔ ہمیں چاہیے کہ خود اپنا نظام سنبھالیں اور ایسی نوبت نہ آئے کہ ہمارے نظام کو امریکی ماہرین آ کر چلائیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۵۱)

دعا کے ساتھ ساتھ کام اور خدمت میں اضافہ

یہ افراد جو اپنی خام خیالی کے مطابق لوگوں کو دعا اور ذکر وغیرہ سے پرہیز کرنے کا حکم دیتے ہیں تاکہ لوگ دنیا دار بن جائیں، یہ لوگ ہرگز نہیں جانتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے؟ یہ نہیں جانتے ہیں کہ یہی دعا ومناجات وغیرہ ہی ہیں کہ جو انسان کی اس طرح تربیت کرتی ہیں کہ اسے دنیا سے جس طرح سلوک اختیار کرنا چاہیے، وہ ویسا ہی سلوک اختیار کرتا ہے۔ تمام انبیاء نے تمام مشکلات کا سامنا کیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ سب اہل ذکر وفکر اور اہل دعا ومناجات بھی تھے اور وہی تھے کہ جنہوں نے دنیا میں عدل وانصاف کو قائم کیا اور ان سب ظالموں اور ستمگروں کے خلاف قیام کیا۔ یہی کام امام حسینؑ نے انجام دیا کہ جنہوں نے روز عرفہ دعائے عرفہ پڑھی اور آپ دعائے عرفہ کو جانتے ہیں کہ وہ کتنی عظیم دعا ہے! یہی دعائیں اور خدا کی طرف توجہ دراصل خدا کیلئے قیام جیسی باتوں کا پیش خیمہ بنتی ہے اور یہی دعائیں ہیں کہ جو انسان کی توجہ مبدأ غیب کی طرف دلاتی ہیں۔ اگر انسان صحیح انداز سے دعاؤں کو پڑھے تو یہی مبدأ غیبی کی طرف توجہ اس بات کا موجب بنے گی کہ انسان سے دنیوی علائق آہستہ آہستہ کم ہو جائیں۔ یہ دعائیں نہ صرف یہ کہ مانع از فعالیت نہیں ہیں، بلکہ انسان بہتر انداز سے اپنی فعالیت انجام دیتا ہے لیکن یہ فعالیت اپنی ذات کیلئے نہیں ہوتی ہے۔ دعاؤں کے پڑھنے سے انسان اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ اسے اپنے اور اپنی دنیا کے بجائے مخلوق خدا کیلئے فعالیت انجام دینی چاہیے کہ جو دراصل خدا کی خدمت وعبادت ہے۔

(تفسیر سورہ حمد، ص ۱۳۹)

دعاؤں کا تربیتی کردار

چونکہ یہ لوگ دعا کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اس لیے یہ لوگ دعاؤں کی کتابوں پر تنقید کرتے ہیں، یہ لوگ جاہل ودرماندہ ہیں اور یہ اس بات سے لاعلم ہیں کہ یہ دعاؤں کی کتابیں کس طرح کا انسان بناتی ہیں۔

یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ دعائیں جو ہمارے ائمہ ؑ سے نقل کی گئی ہیں، مثلاً مناجات شعبانیہ، دعائے کمیل، دعائے عرفہ امام حسین علیہ السلام، دعائے سمات وغیرہ، یہ کیسے انسان کی تربیت کرتی ہیں۔

(تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۵۰)

نہج البلاغہ اور مفاتیح الجنان، انسان کامل بنانے کیلئے ہیں

یہ دعائیں انسان کو ظلمت وتاریکی سے نکالتی ہیں اور جب انسان ظلمت وتاریکی سے باہر آجائے تو ایک ایسا انسان بن جاتا ہے کہ جو صرف خدا کیلئے کام کرتا ہے، اس کے سارے امور خدا ہی سے متعلق ہوتے ہیں، وہ تلوار چلاتا ہے تو خدا کیلئے، قتل کرتا ہے تو خدا کیلئے اور اگر قیام کرتا ہے تو وہ بھی اپنے پروردگار کیلئے۔ نہ یہ کہ یہ دعائیں انسان کو ناکارہ اور نکما بنا دیتی ہیں جیسا کہ یہ (مخالف) افراد کہتے ہیں۔ یہ افراد ایک وقت ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ جب انہیں حقیقی اور غیبی باتیں بھی فرضیات نظر آنے لگتی ہیں۔ یہی دعائیں، خطبے، یہی نہج البلاغہ، یہی مفاتیح الجنان اور یہی دعاؤں کی کتابیں ہیں جو انسان کو کامل بنانے میں اس کی مدد کرتی ہیں اور جب ایک انسان، کامل ہو جائے تو وہ ان تمام باتوں پر عمل کرتا ہے، وہ کھیتی باڑی بھی کرتا ہے لیکن خدا کیلئے اور وہ جنگ بھی کرتا ہے تو صرف خدا کیلئے۔

(تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۵۰)

دعا، ہر قسم کی خیر وبرکت کا سرچشمہ

جب عرفانی اور دعاؤں کی کتب وغیرہ کو آگ لگائی جارہی تھی تو کسروی وغیرہ آگ لگانے کے ساتھ ساتھ یہی کہہ رہے تھے کہ ''دعائیں انسان کو ناکارہ، سست اور نکما بنا دیتی ہیں''۔ یہ لوگ دعا کی حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں، یہ افراد نفوس میں دعا کی تاثیر سے ناواقف ہیں اور نہیں جانتے ہیں کہ تمام خیر وبرکات انہی دعا پڑھنے والوں کے سبب سے ہیں۔ یہی افراد کہ جو معمولی طریقہ سے دعا کو پڑھتے اور ذکر خدا کرتے ہیں، اپنے اندر موجود تاثیر کے تناسب سے ان لوگوں سے بہتر ہیں جو تارک دعا ہیں، خواہ یہ طوطے کی مانند ہی دعا کیوں نہ پڑھتے ہوں لیکن اسی چیز نے ان کے باطن میں اثر پیدا کیا ہے۔

(تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۵۲)

معاشرے کی خدمت میں اہل ذکر افراد کا دوسروں سے موازنہ

اگر صرف قرآن کو پڑھا جائے اور دوسری تمام دعا و حدیث کو چھوڑ دیا جائے اور قرآن کو دعا و حدیث سے جدا کر دیں تو جان لیے کہ قرآن بھی کسی کام نہیں آئے گا۔ وہ لوگ جو قرآن کو معاشرے میں لانے کیلئے پڑھتے ہیں، دعا و حدیث کو رد کر دیتے ہیں تو وہ قرآن کو بھی معاشرے میں نہیں لا سکتے۔ یہ سب شیطان کے وسوسے ہیں اور وہ چیزیں ہیں کہ جو انسان کو دھوکہ دیتی ہیں۔ یہ وہ چکنی چپڑی باتیں ہیں کہ جو ہمارے جوانوں کو فریب دیتی ہیں۔ ہمارے جوانوں کو چاہیے کہ دیکھیں کہ وہ لوگ جو اہل دعا و ذکر اور حدیث تھے وہ معاشرے کی زیادہ خدمت کرتے تھے یا وہ افراد کہ جنہیں حدیث اور دعا و ذکر سے کوئی کام نہیں تھا اور یہ کہتے تھے کہ ہم صرف اہل قرآن ہیں۔ یہ تمام خیر و برکت مومنین کے وجود سے ہی ہے۔ معاشرے میں مستحق افراد کی دستگیری اور صدقے و خیرات کیلئے وقف شدہ ادارے سب اہل ذکر و دعا اور اہل نماز کی طرف سے قائم کیے گئے ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ گزشتہ زمانے کے اشراف و متمول افراد کہ جو اہل نماز تھے وہ اسکول، دینی مدارس اور ہسپتال وغیرہ تعمیر کرتے تھے۔ (تفسیر سورہ حمد، ص ۱۵۳)

ملکی ترقی میں دعا کا کردار

لوگوں کو خدا کی طرف متوجہ کرنے کیلئے حتمی طور پر ترغیب دلانی چاہیے۔ اس بات سے قطع نظر کہ یہ دعائیں انسان کو کمال مطلق تک پہنچانے میں مدد کرتی ہیں۔ یہ دعائیں ملک کی ترقی و خوشحالی میں بھی بہت معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ ایک وقت مدد کرنا یہ ہے کہ انسان کسی چور کو گرفتار کرتا ہے یا یہ کہ وہ خود چوری نہیں کرتا۔ جو لوگ اہل مسجد و دعا ہیں وہ معاشرے کے نظم و نسق میں اختلال و بے نظمی ایجاد نہیں کرتے اور یہ بات بذات خود ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ ایک معاشرے میں بہت سے افراد ہوتے ہیں، آپ یہ فرض کریں کہ معاشرے کی نصف آبادی ایسے افراد پر مشتمل ہے جو اپنے اسی دعا و مناجات اور ذکر خدا میں مشغول ہونے کی وجہ سے معصیت الٰہی سے اجتناب کرتی ہے، مثلاً ایک دکاندار ہے جو وہاں اپنی روزی کیلئے دھوڑ دھوپ کرتا ہے اور نہ کوئی گناہ انجام دیتا ہے اور نہ کسی قسم کی چوری کرتا ہے۔ لیکن وہ افراد جو گھات لگا کر اور اسلحہ اٹھا کر انسانوں کو قتل کرتے ہیں، اور دعا وغیرہ سے سروکار نہیں رکھتے اور اگر وہ ان باتوں کے اہل

ہوتے اور انہیں سمجھتے تو ہرگز یہ کام نہیں کرتے۔ ایک معاشرے کی تربیت انہی چیزوں، یعنی دعا و مناجات و ذکر سے ہوتی ہے کہ جو پیغمبر اور خدا سے نقل ہوئی ہیں۔ (تفسیر سورہ حمد، ص ۱۵۴)

دعا کے ذریعے قلب کے حجابوں کا دور ہونا

ہم مناجات شعبانیہ میں پڑھتے ہیں کہ ﴿اِلٰهِي! هَبْ لِيْ كَمَالَ الْاِنْقِطَاعِ اِلَيْكَ وَاَنِرْ اَبْصَارَ قُلُوبِنَا بِضِيَاءِ نَظَرِهَا اِلَيْكَ حَتّٰى تَخْرِقَ اَبْصَارُ الْقُلُوبِ حُجُبَ النُّورِ﴾[1] ''خداوندا! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تمام چیزوں سے کٹ کر اور دنیوی و مادی علائق سے جدا ہو کر صرف تیرا بن جاؤں اور ہمارے قلوب کی آنکھوں کو نورانی بنادے حتی نورانی حجابوں کو بھی ہٹادے''۔

خداوندا! ہماری اس مقام کی طرف ہدایت کرتا کہ ہماری باطنی آنکھیں نورانی حجابوں کو ہٹا کر اس پار دیکھ سکیں اور تجھ تک پہنچ سکیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۷)

قلبی حجابات کو ختم کرنے میں دعا کا کردار

آپ قرآن و نماز میں پڑھتے ہیں کہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ یعنی ایک راہ مستقیم ہے کہ جو انسان کو اس کے کمال مطلق تک پہنچاتی ہے اور انسان کی حیرانی و پریشانی کو ختم کر دیتی ہے۔ بشر اگر خود اس راہ مستقیم کو طے کرنا چاہے تو وہ نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ اس سے لاعلم ہے۔ یہ خدا ہے کہ جو اس راہ مستقیم کو جانتا ہے، یعنی وہ راہ جو انسان کی حیرانی و پریشانی اور بے چینی و اضطراب کو ختم کرتی ہے۔ اس کی انتہا اور آخر خداوند عالم پر ہوتی ہے۔ ہم اپنی نمازوں میں خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم کی جانب ہدایت فرمائے، سیدھی راہ، نہ ادھر کی اور نہ ادھر کی ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ عذاب شدہ اور گمراہوں کی راہ، صراط مستقیم سے بالکل الگ ہے۔ یہ لوگ اپنی راہ پر جتنا بھی آگے جاتے ہیں اپنے اصل مقصد سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۶)

۱۔ مصباح المتہجد و سلاح المتعبد، ص ۳۷۴؛ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۹۷۔

اسلام اور انسانی مشکلات کا حل

اسلام حیران و پریشان اور راہ کمال کو ڈھونڈ ھنے کیلئے ادھر ادھر بھٹکنے والے افراد کو کہ جو اپنے کمال مطلق کی جانب متوجہ نہیں ہیں، پریشانیوں اور مشکلات سے نکالنا اور انہیں اپنے پرچم تلے جمع کرنا چاہتا ہے۔ اسلام اسی لیے آیا ہے کہ ان سب کو ایک راہ مستقیم کی جانب ہدایت کرے تا کہ اپنے مقصد پر پہنچ سکیں۔ لیکن یہ لوگ اسلام سے کیوں فرار کرتے ہیں؟ اسلام میں جو کچھ ہے وہ قوموں اور بشریت کی اصلاح حال کیلئے ہے۔ اسلام ان منحرف لوگوں کو راہ راست اور راہ سلامتی کی جانب لوٹانا چاہتا ہے تا کہ یہ آپس میں ہم آہنگ، بھائی اور دوست بن جائیں اور آپس میں پیار و محبت سے پیش آئیں، یعنی اہل جنت کی مانند ہوں کہ ﴿اِخوانـاً عَلی سُرُرٍ مُتقابِلین﴾[۱] سب آپس میں بھائی ہیں کہ وہاں ان میں کینہ وحسد نہیں ہوگا گویا ان کے دل پاک ہو چکے ہیں۔ اگر ہم خدانخواستہ جہنم میں جائیں تو جہنم میں بھی ہم گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔ جہنم بھی (گناہگار افراد کیلئے) جنت میں جانے کا راستہ ہے۔ اسلام اسی لیے آیا ہے کہ مسائل و مشکلات میں گرفتار بنی نوع انسان کو نجات دے اور سب کو برادری، بھائی چارے، برابری و انصاف اور راہ راست کی طرف بہترین حالت میں لے جائے۔ جس طرح ایک چرواہا اپنے گلّے کو لے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی بھیڑ بکریوں کو ایک اچھی اور سرسبز جگہ لے جائے تا کہ وہ سیر ہو کر چریں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ غالباً اکثر پیغمبروں نے یا سب نے جانوروں کو چرایا ہے۔

یہ منحرف گروہ کیوں اسلام کے دامن سے فرار کرتے ہیں؟ وہ آئیں اور دیکھیں کہ اسلام کیا کہتا ہے۔ اسلام اس دن سے بشر کے ہمراہ ہے کہ جب وہ اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور جب وہ صاحب اولاد ہوتا ہے تو اسلام چاہتا ہے کہ یہ بچہ، نیک و صالح ہو، اپنی ماں کی آغوش میں بھی اچھی تربیت پائے اور اسکول میں بھی اسے اچھا ماحول ملے اور اسی طرح زندگی کے آخری لحات تک وہ نیک رہے۔ اسلام آپ سب کو راہ راست کی جانب ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ آپ اسلام کو ایسا مت تصور کریں کہ وہ آپ کو اپنے قبضہ قدرت میں لینا چاہ رہا ہے تا کہ آپ کو غلام بنا کر کسی کے ہاتھ فروخت کردے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۵۰۸)

۱۔ سب آپس میں بھائی اور دوست ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے عزت کے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ (سورہ حجر، آیت ۴۷)۔

اعلیٰ مقاصد کی جانب قرآن کی ہدایت

قرآن کو چھوڑ کر کسی اور کے دامن سے وابستہ نہ ہوں، کیونکہ قرآن سے بہتر کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے اور نہ ہی قرآن سے زیادہ بہترین کوئی اور مکتب ہے۔ یہ قرآن ہی ہے کہ جو اعلیٰ مقاصد کی جانب ہماری ہدایت کرتا ہے اور ہم اپنے باطن میں ان کی جانب توجہ رکھتے ہیں لیکن خود آگاہ نہیں ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۵۱۱)

دعا کے وسیلہ سے ہدایت

جب ہمارے ائمہ علیہم السلام کو عوام الناس کیلئے ظاہری اور اعلیٰ الاعلان دعوت دینے سے روک دیا گیا تو انہوں نے انہی مناجات اور دعاؤں کے ذریعہ سے لوگوں کو دعوت حق دی کہ جس کی طرف وہ ہمیں لے جانا چاہتے تھے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۳۲)

تربیت کی غرض وغایت

آپ قرآن کریم کے پہلے ہی سورے میں پڑھتے ہیں کہ ﴿الحمدُ للّٰہ ربِّ العالمین﴾ یعنی خدا نے ''ربوبیت'' (تربیت) کے لفظ اور مبدأ تربیت کو قرآن کے آغاز میں بیان کیا ہے۔ خدا کے نمائندوں نے ہمیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ ہم دن رات میں کئی مرتبہ نماز میں اسے پڑھیں اور تربیت و ربوبیت کے مسئلہ کی جانب توجہ رکھیں کہ جس کا سب سے اعلیٰ درجہ خداوند عالم سے مخصوص ہے اور اس کے بعد انبیاء اس تربیت کے ذمہ دار ہیں اور ان کے بعد تمام انسان۔ تربیت و ربوبیت کا یہ مسئلہ اتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ لفظ ''اللہ'' کے بعد ''ربّ العالمین'' (وہ تمام جہانوں کا مربی ہے) ذکر کیا گیا ہے۔ اسی سورے کے وسط میں ہم پڑھتے ہیں کہ اس تربیت کی غایت ''صراط مستقیم'' پر چلنا ہے اور اس صراط مستقیم کی انتہا کمال مطلق اور اللہ ربّ العزت کی مہربان ذات ہے۔ ہمیں انبیاء اور اولیائے الٰہی کے زیر تربیت رہنے کی دعوت دی گئی ہے تاکہ وہ ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت کریں۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ دن رات میں کئی مرتبہ خداوند عالم سے چاہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرے، بالکل سیدھا راستہ، نہ دائیں نہ بائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۵۴)

کتاب وحکمت کے فہم کی شرط

﴿بعث الیکم﴾ اس نے ایک رسول کو تمہاری جانب مبعوث کیا ہے جو تمہارے لیے قرآن اور آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔ ﴿ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ﴾۱ ''اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔ شاید آیات کا یہی ٹکڑا تلاوت قرآن کی غایت ہو، یعنی رسولؐ ہمارے ''تزکیہ وتعلم'' کیلئے ہمارے سامنے آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ تعلیم سب کیلئے ہے، اسی کتاب (قرآن) کی تعلیم اور اسی حکمت کی تعلیم جو اسی کتاب سے متعلق ہے۔ پس بعثت رسولؐ کی اصل وجہ قرآن اور وحی کا نزول ہے جبکہ انسان کیلئے تلاوت قرآن کی علت یہ ہے کہ تمام انسان تزکیہ نفس کریں اور ان کے نفس کے اندر موجود ظلمت وآلودگی سے انہیں پاک کیا جائے تاکہ جب ان کے نفس واذہان صاف اور روح سبک ہو جائے تو اس قابل بن سکیں کہ کتاب وحکمت کو سمجھ سکیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۳۸۸)

تعلیم وتربیت میں قرآن کا غنی ہونا

ہماری جوامع میں جس طرح مادی علوم کی تدریس کی جاتی ہے اسی طرح معنوی علوم کی بھی تدریس کی جائے۔ اسلام شناس افراد اور اسلامی تربیت کے ماہرین ہماری جوامع میں انسانی اور تربیتی امور کی تدریس کریں۔ اس میں سے بعض افراد یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ اسلام نے معاشرے کی ہدایت واصلاح کیلئے احکام بیان نہیں کیے ہیں یا اسلام نے تربیتی امور پر بہت کم زور دیا ہے۔ اسلام دیگر تمام مکاتب سے زیادہ اور عمیق انداز میں انسانی اقدار اور تربیتی امور کو بیان کرتا ہے کہ جو اسلامی احکامات کی فہرست میں سب سے اوپر ہیں۔ جس طرح اسلام نے اقتصاد و معیشت کو بیان کیا ہے (اسی طرح تربیتی امور کو بھی بیان کیا ہے)۔ ہم آج اس طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتے جیسا کہ ماضی میں تھے کہ جب مغرب سے ہمارے لیے سوغات پر سوغات لے کر آتے تھے اور (ہمیں غافل کر کے) ہماری جوامع میں ہمارے نوجوانوں کو خراب کر رہے تھے اور ہم آج بھی خاموش تماشائی بنیں رہیں کہ مغرب سے تربیت یافتہ افراد آ کر ہمارے نوجوانوں کی تربیت

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴؛ سورۂ جمعہ، آیت ۲۔

کریں۔آج قرآنی تربیت ہونی چاہیے۔قرآن پورے عالم میں موجود کتابوں میں تعلیم وتربیت کے لحاظ سے سب سے زیادہ غنی کتاب ہے۔بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام باتوں کو بیان کرنے کیلئے ماہر افراد کی ضرورت ہے۔

(صحیفہ امام، ج۱۵،ص۳۱۲)

قرآن، اصلاح معاشرہ کی کتاب

...قرآن خداوند عالم کی زندہ کتاب ہے اور وہ بھی ایسی کتاب کہ جس کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ لوگوں کی تہذیب نفس کرے اور اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں۔بنیادی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قرآن اسی مقصد کیلئے نازل ہوا ہے، کیونکہ بشریت کو اس چیز کی دیگر تمام چیزوں سے زیادہ ضرورت ہے۔قرآن انسانی ذات کی تعمیروتربیت کی کتاب ہے۔انسان اپنے کمال تک پہنچنے میں جتنے مراحل طے کرتا ہے ان تمام مراحل کیلئے قرآن کی دعوت موجود ہے اور صحیح راہ حل بھی۔وہ تمام قصے جو قرآن میں نقل کیے گئے ہیں کہ ان میں سے بعض قصوں کی تکرار بھی کی گئی ہے اور وہ بھی اسی لیے کہ یہ مسائل بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور یہ تمام قصے لوگوں کی صحیح سمت میں راہنمائی اور ان کی تہذیب نفس کیلئے ہیں۔قرآن، کتاب احکام نہیں ہے، قرآن نے احکام کی کلی اور موٹی موٹی باتوں اور اصولوں کو بیان کیا ہے اور وہ بھی کھل کر نہیں بتایا۔قرآن راہ حق کی جانب دعوت دینے والی اصلاح معاشرے کی کتاب ہے، چونکہ جب کسی معاشرے کی قرآن کے ذریعے اصلاح ہوجائے گی تو پھر سنت نبی ﷺ اور حضرت ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ذریعہ سے رسول اکرمؐ کی بیان شدہ احادیث وروایات پر عمل کیا جائے گا۔

(صحیفہ امام، ج۱۵،ص۵۰۲)

قرآن اور بھائی چارے کی زندگی گزارنا

اسلامی تعلیمات کا مقصد پوری دنیا میں دوسروں کے ساتھ مل جل کر پیار محبت سے رہنا ہے۔

(صحیفہ امام، ج۱۸،ص۹۰)

قرآن صاعد

رمضان المبارک اور ماہ شعبان میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں یہ مقصد کی جانب ہماری راہنمائی کرتی

ہیں اور ہمارے شیخ (رحمۃ اللہ علیہ)[1] کی تعبیر کے مطابق یہ "قرآن صاعد" ہیں۔ وہ دعاؤں کو قرآن صاعد اس لیے کہتے تھے کہ قرآن نزول کرنے والا ہے جبکہ دعائیں بندوں کی طرف سے خدا کی جانب پرواز اور صعود کرنے والی ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۸، ص ۲۸۱)

قرآن، معرفت الٰہی کا خزانہ

اگر ہم قرآن شریف کے پہلے ہی سورے کا تدبّر اور اپنی حیوانی نگاہوں کے بغیر مطالعہ کریں اور ظلمانی ونورانی حجابوں کے بغیر اس کے حقیقی نور کا جلوہ دیکھیں تو معرفت کے چشمے ہمارے قلب سے جاری ہوجائیں گے لیکن افسوس کہ ہم اس کے ابتدائی کلمات سے بھی بے خبر ہیں۔ (سعدیؒ فرماتے ہیں:)

این مدعیان در طلبش بی خبرانند   آن را خبر شد خبری باز نیامد

قرآن میں تدبّر

میں حقیقت سے لاعلم اور بے عمل شخص اپنی بیٹی[2] کو کہتا ہوں کہ فیض الٰہی کے اس سرچشمہ "قرآن کریم" میں تدبر کرو خواہ صرف اسے پڑھنے اور اس کی تلاوت کی ہی حد تک کیوں نہ ہو اس لیے کہ یہ حقیقت سے بے خبر اور اپنی ذات کے حجاب میں محجوب، سامع کیلئے اس کے محبوب کا نامہ ہے کہ جس کو صرف پڑھنے سے جان و دل کو تسکین ملتی ہے۔ لیکن اس نامۂ محبوب میں تدبر کرنا انسان کو بلند مقامات کی جانب ہدایت کرتا ہے۔ ﴿أفلا یتدبّرون القرآن أم علیٰ قلوبٍ أقفالها﴾[3] "کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں" اور جب تک یہ قفل نہ کھلیں تو اس وقت تک تدبر بھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔ (رہ عشق، ص ۲۷)

۱۔ علم عرفان میں امام خمینیؒ کے استاد: آیت اللہ شاہ آبادیؒ۔

۲۔ امام خمینیؒ کی بہو اور حجت الاسلام والمسلمین حاج سید احمد خمینی مرحوم کی زوجہ۔

۳۔ سورۂ محمدؐ، آیت/۲۴۔

سورۂ حشر میں معرفت کے خزانے

میرے فرزند[1] سورہ مبارکہ حشر کا مطالعہ کرو خاص طور پر اس کی آخری آیات کا کہ جو معرفت و تربیت کے خزانوں سے پر ہیں اور وہ واقعاً اس قدر قابل اہمیت ہیں کہ انسان ایک عمران گراںبہا مطالب میں تفکر کرے اور خدا کی مدد سے ان مطالب سے زادراہ اور توشہ عقبیٰ کا سامان کرے۔

(نقطہ عطف، ص ۱۸)

دعاؤں کا مطالعہ ہمارے کردار وافکار میں سرفہرست ہو

ائمہ معصومین علیہم السلام کی دعاؤں کا مطالعہ اور خوف خدا اور عذاب الٰہی سے ان کا گریہ وزاری اور نالہ وفریاد ہمارے کردار وافکار میں سرفہرست ہونا چاہیے۔ (نقطہ عطف، ص ۴۲)

اسلام کا ہنر

ہر قسم کے اقتصادی بائیکاٹ، سیاسی دباؤ، دھونس و دھمکیوں، دشمن کے تمام تر پروپیگنڈے، کئی سالوں کی مشکلات و زحمات کے بعد صرف ایک عزیز ترین شخص[2] کی دعوت پر پورے ایران کے عوام سڑکوں پر نکل آئے اور یہ اسلام ہی کا ہنر ہے۔ اسلام نے لوگوں کو اس طرح منقلب کر دیا ہے کہ خوف ان کے دلوں سے نکل گیا ہے۔ ان کی جانوں کو اس طرح خدائی تحفہ اور قلبی خیالات کو معنوی بنا دیا ہے کہ لوگ مظاہروں میں اپنے چھوٹے بچوں کو کفن پہنا کر لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم شہادت کیلئے تیار ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۲۸۶)

۱۔ حجت الاسلام والمسلمین سید احمد خمینی مرحوم۔

۲۔ یہاں امام خمینیؒ کا اشارہ حجت الاسلام رفسنجانی کی دعوت کی طرف ہے جو ۱۹۸۵ء میں پارلیمنٹ کے اسپیکر تھے کہ جس میں انہوں نے عراقی فضائیہ کی طرف سے شہری علاقوں پر بمباری کے جواب میں لوگوں کو عالمی یوم القدس کے مظاہروں میں شرکت کی دعوت دی تھی۔

دعاؤں کے عظیم ترین معرفتی نکات سے محروم ہونا

آپ ائمہ اطہارؑ کی دعاؤں کو ہی ملاحظہ کریں۔ دعائیں کوڑوں کی شکل میں ہمارے سروں پر ماری جاتی ہیں۔ یہ ہستیاں جو حقیقت میں اور ہمارے اپنے عقیدے کے مطابق ہر خطا سے معصوم تھیں، انہیں دیکھیں کہ ان دعاؤں میں کس طرح نالہ وفریاد اور اپنے عجز وناتوانی کو بیان کرتے تھے، چونکہ مسئلہ بہت اہم ہے۔ انسان جس مقام ومرتبے پر بھی ہو لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام سب سے زیادہ بلند وبرتر ہے اس کے باوجود اس مقام کو جب خدائی مقام ومنزلت سے موازنہ کریں کہ یہ ہستیاں خود بھی اس طرف متوجہ ہیں تو اس خدائی عظمت وبزرگی کے مقابل تمام چیزیں ہیچ ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں نے عظمت خدا سے جو کچھ درک کیا ہے اس نے ان کو اپنے معبود سے اس طرح راز ونیاز کرنے اور اپنے گناہ وتقصیر کا اعتراف کرنے کیلئے آمادہ کیا ہے۔ آپ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امیر المومنین علیہ السلام، حضرت سید سجاد علیہ السلام اور دیگر تمام ائمہ علیہم السلام کی دعاؤں کو اٹھا کر دیکھئے کہ کیا خوبصورت کلمات ہیں۔ لیکن ہم ان کے اسرار ومعانی سے کتنے دور ہیں، معرفت واسرار کے کتنے گوہر وصدف اس میں پوشیدہ ہیں کہ جن سے ہم محروم ہیں۔ ان خاصان خدا کے قلوب میں کیا سوز وتڑپ تھی کہ آتش فراق خدا میں جلتے رہتے تھے جبکہ آتش جہنم کیلئے کہتے تھے کہ اگر آتش جہنم پر صبر کر بھی لیں لیکن فراق اور اس کی دوری پر ہمیں کس طرح صبر آئے گا؟ یہ تمام باتیں ہمارے نزدیک ایک افسانے کی سی حیثیت رکھتی ہیں لیکن یہ حقیقت وواقعیت رکھتی ہیں۔ ایک ایسی حقیقت کہ جسے انہوں نے سمجھ لیا تھا اور ہم اسے نہیں سمجھ سکے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۲۰، ص ۵۴)

ایام اللہ
شعائر مذہبی اور عزاداری

مجالس عزا کی اہمیت

ائمہ طاہرینؑ کے فضائل و مصائب میں شیعوں کی طرف سے برپا کی جانے والی مجالس عزا اپنے تمام تر نقائص[1] کے باوجود پھر بھی قابل اہمیت ہیں اور ہمیں آج معاشرے میں جو کچھ بھی اخلاقی اور دینی دستورات، فضائل اور مکارم اخلاق کے جلوے نظر آ رہے ہیں، سب انہی مجالس عزا کا اثر ہیں۔ دین خدا اور تمام آسمانی قوانین کہ جو در اصل مذہب شیعہ ہی ہے جو حضرت علیؑ اور اولی الامرؑ کے مطیع افراد اور ان کی پیروی کرنے والوں کا مذہب ہے۔ انہی مقدس مجالس عزا کے سائے میں آج تک قائم ہیں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ قائم و دائم رہیں گے۔ یہ مجالس، عزاداری کے نام سے دین اور احکام الٰہی کی ترویج کر رہی ہیں۔ اگر دوسرے مسالک کی آبادی کے مقابلے میں شیعہ مذہب کی تعداد کو دیکھا جائے تو شیعہ بہت اقلیت میں ہیں اور اگر (شیعہ مذہب) کی بنیاد کہ جو دین کی سب سے بڑی اور عظیم بنیادوں میں سے ایک ہے، نہ رکھی جاتی تو دین حقہ کہ جو شیعہ مذہب ہی ہے، کا کوئی اثر باقی نہ رہتا اور باطل مذاہب و مسالک، دین حقہ کی جگہ لے لیتے کہ جن کی بنیادیں اور منصوبہ بندی ثقیفہ بنی ساعدہ میں تیار کی گئی تھی اور جسے دین حق کی اساس کو منہدم کرنے کیلئے بنایا گیا تھا۔

۱۔ یہ نقائص، مجالس میں ذاتی نہیں ہیں، بلکہ ہمارے ہی ایجاد کیے ہوئے ہیں اور ہمارے غلط افکار و خیالات، خودساختہ عقیدے اور خواہشات پرستی ہی مجالس کے معنوی و تبلیغی رنگ کو کم کرنے کا باعث بنی ہے۔ (مترجم)

جب خداوند عالم نے یہ دیکھا کہ صدر اسلام میں کچھ موقع پرست افراد نے دین کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے اور انگلیوں پر شمار کیے جانے والے چند افراد کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا جو میدان میں موجود ہوتا تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھیجا کہ جنہوں نے اپنی جاں نثاری اور فداکاری سے امت کو بیدار کیا۔ خداوند عالم نے ان کے عزاداروں کیلئے بہت عظیم ثواب مقرر کیا تا کہ یہ عزاداری (اور یہ ثواب) انہیں بیدار رکھے اور وہ کسی بھی حالت میں کربلا کی بنیادوں کو جو ظلم و جور کی بنیادوں کو اکھیڑنے اور لوگوں کو توحید و عدالت کی طرف دعوت دینے سے عبارت ہے، متزلزل نہ ہونے دیں۔ پس اس حالت میں لازمی ہے کہ اس عزاداری کیلئے جو ان بنیادوں اور اساس پر قائم کی گئی ہے، اس طرح کا عظیم ثواب مقرر کیا جائے تا کہ لوگ تمام تر سختیوں اور مشکلات کے باوجود اس سے دستبردار نہ ہوں ورنہ لوگ (دشمن) حضرت امام حسینؑ کی قربانی اور کوشش و جدوجہد کو بہت جلد پامال کر دیتے کہ جس کے نتیجے میں پیغمبر اسلامؐ کی جانب سے تشیع کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کیلئے کی جانے والی کوششیں اور جدوجہد کلی طور پر پائمال ہو جاتیں۔

(کشف الاسرار، ص ۱۷۳)

مجالس کے ذریعہ اخلاقی برائیوں کا خاتمہ

ائمہ طاہرین علیہم السلام کی یاد منانے والی ان مجالس عزا نے کہ جن کو تم جیسے بے عقل لوگ بے مقصد و بیہودہ خیال کرتے ہیں اور ہم بھی لوگوں کی طرف سے ایجاد کردہ ان کے بعض نقائص کا اعتراف کرتے ہیں، اپنے تمام تر نقائص (کہ جو ہمارے ہی ایجاد کیے ہوئے ہیں) کے باوجود (اسلام کی) بہت زیادہ خدمت انجام دی ہے۔ ان مجالس عزا میں ہونے والے مفید خطابات و بیانات اور اخلاقی گفتگو کے ذریعہ جو نیک اعمال کو انجام دینے والی ہماری حس و طاقت کو تقویت پہنچانے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے، عوام الناس کو معنویت کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ان کے بہت سی اخلاقی و معاشرتی برائیوں کا قلع قمع ہوتا ہے۔

(کشف الاسرار، ص ۲۷۸)

مذہبی اجتماعات سے تبلیغی فائدہ اٹھانا

اسلام نے کچھ اس طرح کا نظام ترتیب دیا کہ جو بھی حج پر جانے کی آرزو رکھتا ہے، وہ جاتا ہے اور حج

ادا کرتا ہے یا کوئی اپنے شوق وجذبے سے نماز جماعت میں شرکت کرنا چاہتا ہے تو وہ شرکت کرتا ہے۔ لہذا ہمیں دینی تعلیمات کی تبلیغ کرنے اور اسلام کی سیاسی اور اعتقادی تحریک کو آگے بڑھانے کیلئے اس قسم کے اجتماعات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ (ولایت فقیہ، ص ۱۲۰)

بڑے اسلامی اجتماعات میں حقائق کو بیان کرنا

رمضان المبارک کے روحانی اجتماعات سمیت نماز جمعہ اور عالم اسلام کے عظیم عالمی اجتماع ''حج'' میں ہمیں چاہیے کہ حقائق کو مسلمانوں کے گوش گزار کریں اور قرآن مجید کے پیروکاروں کو اتحاد و اتفاق، مل جل کر باہمی جدوجہد کرنے، فلسطین کی آزادی اور ملت اسلامیہ کو درپیش ہمارے گھریلو نظام زندگی کو تباہ کرنے والی اخلاقی اور معاشرتی مشکلات کے حل کیلئے دعوت دیں۔

(صحیفہ امام، ج ۲، ص ۳۶۰)

سید الشہداؑ پر گریہ وزاری

یہی اجتماعات ہیں اور ان میں ہم فکر وہم خیال لوگوں کا اکٹھا ہونا ہے کہ جس نے ہمیں زندہ رکھا ہوا ہے۔ یہ ہمارے پاک وپاکیزہ قلوب کے مالک جوانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان کے سامنے اپنے راگ الاپتے ہیں کہ اچھا تم (امام حسینؑ پر) رونا چاہتے ہو تو اس کا مقصد و فائدہ کیا ہے؟ ہم تا ابد امام حسینؑ پر گریہ کریں گے، یہ گریہ ان کیلئے کسی فائدے کا باعث نہیں ہے، بلکہ اس کا نفع ہمیں ہی پہنچے گا۔ آپ اس گریہ کے دنیوی فائدوں کو دیکھئے (کہ کتنا زیادہ ہیں؟) جبکہ آخرت کا فائدہ اپنی جگہ خود محفوظ ہے۔ اس گریہ وزاری کا نفسیاتی پہلو یہ ہے کہ یہ ہمارے قلوب کو (نرم کرکے) کس طرح آپس میں ہم آہنگی کرتا اور ایک دوسرے متصل کردیتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۹۸)

مجالس عزا لوگوں کی تربیت گاہ

... امام حسینؑ کی یاد میں برپا کی جانے والی یہی مجالس ہیں کہ جو ہماری قوم کے نزدیک بہت زیادہ

اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ مجالس لوگوں کی تربیت گاہ ہیں اور ان مجالس نے لوگوں کی بہت زیادہ تربیت کی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۲۵۳)

رمضان المبارک اور اصلاح نفس

... یہ ماہ مبارک رمضان ہی ہے کہ جس میں گناہگاروں پر خداوند عالم کی رحمت بیکراں کے دروازے کھلے ہیں، چنانچہ کہیں دیر نہ ہو جائے، آپ بھی اس ماہ رمضان میں اپنی اصلاح کرلیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ اپنی اصلاح کریں، کیونکہ ہم میں سے کوئی ایک بھی کامل انسان نہیں ہے۔ ہمیں خداوند عالم سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح کریں اور پاک و پاکیزہ نیک افراد کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں خود ضم کردیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۳۱)

قوم کی حیات

جان لو کہ اس قوم کی حیات و زندگی انہی مجالس عزا، انہی اسلامی اجتماعات اور ماتمی دستوں پر موقوف ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۳۲۹)

لوگوں کو باخبر رکھنے میں نماز جمعہ کا کردار

آج وہ سختی کا دور نہیں ہے، آج نماز جماعت اور نماز جمعہ کے پیش اماموں کو اپنی اس ذمہ داری اور وظیفہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے کہ وہ دین و دنیا اور آخرت سے مربوط مسائل کو لوگوں کیلئے بیان کریں۔ تمام ائمہ جماعت کو چاہیے کہ سیاسی اور اجتماعی مسائل کی طرف لوگوں کو متوجہ کریں، خصوصاً ائمہ جمعہ پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور الحمدللہ آج ہمارے پورے ملک میں نماز جمعہ شاندار طریقہ سے منعقد کی جاتی ہے۔ خود لوگوں کو بھی چاہیے کہ ان مسائل کی طرف زیادہ توجہ کریں اور خود کو ان اجتماعی و سیاسی مسائل سے بے نیاز نہ سمجھیں۔ یہ وہ اہم ترین مسائل ہیں کہ جن کیلئے انہیں جا کر سننا اور عمل کرنا چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۳۱۶)

تعمیر انسانیت کے درس

ایران کے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے چار سال پورے ہونے پر اگر آپ اسلامی تحریک کے پہلے سال سے لے کر انقلاب کی کامیابی اور کامیابی کے ابتدائی ایام سے لے کر آج تک کے نشیب وفراز اور اسلامی انقلاب کے کامیابی کے ابتدائی سالوں کے اہم واقعات پر اگر توجہ کریں اور معاشرے کے مختلف طبقات اور گروہوں کے افکار وخیالات کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو بہت ہی اہم وسودمند نتائج نظر آئیں گے جو ہماری موجود اور آئندہ نسل کیلئے انسان سازی کا درس ہیں اور شاید انہیں دیکھ کر ہمارے مورخین، معاشرتی امور کے ماہرین اور سوانح حیات لکھنے والے روشن فکر اور ذمہ دار حضرات اپنی آئندہ نسلوں کیلئے اس سودمند کام کو سنجیدگی کے ساتھ انجام دینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۳۶)

جوانوں کیلئے نمونۂ عمل

ان مجالس عزا میں امام حسینؑ کی خاطر نوحہ ومرثیہ پڑھنے اور ان کی مظلومیت کو بیان کرنے کہ جس نے خدا اور اس کی رضا وخوشنودی کیلئے اپنی، اپنے اصحاب اور اولاد کو قربان کر دیا، نے ہمارے نوجوانوں کی ایسی تربیت کی ہے کہ یہ محاذ جنگ پر جا کر شہادت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور شہادت کے حصول پر فخر کرتے ہیں اور اگر انہیں شہادت نصیب نہ ہو تو رنجیدۂ خاطر ہو جاتے ہیں۔ انہی مجالس عزا نے ہماری قوم کی ماؤں کی ایسی تربیت کی جو اپنے نوجوانوں کو شہادت کیلئے بھیج کر یہ کہتی ہیں کہ ابھی ہمارے پاس اور بھی بچے ہیں (کہ جنہیں ہم محاذ جنگ پر بھیجنا چاہتے ہیں)۔ یہ سید الشہداءؑ کی مجالس عزا، دعاؤں کے اجتماعات اور دعائے کمیل کے روح پرور اجتماعات ہیں کہ جو ہماری قوم کی ایسی تربیت کرتے ہیں اور اسلام نے اپنے آغاز کے ساتھ ہی تربیت کی یہ بنیادیں محکم کر دی تھیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۳۴۴)

یوم خواتین اور ان کی ذمہ داری

اگر آپ نے یہ بات قبول کی کہ ۲۰ جمادی الثانی، یعنی روز ولادت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا خواتین کا

(عالمی) دن ہے تو آپ کا یہ قبول کرنا آپ کیلئے بہت سی کارآمد باتوں کے دریچے کھول دے گا۔ اگر ایک قوم نے اس بات کو قبول کیا کہ فلاں دن، جہاد کا دن ہے تو اسے چاہیے کہ اس دن جنگ کیلئے خود کو آمادہ کرے۔ لیکن اگر کوئی اس دن جنگ کیلئے خود کو آمادہ نہ کرے تو گویا اس نے سرے ہی سے یہ قبول نہیں کیا کہ وہ دن جہاد کا دن ہے۔ اگر کسی قوم نے یہ قبول کرنے کے بعد کہ فلاں دن، جنگ و جہاد کا دن ہے، اپنے قول اور اعتراف کے خلاف عمل کیا تو گویا اس نے اپنے انسانی وظیفہ کے خلاف عمل کیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۰، ص ۵)

فردی عوامل:

پیدائش سے قبل، موروثی عوامل

نطفہ پر غذا کا اثر

وہ چیزیں جو بنی نوع انسان اپنی غذا میں کھاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس عالم عنصری میں اپنی زندگی کو آگے بڑھاتا ہے، یہ غذائیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف قسم کی ہیں مثلاً لطافت وزری، کثافت و پاکیزگی کے لحاظ سے ان میں فرق ہوتا ہے۔ بعض وقت انار، کھجور، گاجر اور باقلا (لوبیا کی ایک قسم) وغیرہ سے زیادہ لطیف، زیادہ پاک وکامل اور تمام وٹامن کے حامل ہوتے ہیں اور کھانے کی اشیاء میں اس قسم کے وٹامن کی کمی بیشی اوران کے غذائی مادے کی تاثیر کا فرق وتفاوت بعض اوقات ضروری ہوتا ہے۔ یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ انسان کا نطفہ کہ جس سے بچہ وجود میں آتا ہے اور وہ بچے کے مادی وجود کو تشکیل دیتا ہے، اسی غذائی مادے سے بنتا ہے۔ بعض اوقات نطفے کو بنانے والے یہ غذائی مادے اور اشیاء خوردنی لطیف، نورانی اور صاف ہوتی ہیں کہ جسے انسان (باپ) کھاتا ہے اور کبھی یہ غذائی مادے اور اشیاء اپنی وجود میں ظلمت وتاریکی کو لیے ہوتی ہیں تو کبھی ان دونوں صفات سے تشکیل پاتی ہیں اور کبھی ان دونوں صفات کی درمیانی حالت کو لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ (انوار الہدایہ، ج ۱، ص ۸۱)

پیدائش سے قبل بچہ کی نفسیات وروح پر موثر عوامل

بزرگی وعظمت اور نورانیت وکمال یا ان صفات کی اضداد کی درمیانی حالت کے اعتبار سے انسان کے صلبوں میں فرق وتفاوت کا باب بہت وسیع ہے اور بہت زیادہ فرق کا باعث بنتا ہے۔

خواتین کے ارحام میں تفاوت وفرق کا ہونا بھی انسانوں کے مختلف ہونے کے اسباب میں سے ایک ہے۔ وراثت روحی بھی انسانوں کے مختلف ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے کہ جو بہت واضح اور

بدیہی ہے۔ والدین کی غذا کا حلال یا حرام یا مشتبہ ہونا، اسی طرح ان کے کھانے کا حلال یا حرام یا مشتبہ ہونا درحالیکہ امانت الٰہی (بچہ) ان کے باطن (ماں کے شکم اور باپ کے صلب) میں ہے، اسی طرح جماع کرتے وقت ماں باپ کے معدے کا غذا سے خالی یا پر یا متوسط ہونا یا جماع، حلال یا حرام یا مشتبہ ہو، جماع کے آداب واحکام کا مطلقاً خیال نہ رکھا جائے یا بعض احکام کو اہمیت دی جائے اور بعض کو ترک کردیا جائے۔ یہ تمام ذکر شدہ امور، وجود بخشنے والے (خدا) سے وجود کی مادے کے فیض یاب ہونے میں پوری طرح دخیل ہیں۔

پس اگر یہ غذائی مادہ (جو بعد میں نطفہ کی شکل اختیار کرتا ہے) کامل نورانیت، پاکیزہ اور کامل حسب نسب کے حامل صلب، پاک وپاکیزہ رحم اور خدا کے بتائے ہوئے آداب مجامعت کے سائے میں شکم مادر میں قرار پائے تو بچہ طاہر، پاکیزہ اور لطیف ونورانی ہوگا اور اگر والدین کا پورا حسب نسب اسی طرح پاک وپاکیزہ اور نجیب ہو تو ان کی اولاد بھی نور علیٰ نور اور پاک سے زیادہ پاک ہوگی جیسا کہ ہم زیارت امام حسینؑ میں پڑھتے ہیں:

﴿اَشْهَدُ اَنَّکَ نُوراً فِي الْأَصْلَابِ الشَّامِخَةِ وَالْأَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ وَلَمْ تُنَجِّسْکَ الْجَاهِلِيَّةُ بِأَنْجَاسِهَا وَلَمْ تُلْبِسْکَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا﴾[1] ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بہترین صلبوں اور ارحام مطہرہ میں نور تھے اور زمانہ جاہلیت کی ناپاکی نے آپ کو آلودہ نہیں کیا اور رذائل کی گرد وغبار بھی آپ کے دامن پر نہ بیٹھ سکی“۔

یہ تمام جملے اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ جن کو ہم نے بیان کیا ہے کہ نورانی مادے کا باپ کے صلب میں ہونا، باپ کے حسب نسب کا بہترین ونجیب ہونا، ماؤں کے ارحام کی پاکیزگی اور جاہلیت کی آلودگیوں یعنی کفر اور برے اخلاق وکردار سے والدین کا پاک ومنزہ ہونا، اولاد کی طہارت ونورانیت پر براہ راست اثر کرتا ہے۔ یہ وہ تمام امور ہیں جو بچوں کی پیدائش سے قبل ان کی نفسیات ومزاج کیلئے موثر ہیں۔

(انوار الہدایہ، ج ۱، ص ۸۲)

۱۔ مصباح المتہجد، ص ۶۶۴۔

بچے پر ماں کے دودھ کا اثر

بچے کا شیر مادر پینا، دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر کی دیانت ،نجابت اور اخلاق واعمال، عورت کے دودھ پلانے اور بچے کی دودھ پینے کی کیفیت، جیسے امور بھی بچے پر بہت زیادہ اثرات مرتب کرتے ہیں۔ (انوارالہدایہ، ج۱،ص۲۷۹)

تربیت اولاد میں والدین کا کردار

شادی سے قبل جب ایک لڑکا اور لڑکی رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہوئے ہوتے ہیں تو اسلام اس وقت بھی انسانی ذات کی تعمیر کیلئے حکم دیتا ہے کہ انسان کس قسم کی لڑکی کا اور لڑکی کس قسم کے لڑکے کا انتخاب کرے اور ان کا دین وایمان کیا ہو؟ جب ایک کسان زمین میں ایک بیج بونا چاہے تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے زمین کو دیکھے کہ کون کون سی چیزیں اس بیج کی نشوونما میں موثر ہیں، کونپل پھوٹنے کے بعد کے مراحل اور ان میں موثر چیزیں کے ان میں سے کیا سودمند اور کیا نقصان دہ ہیں؟ کسان کو چاہیے کہ ان سب کو مدنظر رکھے۔ اسی طرح اسے چاہیے کہ وہ بیج سے کونپل نکلنے تک اور پھر اس کے ثمر دینے تک کے تمام مراحل پر نظر رکھے۔

اسلام نے انہی باتوں کو انسان کے بارے میں بھی بیان کیا ہے یعنی جس طرح ایک کسان زراعت کرنا چاہتا ہے اور اس زراعت سے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ فائدہ حاصل کرے اسی طرح قبل اس کہ انسان اولاد کا بیج بوئے، اسلام نے حکم دیا ہے کہ وہ لڑکی کے والدین کو دیکھے کہ وہ کیسے ہوں اور شادی کیسے انجام پائے؟ یہ اسی لیے ہے کہ اسلام نے اس کے آخر وانجام کو مدنظر رکھا ہے کہ ماں یا باپ میں سے اگر کسی ایک کے اخلاق خراب ہوں یا وہ غیر اخلاقی اعمال کا مرتکب ہوتا ہو تو پیدا ہونے والا بچہ اپنے اس خراب اخلاق واعمال والی ماں یا باپ سے وراثت میں یہی اخلاق پائے گا۔ لہذا اسلام نے ایک ہمدرد اور پھونک پھونک کر قدم اٹھانے والے کسان کی مانند انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ روز اول سے لے کر رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے تک اور اس کے بعد (شب زفاف اور جماع کے دوران) بھی تربیت کو مدنظر رکھے، اس کے بعد نطفہ کے ٹھہرنے تک کے مراحل کے بارے میں بھی بہت زیادہ آداب ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد

زمانہ حمل کے آداب ہیں جن پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اس کے بعد دودھ پلانے کے آداب ہیں، اس کے بعد ماں کی آغوش میں بچے کی تربیت کے آداب، سایہ پدری میں تربیت کے آداب، اس کے بعد اسکول اور اس کے بعد معاشرے اور ماحول کے آداب کو بہت توجہ سے ذکر کیا ہے۔ اسلام نے بچے کی تربیت کیلئے کہ جو ابھی دنیا میں نہیں آیا ہے، بہت سے مسائل، امور اور آداب کو بیان کیا ہے تا کہ وہ بلند ترین درجے تک پہنچے اور اسلام نے ان تمام احکام کو تمام انسانوں کیلئے بیان کیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۲۰۰)

تربیت اولاد کیلئے اچھے شریک حیات کی ضرورت

انبیاء کا مکتب اور خدائی و اسلامی نظام ہی واحد وہ نظام ہے کہ جو فقط انسان سے سروکار رکھتا ہے، یعنی بیج کے بوئے جانے کے آغاز سے لے کر آخر تک کے بارے میں فقط اسلام ہی احکام بیان کرتا ہے۔ انبیاء کے مکتب کے علاوہ کوئی اور مکتب نہیں کہ جو یہ کہے کہ اے انسان تم کن صفات کی مالک شریکۂ حیات کا انتخاب کرو اور کس کو اپنا ساتھی بناؤ۔ کسی مکتب فکر کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ ایک لڑکی کس لڑکے کو اپنے جیون ساتھی کے عنوان سے چنے، ان مکاتب کو ان کاموں سے کیا مطلب! ان کے قوانین میں جیون ساتھی کے انتخاب میں مدنظر رکھی جانے والی صفات کو سرے ہی سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔ ان کے قوانین میں اس بات کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے کہ زمانہ حمل میں ایک ماں کیا کام کرے، دودھ پلاتے وقت ماں کن کن چیزوں کا خیال رکھے، جب بچہ ماں کی آغوش میں تربیت پائے تو اس وقت ماں کے کیا فرائض ہیں اور جب بچہ باپ کے سایہ پدری میں ہو تو باپ پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟ انبیاء کے بتائے ہوئے قوانین کے علاوہ دنیا کے کسی اور مکتب کے قانون میں کبھی بھی ان باتوں کو بیان ہی نہیں کیا گیا ہے۔ یہ مکاتب صرف اس وقت سرگرم عمل نظر آتے ہیں کہ جب ایک بچہ، انسان بن کر اپنے معاشرے میں قدم رکھتا ہے تو یہ مکاتب صرف ان مفاسد، برائیوں اور خرابیوں کو روکتے ہیں کہ جو معاشرے کے نظام کو درہم برہم اور اس کے نظم و نسق کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں، بس! لیکن عیش و عشرت اور خورد و نوش (اور اخلاقی امور) کے مفاسد اور برائیوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے، بلکہ یہ تو ان برائیوں کو پھیلانے میں اور مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ انسانی ذات کی تربیت اور انسان کامل بنانے سے یہ کوسوں دور ہیں۔ ان مکاتب کی نظر میں انسان اور

جانور میں بس فرق یہی ہے کہ انسان نے مادیت وحیوانیت میں زیادہ ترقی کی ہے، کیونکہ ایک جانور ہوائی جہاز نہیں بنا سکتا، لیکن انسان میں ہوائی جہاز بنانے کی قدرت ہے اور نہ ہی جانور ڈاکٹر بن سکتا لیکن انسان بن سکتا ہے، یعنی دونوں کا حدود اربعہ حیوانیت ومادیت ہی ہے۔

لیکن مکتب اسلام انسان سے متعلق ہر چیز سے سروکار رکھتا ہے، یعنی جو انسان کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے قبل اس بات کی فکر کرتا ہے کہ اس مقدس بندھن (شادی) سے جو چیز حاصل ہو وہ ایک صحیح اور کامل انسان ہو۔ قبل اس کے کہ آپ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں اسلام آپ کو حکم دیتا ہے کہ کس لڑکے یا لڑکی کا انتخاب کریں۔ لیکن قابل تامل بات یہ ہے کہ یہ احکام کیوں بیان کیے گئے ہیں؟ صرف اس لیے کہ جس طرح ایک کسان جب ایک کھیت لگانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے وہ زمین کی نوعیت وکیفیت پر نظر کر کے ایک زرخیز زمین کا انتخاب کرتا ہے، اس کے بعد بوئے جانے والے بیج پر غور کر کے بہترین گندم کے دانہ کو لیتا ہے اور اس دانہ گندم کی بہترین نشوونما کیلئے تمام ممکنہ امور کو مدنظر رکھتا ہے تا کہ اس کا کھیت بہترین گندم کی بالیوں سے لہلا سکے اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرے۔ اسلام بھی انسان کے بارے میں یہی نظر رکھتا ہے کہ شریک حیات کو بہترین صفات کا حامل ہونا چاہیے تا کہ ان دونوں سے ایک نیک اور صحیح انسان پیدا ہو سکے، شادی کے کیا آداب ہوں، مجامعت کس حالت میں انجام پائے، اس میں کن آداب کا خیال رکھا جائے، ایام حمل اور دودھ پلانے کے آداب کو مدنظر رکھا جائے اور یہ سب آداب واحکام اسی لیے ہیں کہ یہ تمام توحیدی مکتب کہ جن میں سرفہرست اسلام ہے، اسی لیے آئے ہیں کہ انسان بنائیں۔ یہ اس لیے نہیں آئے ہیں کہ ایک جانور بنائیں کہ جو ذرا مختلف ادراکی قوتوں کا مالک ہو، جس کی حدود ذرا زیادہ حیوانی ہوں اور جس کا مقصد حیوانیت کی حدود سے آگے نہ بڑھتا ہو۔ یہ جو آپ نے کہا ہے کہ کوئی مکتب وحکومت، اسلام کے مثل ونظیر نہیں ہے تو یہ اس معنی کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اسلام ہی ہے جو انسان کو حیوانیت ومادیت کے مرحلے سے اٹھا کر معنویت، بلکہ اس سے بھی آگے کی منازل کیلئے تربیت کر سکتا ہے۔ اسلام اور توحیدی مکاتب کے علاوہ کسی ایک مکتب کو ماوراء الطبیعہ سے کوئی سروکار نہیں، ان کی پرواز فکر وعقل ماوراء الطبیعہ تک پہنچنے سے قاصر ہے، نہ ان کا علم، معنویت کی حدوں کو چھو سکتا ہے اور نہ ہی ان کا عمل روحانیت پر کمند ڈال سکتا ہے۔ یہ راہ صرف ان افراد کیلئے کھلی ہے جو وحی سے وابستہ ہیں اور جن کی قوت ادراک وفکر، وحی الٰہی کے

معدن سے متصل ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۸، ص ۴۱۳)

شادی کے بارے میں اسلام کی تعلیمات

آپ دنیا میں رائج دینی حکومتوں کے علاوہ دوسری حکومتوں پر نظر ڈالیے خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی یا ان کے درمیانی علاقے کی حکومتیں ہوں، آپ کو کوئی ایسی حکومت نہیں ملے گی کہ جو خواتین کے حمل اور زمانہ حمل میں بچے کی پرورش کے متعلق کوئی بات کرے یا اسے اس بات سے کوئی دلچسپی ہو کہ شیر خوار بچے کی تربیت کس طرح کی جائے یا وہ شادی سے متعلق کوئی بات کرے کہ شادی کس وقت اور کس طرح انجام پائے اور شادی کی مناسب عمر کیا ہو یا وہ حکومتیں ماؤں کے دامن میں پرورش پانے والے چھوٹے بچوں کی تربیت اور ان کی نسبت والدین کی ذمہ داریوں کو بیان کرنے میں کوئی دلچسپی ظاہر کرے، بلکہ کوئی بھی حکومت لوگوں کے اخلاق سے کوئی سروکار نہیں رکھتی ہے مگر یہ کہ کوئی چیز حکومت کے خلاف ہو۔ دنیا میں رائج حکومتوں کا طرز حکومت یہی ہے کہ کوئی ملک میں موجود اور رائج نظام و حکومت کی مخالفت نہ کرے، باہر آ کر نعرے نہ لگائے اور حکومت کی مخالفت نہ کرے۔ ان حکومتوں کو اپنی عوام سے صرف اتنا ہی سروکار ہے لیکن گھروں کے اندر کیا ہو رہا ہے، ایک انسان اپنے گھر میں کس طرح کے افعال انجام دیتا ہے، ان حکومتوں کو تا ابدان سے کوئی دلچسپی نہیں سوائے یہ کہ حکومت کے خلاف کوئی سازش کا جال نہ بنا جا رہا ہو، اس کے علاوہ وہ جو چاہیں کریں۔ یہ مادی حکومتیں اپنی عوام کو جو آزادی دیتی ہے وہ اس آزادی سے بالکل مختلف ہے کہ جو معنوی حکومتیں اور بالخصوص اسلام معاشرے کو دیتا ہے۔ اسلام کا طرز حکومت دیگر تمام غیر اسلامی حکومتوں سے ادارے بنانے، نظام چلانے اور مسلح افواج کا نظم و نسق سنبھالنے اور قوانین کے بارے میں بالکل مختلف ہے۔ آپ قبل ازیں، کہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں اسلام کو آپ سے کچھ کہنا ہے، اسلام چاہتا ہے کہ اس شادی کا نتیجہ ایک صحیح و سالم انسان کی صورت میں سامنے آئے۔ انسان شادی میں ایک حیوان کی مانند ہر کام جو اس کا دل چاہے انجام نہ دے۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے قبل اسلام نے بہت سے قوانین بیان کیے ہیں کہ لڑکی، کس لڑکے کو پسند کرے اور لڑکا کس لڑکی کو اپنی شریک حیات کے طور پر انتخاب کرے۔ اسلام میں شادی کرنے والے لڑکے لڑکی کی خصوصیات اور صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ کوئی بھی حکومت اس طرح شادی

کرنے والے لڑکے لڑکی کی صفات وخصوصیات کو بیان نہیں کرتی ۔ یہ صرف اسلام ہی ہے کہ جو یہ بتاتا ہے کہ شادی کس وقت ہونی چاہیے، شادی کے بعد شوہر اور بیوی کے تعلقات کیسے ہوں اور وہ کس طرح اپنی مشترکہ زندگی گزاریں؟ اور جب وہ تنہائی میں ہوں تو یہ خلوت وتنہائی کس وقت انجام پائے اور اس کے کیا آداب واحکام ہیں؟ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۵۰۳)

امر ازدواج میں اسلام کی همراهی

لوگوں کو چاہیے کہ وہ آئیں اور دیکھیں کہ اسلام کیا کہتا ہے؟ (صرف زبانی کلامی اعتراض نہ کریں)۔ زندگی کے اس دن سے کہ جب ایک انسان شادی کرنا چاہتا ہے اسلام اس کے ساتھ ساتھ ہے کہ اس شادی کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہو وہ بہترین اولاد ہو، اس کے بعد ماں کی آغوش میں بھی اسی طرح اچھی تربیت پائے، اس کے بعد اسکول کا زمانہ اور اسی طرح زندگی کے آخری لمحات تک ۔ اسلام آپ کی راہ راست کی جانب ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ پر تسلط جمالے اور ایک آپ کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کردے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۵۰۲)

خدا
اور قیامت کا عقیدہ

سفر آخرت کیلئے اعمال کی اصلاح کرنا

... اے میرے عزیز! جان لو کہ ایک خطرناک سفر تمہارے سامنے ہے کہ جس کا زاد راہ اور توشہ سود مند علم اور نجات دینے والا عمل ہے، اس سفر کیلئے کوچ کا حکم کسی وقت بھی دیا جا سکتا ہے ممکن ہے کہ وقت بہت مختصر ہو اور فرصت انسان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ انسان کوچ کی گھنٹی بجائے جانے کے وقت سے غافل ہے کہ نجانے کس وقت حکم ملے اور اسے ناچاری کے عالم میں سفر کرنا پڑے۔ میری اور تمہاری ان لمی لمی امیدوں نے جو حب نفس، شیطان مکار اور اس ملعون کے جالوں میں سے ایک جال ہے، ہمیں عالم آخرت کی طرف توجہ سے روک دیا ہے کہ ہم آخرت کے بارے میں کسی بھی قسم کی فکر نہ کریں اور اگر ہمیں سفر میں درپیش خطرات اور موانع و مشکلات کا اندیشہ ہو تو ہم اس کیلئے توبہ اور خدا کی طرف رجوع نہ کریں۔ وہ تو یہی چاہتا ہے کہ توشہ آخرت جمع کرنے کی ہمیں کوئی فکر نہ ہو اور اچانک اسی غفلت و مستی میں اجل اپنے پروں کو پھیلائے اور پنجے کھولے ہمیں آدبوچے اور ہمیں بغیر کسی تیاری اور بغیر کسی زاد راہ کے لے جائے۔ ہمارے پاس نہ عمل صالح ہے اور نہ علم نافع کہ اس عالم کا ساز و سامان انہی دو چیزوں سے مہیا ہوتا ہے اور ہم نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی تیار نہیں کیا ہے۔ اگر کوئی عمل انجام دیا ہے تو وہ ملاوٹ اور ریا سے خالی و خالص نہیں ہے، بلکہ ہزار حیلے بہانوں اور سستی و کاہلی سے اسے انجام دیا گیا ہے۔ اگر تحصیل علم کی کوشش کی ہے کہ جو بے نتیجہ اور بیہودہ علم ہے کہ جو خود یا از لغویات و باطل امور سے تعلق رکھتا ہے یہ خود راہ آخرت کے موانع

میں سے ایک مانع اور رکاوٹ ہے۔ اگر ہمارا یہ علم وعمل نافع اور سودمند ہوتا تو ان گزشتہ سالوں میں کہ ہم اس کے حصول کیلئے کوشش کر رہے ہیں، ہم پر واضح اثر کرتا اور ہمارے اخلاق اور عادات واطوار کو تھوڑا بہت ضرور تبدیل کر دیتا۔ یہ کیا ہے کہ ہمارے چالیس یا پچاس سالہ علم وعمل نے ہمارے قلوب پر الٹا ہی اثر کیا ہے اور ہمارے قلوب کو سنگ کوہ سے بھی زیادہ سخت کر دیا ہے؟ کہاں ہے وہ خوف وخشیت الٰہی جو علم کا لازمہ ہے؟ اگر خدانخواستہ ہمیں ہماری اس موجودہ حالت کے ساتھ اس دنیا سے لے جائیں تو ہمیں بہت زیادہ نقصانات وخسارے اور بہت زیادہ حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا کہ جن کا ازالہ ممکن نہیں ہے۔

پس قیامت کو فراموش کرنا ان امور سے تعلق رکھتا ہے کہ اگر خداوند عالم کے ولی اعظم حضرت امیر المومنینؑ ان چیزوں کی وجہ سے اور لمبی لمبی آرزوؤں سے جو ان کا باعث بنتی ہیں، ہمارے بارے میں خوفزدہ ہوں تو وہ حق بجانب ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سفر کتنا پر خطر ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ ایک لمحے کیلئے بھی چین وسکون سے نہ بیٹھے اور ہر حال میں زادِراہ اور توشہ آخرت کو جمع کرنے میں مشغول رہے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔ چنانچہ اگر اس نے اس عالم کو فراموش کیا، خواب غفلت نے اسے غافل کیا اور وہ نہیں سمجھا کہ کوئی ایسا عالم بھی ہے کہ جس کا راستہ اتنا پر خطر ہے تو اس کے سر پر کیا مصیبتیں نازل ہوں گی اور وہ طرح طرح کی بدبختیوں میں گرفتار ہوگا؟ کیا ہی بہتر ہو کہ ہم اشرف المخلوقات اور ہر خطا ونسیان اور ہر قسم کی لغزش وطغیان سے معصوم حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تفکر کریں اور سمجھیں کہ ہم کس حال میں ہیں اور وہ ہستیاں کیسی زندگی گزارتی تھیں؟ سفر آخرت کی عظمت واہمیت اور اس کے خطرات کے علم نے ان سے راحت آرام کو سلب کرلیا تھا جبکہ ہماری جہالت نے ہمیں نسیان وفراموشی کے مرض میں مبتلا کر دیا ہے۔ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر ریاضت کی اور خدا کی بارگاہ میں اتنا قیام کیا کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آ گیا اور خداوند عالم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی ﴿طٰـہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی﴾[۱] ''اے طہٰ! ہم نے قرآن کو تم پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مشقت وزحمت میں پڑ جاؤ'' جبکہ حضرت امیر المومنینؑ کے حالات زندگی، عبادات اور خوف خدا سب پر عیاں ہے۔ پس جان لو کہ یہ سفر بہت پر خطر ہے اور ہمارے اندر موجود یہ نسیان وفراموشی نفس وشیطان کی

۱۔ سورۂ طہٰ، آیت ۱ و ۲۔

مکاریوں کا نتیجہ ہے جبکہ ہماری یہ امیدیں اور لمبی لمبی آرزوئیں شیطان کے بڑے جالوں میں سے ایک جال اورنفس کی چالوں میں سے ایک چال ہیں۔ پس اے میرے عزیز! اس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، جان لو کہ تم ایک اور منزل کے مسافر ہو اور تمہارا ایک خاص ہدف اور تمہارا مقصد ایک اور عالم ہے اور تم کو اس عالم سے خواہ تم چاہو یا نہ چاہو، لے جایا جائے گا۔ اگر تم نے اس سفر کا توشہ اور زاد آخرت مہیا کرلیا تو عجز و ناتوانی اور بے چارگی تمہارے دامنگیر نہ ہوگی ورنہ فقیر، بے چارے اور بے نوا ہو جاؤ گے۔ ایسی شقاوت و بدبختی تمہارا مقدر بنے گی کہ جس میں کوئی سعادت نہیں ہوگی، ایسی ذلت تمہیں نصیب ہوگی کہ جس میں عزت کا دور دور تک نام ونشان نہیں ہوگا، ایسا فقر تمہارے دامنگیر ہوگا کہ جس میں غنی وتوانگری نہیں ہوگی۔ تم پر ایسا عذاب نازل ہوگا کہ جس میں رحمت تمہارے شامل نہیں ہو سکے گی۔ یہ وہ آتش ہے کہ جو خاموش نہیں ہوگی، ایسا دباؤ جو ختم ہونے والا نہیں، ایسا غم واندوہ کہ جس کے بعد خوشی کا کوئی لمحہ میسر نہیں اور ایسی حسرت وندامت ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ (چہل حدیث، ص ۱۷۵)

عذاب قیامت سے نجات پانے کا موقعہ

اے میرے عزیز! جب تک خداوند عالم کی یہ عظیم نعمت (وجود) اور یہ زندگی تمہارے پاس موجود ہے روز قیامت کے عذاب، بے چارگی اور لاچاری کیلئے کمر ہمت کس لو اور آنے والے عذاب ومشکلات سے خود کو نجات دو۔ اس لیے کہ آج اس دار التغیر اور آخرت کی اس کھیتی "دنیا" میں تم اپنے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتے ہو۔

اگر خدانخواستہ حزب شیطان تم پر غلبہ پالے اور اسی حالت میں تمہاری اجل آپہنچے اور اس جہان سے رخصت ہو جاؤ تو اس عالم کی کمی وکوتاہی اور غفلت ونسیان کا ازالہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ اس دن انسان کی حسرت وندامت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾[1] "انہیں روز حسرت سے خوف دلاؤ کہ جب خدا کا حکم نافذ ہو جائے گا اور وہ لوگ غفلت ومستی میں ہیں اور وہ ایمان بھی نہیں رکھتے ہیں"۔ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ حسرت وندامت کا دن کیا

۱۔ سورۂ مریم، آیت ۳۹/۔

ہوگا؟ آج ہم اس دار دنیا میں روز قیامت کی حسرت وندامت کی صرف باتیں کرتے اور سنتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ اور نہیں۔

از قیامت خبری می شنوی　　　دستی از دور بر آتش داری

(روز قیامت کے بارے میں صرف باتیں سنتے ہیں، لیکن حقیقت سے دور کھڑا انسان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا)

روز قیامت کی حسرت کی کوئی حد نہیں ہے جبکہ ندامت وپشیمانی بے فائدہ اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۵۳)

بے فائدہ حسرت

اے بے چارے انسان! اس دن تمہاری حسرت وندامت کا کیا عالم ہوگا کہ جب تمہاری آنکھوں کے سامنے سے مادیت کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ہے اور جو سعی وکوشش کی ہے اور جس شقاوت وبدبختی میں تم تھے، اسے تم دیکھوگے اس وقت تو درمان وچارہ جوئی اور اصلاح کی راہ بھی مسدود ہوگی اور اب نہ بدن ہے، نہ طاقت اور نہ ارادہ ہے اور نہ توبہ اور ہاں! اب تو قہر الٰہیہ کی سلطنت سے فرار کے سارے دروازے بند ہوگئے ہیں ﴿یٰـا مَعْشَـرَ الْجِنِّ وَالاِنْـسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنفُذُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ فَانفُذُوا﴾[۱] ''اے گروہ جن وانس! اگر تم زمین اور آسمانوں سے فرار کرسکتے ہو تو کرو درحالیکہ یہ ناممکن ہے''۔ اب نہ اپنے نقائص اور کمی وکوتاہی کے ازالے کی گنجائش ہے اور نہ معصیت خدا سے عذر خواہی کی ﴿اٰلْاٰنَ وَقَـدْ عَـصَـیْـتَ قَبْلُ﴾[۲] ''کیا اب (روز قیامت) تم ایمان لاؤگے درحالیکہ تم نے پہلے (دنیا میں) گناہ انجام دیئے ہیں''۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۸۵)

صانع حقیقی کے سامنے خضوع

ہر صاحب فطرت کی فطرت کا خاصہ اور لازمہ یہ ہے کہ وہ ہر حیرت انگیز نظام اور متحیر العقول چیز سے

۱۔ سورۂ الرحمٰن، آیت/۳۳۔

۲۔ سورۂ یونس، آیت/۹۱۔

اس نظام کے ناظم اور اس چیز کے صانع کا پتہ اور اس کے خالق ومخترع کا کھوج لگاتا ہے۔ کبھی اس کے دل میں کوئی شک وتردید پیدا نہیں ہوتا ہے کہ اس حیرت انگیز چیز یا نظام کو کسی صانع ومخترع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہی بجلی، ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی گراف اور دیگر حیرت انگیز مصنوعات اور ایجادات انسان کو اس کی فطرت کے تقاضے کے مطابق ان کے کشف کرنے والے اور مخترع کے سامنے شکرگزار اور خاضع بناتی ہیں کہ اسے اچھے الفاظ سے یاد کرے، خواہ آپ اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ان چیزوں کی کیا حقیقت ہے یہ تو کسی استاد اور مخترع کی محتاج ہی نہیں ہیں، ممکن ہے کہ یہ خود بخود بن گئی ہوں، تو ایسی بات ہر سامع کو ایک بہت بڑی غلطی نظر آئے گی اور اس کی عقل وروح کے تقاضوں پر پوری اترنے کے بجائے تلخ وناگوار لگے گی اور ایسی بات کرنے والے کو سکوت وخاموشی اختیار کرنے کا جواب دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ یہی بجلی کی ایجاد اور دوسری حیرت انگیز مادی ایجادات جو انسانی بدن کے ایک چھوٹے سے کارخانہ، یعنی مغز کی فکر کا نتیجہ ہیں جبکہ دوسری جانب دنیا کے تمام بڑے بڑے فلسفی اور مفکرین اسی انسان کہ جو اس عالم کائنات کا ایک نہایت چھوٹا سا جز ہے، کے بدن کے ایک عضو کی جزئیات کے پیچیدہ اور حیرت انگیز نظام کے سامنے متحیر وحیران ہیں تو وہ خود اس کائنات کے متحیر العقول اور حیرت انگیز نظام کی عظمت وہیبت کا کہاں احاطہ کر سکتے ہیں؟ اطبا اور ماہرین ہزاروں سال سے انسان کے اسی ظاہری بدن میں غور وفکر اور تحقیق کر رہے ہیں اور آج تک اپنی ہزاروں سالہ تحقیق کے باوجود اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود انسانوں میں ایسے بھی ظالم وجاہل اشخاص موجود ہیں کہ جن کے دل اس عالم کے صانع وخالق اور پروردگار کی عظمت وبزرگی کے سامنے خاضع نہیں ہیں اور شک وشبہ کی گرد وغبار اور تردید کی خاک ان کے سخت دلوں پر اس طرح جم گئی ہے کہ وہ اپنی فطرت اور اس کے خاصہ اور لازمہ سے غافل ہو گئے ہیں اور اپنی عقل کے تقاضوں اور اس کی واضح اور بدیہی امور کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں ہیں۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۱۱۶)

ایمان ومعرفت کا نتیجہ

اگر کوئی رحمت الٰہی کی وسعت اور اس کی نعمتوں کی فراوانی کی معرفت اور اس پر ایمان رکھتا ہو تو وہ خدا کی نسبت رجا وامید کا مالک بن جائے گا۔ اس کی یہی معرفت اسے تزکیہ نفس، خالص اعمال کی بجا آوری،

بہترین اخلاق اپنانے اور اپنے ولی نعمت اور اپنے پروردگار اور مولا کی اطاعت و پیروی میں سنجیدگی کے ساتھ جدوجہد کرنے کی طرف دعوت دے گی۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص۱۳۲)

خدا کی بارگاہ میں مقام «صعق» کے مراحل کا حصول

سالک کو چاہیے کہ خدائی معاملات (یعنی اس کے اوامر پر عمل کرنے) کے بعد کہ توکل کی منزل بھی اسی سے تعلق رکھتی، وہ دیگر منازل کی طرف ارتقا کی کوشش کرے تا کہ وہ مادیت اور دنیا سے اپنا رشتہ توڑ کر حق وحقیقت سے متصل ہو جائے اور اس کی منزل انس خدا اور قدرت ربوبی ہو اور دار عقبیٰ کی طرف اس کی توجہ زیادہ ہو جائے۔ اس کے بعد سب سے پہلے توحید فعلی کا نور اور اس کے بعد توحید اسما و صفات کا نور اس کے قلب پر متجلی ہو۔ یہ نور جتنا زیادہ قلب پر جلوہ کرے گا خودخواہی اور خودبینی اور انانیت کا پہاڑ پہلے سے زیادہ چھوٹا اور چور چور ہو جائے گا یہاں تک کہ نور الٰہی کا کامل جلوہ اس انانیت کے پہاڑ کو بالکل ختم کر دے گا اور اسے خدا کی بارگاہ میں اس کی عظمت و جلال کے جلوے کے نظارے میں «صَعِق (بے ہوشی)» کا کامل درجہ حاصل ہو جائے گا «فَلَمَّا تَجَلّیٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسىٰ صَعِقًا»[1] ''اور جب موسیٰ کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے''۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص۲۰۲)

جہنم کی رحمت

جہنم بھی خداوند عالم کی اس کے غضب و عذاب کی صورت میں ان لوگوں کیلئے ایک رحمت ہے جو مقام سعادت تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر جہنم میں گناہوں سے پاک و صاف کرنے اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھونے کا انتظام نہ ہوتا تو ایسے افراد ہرگز سعادت کو نہ پا سکتے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص۲۳۳)

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۴۳۔

معرفت خدا کے ثمرات

معرفت خدا محبت خدا کا باعث بنتی ہے اور جب یہ محبت اپنے درجہ کمال پر پہنچتی ہے تو انسان کو اپنے آپ سے منقطع کر دیتی ہے اور جب انسان خود سے آزاد ہو جائے تو وہ تمام عالموں کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان نہ خود کو اور نہ اپنی دینا کو چشم طمع سے دیکھتا ہے اور نہ ہی اس کی چشم طمع دوسروں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ وہ شیطان کے مقابلہ میں کامیاب اور مادیت کی آلودگی و نجاست سے پاک ہو جاتا ہے اور نہ صرف یہ کہ نور الٰہی اس کے دل سے طلوع کرتا ہے، بلکہ اس کے باطن سے ظاہر میں بھی سرایت کر جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کے تمام اقوال و افعال اور تمام اعضاء و جوارح اور بدنی و معنوی قوتیں خدائی اور نورانی ہو جاتی ہیں۔ پس ایسا انسان متواضع اور خاضع ہونے کے ساتھ ساتھ کسی مخلوق کے سامنے اس کی چاپلوسی نہیں کرتا ہے، نہ اس کی چشم طمع اور امید کسی اور کی دنیا سے وابستہ ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا قلب اپنے جیسے دوسرے محتاج انسانوں کی دنیا کا فریفتہ ہوتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۳۳۸)

﴿سقر﴾ یا جہنم کی فریاد

کتاب اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ "جہنم میں صاحبان تکبر کیلئے ایک وادی ہے، جس کا نام "سقر" ہے۔ اس نے خداوند عالم سے اپنی شدت حرارت کی شکایت کی اور کہا کہ وہ اسے سانس لینے کی اجازت دے۔ پس جب اس نے سانس لیا تو اس کی انتہائی درجہ کی حرارت سے جہنم میں آگ بھڑک اٹھی"۔

اے میرے عزیز! اگر انسان کو ان احادیث کی صداقت کا ذرہ برابر بھی اندیشہ ہو تو اسے ہم سے زیادہ اپنے علاج نفس کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔ وہ جگہ جو خود عذاب و آتش کی جگہ ہے اپنی شدت حرارت سے نالہ و فریاد کرتی ہے اور اس کے تنفس سے جہنم میں آگ بھڑک اٹھتی ہے تو یہ خیال کرو کہ ہم ایسے عذاب کا سامنا کیسے کریں گے؟ کیا اس چند روزہ دنیا کی سرکشی و طغیان اور بندگان خدا کے سامنے اپنے تکبر اور اپنی بڑائی کے بیان یا عبادت و اطاعت خدا میں تکبر کے بعد ہم اس عذاب کو کس طرح برداشت کریں گے کہ جو جہنم کو آہ و فریاد بلند کرنے پر مجبور کر دے؟!

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۳۵۱)

قیامت پر عقیدہ رکھنے کا اثر

اگر آپ کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ آپ کے راستے میں ایک درندہ موجود ہے اور ممکن ہے کہ وہ آپ پر حملہ کرے یا کوئی مسلح شخص کھڑا ہے جو شاید آپ کو تنگ کرے تو آپ وہ راستہ طے کرنے کے بجائے رک جائیں گے اور اس خبر کی تصدیق یا تکذیب کا انتظار کریں گے۔ آیا یہ ممکن ہے کہ کوئی جہنم کے وجود اور آتش جہنم میں ہمیشہ جلائے جانے کا احتمال دے اور اس کے باوجود وہ گناہ کرے اور معصیت خدا کا مرتکب ہو؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی خداوند متعال کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے خود کو اس کی بارگاہ میں محسوس کرے اور یہ احتمال دے کہ اس کے کردار و گفتار کیلئے عذاب و ثواب مقرر کیا گیا ہے۔ دنیا میں اس کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ، دنیا میں اٹھنے والا اس کا ہر قدم اور اس کا ہر عمل لکھا جاتا ہے اور خدا کے ملائکہ "رقیب" اور "عتید" [۱] اس کے نگہبان ہیں اور اس کے تمام اقوال و اعمال کو لکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اسے برے اعمال بجالانے میں کوئی خوف محسوس نہ ہو؟ (جہاد اکبر، ص ۵۰)

غیبت کے برے نتائج

آپ کے سامنے ایک اور بھی عالم ہے اور معاد و قیامت کا تعلق بھی آپ ہی سے ہے تو آپ عبرت کیوں نہیں لیتے؟ کیوں بیدار اور ہوشیار نہیں ہوتے؟ کیوں اتنی آسانی سے آسودہ خاطر ہو کر اپنے مسلمان بھائیوں کی غیبت و بدگوئی کرتے یا اسے سنتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ زبان جو دوسروں کی غیبت کیلئے چلتی ہے روز قیامت دوسروں کے پاؤں تلے کچلی جائے گی؟ کیا آپ کو اس بات کی خبر ہے کہ ﴿اَلْغِیبَةُ اِدامُ کِلابِ النّـــارِ﴾ [۲] اور کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ان اختلافات، عداوت و دشمنی، یہ حسد، دوسروں کی

۱۔ ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ "وہ اپنی زبان سے کوئی لفظ ادا نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ رقیب و عتید اسے لکھنے کیلئے تیار رہتے ہیں"۔ (سورہ ق، آیت ۱۸)۔

۲۔ حضرت علیؑ نے نوف البکالی کو نصیحت کی ﴿اِجْتَنِبِ الْغِیبَةَ فَاِنَّها اِدامُ کِلابِ النّارِ﴾ "غیبت سے پرہیز کرو اس لیے کہ یہ جہنم کے کتوں کی غذا ہے"۔

(وسائل الشیعہ، ج ۸، ص ۶۰۰، کتاب الحج، ابواب احکام العشرۃ، باب ۱۵۲، حدیث ۱۶)۔

نسبت بد بینی اور برے خیالات اور اس خود خواہی اور غرور وتکبر کے کیا برے عواقب ونتائج ہیں؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ ان حرام، رذیلہ اور پست اعمال کا انجام جہنم ہے تو عین ممکن ہے کہ خدانخواستہ یہ آپ کے جہنم میں ہمیشہ جلائے جانے کا باعث نہ بن جائیں؟ (جہاد اکبر، ص ۵۱)

معاشرتی قوانین کی تبدیلی میں عبادت کا کردار

اسلام میں انسان، بلکہ تمام جہان کا واحد معبود، خداوند متعال ہے لہذا تمام انسانوں کو چاہیے کہ اس کیلئے یعنی اس کی رضا کے حصول کیلئے عمل انجام دیں اور اس کے علاوہ کسی چیز اور کسی ذات کی پرستش نہ کریں۔ وہ معاشرہ کہ جس میں شخص وشخصیت پرستی، نفع اور لذت پرستی سمیت ہر قسم کی پرستش وعبادت کی مذمت کی جائے اور فقط انسانوں کو خدا کی عبادت کی دعوت دی جائے تو اس معاشرے میں انسان کے درمیان تمام اقتصادی اور غیر اقتصادی تعلقات وروابط اور اس معاشرے کے دیگر معاشروں سے روابط اور قوانین تبدیل ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں دیگر تمام امتیازات ختم ہو جائیں گے اور صرف تقوی اور پاکیزگی ہی برتری کا معیار قرار پائیں گے۔ ایسے معاشرے میں حاکم، معاشرے کے سب سے نچلے طبقہ والے افراد کے برابر ہوگا اور لوگوں سے تعلقات اور عہد وپیمان یا قطع تعلق کی بنیاد خدائی اور انسانی قوانین اور معیار قرار پائے گا۔ (صحیفہ امام، ج ۵، ص ۸۱)

تقویٰ کا اثر

جب تقوئی کی طاقت انسان کے پاس ہو تو اسے کسی قسم کا کوئی ڈر وخوف نہیں ہونا چاہیے۔ جب ہم خدا کے ساتھ ہوں تو ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے کہ لوگ ہم سے منہ موڑ لیں گے اور دنیا ہمیں تنہا چھوڑ دے گی۔ ہمیں کسی قسم کا خوف رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور اگر خدانخواستہ اس کا لطف وعنایت ہمارے شامل حال نہ ہو تو پورا عالم بھی مل کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۱۰)

آخرت میں نجات دینے والا عمل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لحات میں اپنے عزیز و اقارب کو اپنے پاس جمع کیا اور فرمایا کہ آپ لوگ روز قیامت آ کر یہ مت کہیے گا کہ مثلاً میں حضرت امام صادقؑ کا بیٹا یا بھائی ہوں یا میں ان کی شریکۂ حیات ہوں، ہرگز نہیں! یہ سب رشتے اور تعلقات کسی کام آنے والے نہیں ہیں۔ جو چیز نجات دہندہ ہے وہ انسان کا اپنا عمل ہے۔ پس آپ سب کو چاہیے کہ اپنے اپنے اعمال کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں جائیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اعمال کے ساتھ قیامت کی طرف قدم بڑھائیں اور یہ خیال دل سے نکال دیں کہ حسب و نسب انسان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج۹، ص۴۲۵)

اہل آخرت کا تواضع

آپ عہدیداروں کو چاہیے کہ اپنی عوام کیلئے خدمت کے جذبے کی حفاظت کریں اور خود کو ان بندگان خدا کا خدمت گزار جانیں۔ ان افراد کے سامنے اپنی بڑائی بیان نہ کریں، یہ عوام بہت باعظمت ہیں اور سب خدا کے بندے ہیں۔ چنانچہ ان کے سامنے اپنی بڑائی اور برتری کو نہ جتائیں۔ خداوند عالم نے دار آخرت کو ان لوگوں کیلئے قرار دیا ہے کہ جو دوسروں پر نہ اپنی برتری جتاتے ہیں اور نہ ہی فساد و گمراہی پھیلاتے ہیں ﴿لا یُرِیدُونَ عُلُوّاً فِي الأرضِ وَلا فَساداً﴾[1] یعنی درحقیقت بڑائی اور برتری کا ارادہ نہیں کرتے تاکہ لوگوں کو چھوٹا ثابت کریں اور متکبر بن جائیں اور نہ ہی کسی ملک کو فساد و گمراہی کی طرف دھکیلتے ہیں جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج۱۰، ص۱۵۰)

اہل آخرت کی شجاعت

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ہم اس عالم سے ایک دوسرے اور بہتر عالم کی طرف منتقل ہو جائیں گے، اگر کوئی ایک بری جگہ سے ایک اچھی جگہ منتقل ہو جائے تو اسے اچھی جگہ جانے میں خوف محسوس

۱۔ سورہ قصص، آیت ۸۳۔ ''وہ زمین پر نہ اپنی بڑائی کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ گمراہی پھیلاتے ہیں''۔

کیوں ہو؟ ہمیں کوئی خوف نہیں ہے۔ ڈرنا تو انہیں چاہیے کہ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اس عالم کے علاوہ کوئی اور عالم وجود ہی نہیں رکھتا۔ انہوں نے خود اپنے اوپر اور دوسروں پر ظلم کیا ہے اور اب دوسرے عالم جانے میں خوف محسوس کرتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱ص ۱۶۳)

قیامت پر ایمان کا تربیتی کردار

انبیاء کی عصمت ان کے یقین کامل کی وجہ سے ہے۔ جب انسان کو کسی بات کا یقین ہو جائے تو اپنے یقین کے خلاف عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ کو اس بات کا یقین ہو کہ ایک آدمی تلوار سونتے آپ کے سر پر کھڑا ہے کہ آپ نے اس کے خلاف ایک لفظ بھی نکالا تو وہ آپ کی گردن کو تن سے جدا کر دے گا تو آپ یہ کام ہرگز انجام نہیں دیں گے۔ چنانچہ اس جگہ آپ معصوم کہلائیں گے (کہ آپ نے اپنے یقین کے خلاف عمل نہیں کیا) اور اس بات کا امکان بھی نہیں ہے کہ آپ کوئی ایک لفظ ادا کریں اس لیے کہ آپ اپنی جان کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ جس شخص کو بھی اس بات کا یقین آ گیا کہ جب وہ کسی کی غیبت میں ایک لفظ بھی نکالے گا تو عالم آخرت میں اس کی زبان اسی طرح ایک خاص شکل اختیار کر لے گی کہ جیسے اس نے دنیا میں اپنی زبان غیبت کیلئے دراز کی تھی مثلاً مکہ میں کسی کی غیبت کی تو عالم آخرت میں اس کی یہی زبان ظاہر ہوگی کہ جسے اس نے غیبت کیلئے استعمال کیا تھا اور «یطاۂ» وہاں موجود لوگ اس کی زبان کو کچلیں گے۔ اگر کسی کو یقین آ جائے کہ غیبت جہنم کے کتوں کی غذا ہے، یعنی اگر اس نے غیبت کی تو جہنم کے کتے اسے کھائیں گے اور یہ کھانا اس طرح نہیں ہے کہ ایک دفعہ کھانے سے وہ ختم ہو جائے گا، بلکہ وہ موجود بھی رہے گا اور جہنمی سگ اسے کھاتے بھی رہیں گے۔ اگر حقیقتاً انسان اس بات کو باور کر لے تو وہ غیبت نہیں کرے گا۔ یہ جو ہم خدانخواستہ ایک وقت کسی کی غیبت کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں عالم آخرت کا یقین نہیں ہے۔

اگر انسان کو اس بات کا یقین حاصل ہو جائے کہ وہ یہاں جو بھی کام انجام دے رہا ہے، اس کی عالم آخرت میں ایک خاص صورت ہوگی، اگر اس کا کام اچھا ہے تو اس کام کی شکل اچھی اور اگر وہ کام خراب (گناہ) ہے تو اس کی شکل خراب ہوگی اور اسے اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اس کیلئے بہت زیاد تفصیل میں جانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ صرف یہی کافی ہے کہ ہر کام کا حساب و کتاب ہوگا، اگر وہ غیبت کرے تو

اس سے اس بارے میں مواخذہ کیا جائے، غیبت کی سزا جہنم ہے اور اگر وہ مومنین کو آزار پہنچائے تو آتش جہنم اس کے انتظار میں ہے۔ اگر اس نے نیکیاں اور خوبیاں انجام دیا ہو تو اس کی جزا بہشت ہے۔ اگر انسان کو اس بات کا یقین آ جائے (تو وہ اسے انجام بھی دے گا)۔ نہ یہ کہ اس نے کوئی کتاب پڑھی ہو یا اس کی عقل نے اس بات کو درک کیا ہو، یہ سب کافی نہیں ہے، کیونکہ عقلی ادراک اور قلبی یقین میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔

بسا اوقات انسان عقلی طور پر ایک چیز کا ادراک کرتا ہے چونکہ اسکے دل کو یقین نہیں آتا لہذا وہ اس کیلئے کوشش نہیں کرتا ہے اور جس وقت اسے قلبی یقین حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کام کو انجام دیتا ہے۔

(تفسیر سورہ حمد، ص ۱۰۸)

قیامت پر اعتقاد خطاؤں سے بچاتا ہے

خداوند عالم کے بھیجے ہوئے پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں علم رکھنا فائدہ مند نہیں، بلکہ پیغمبرؐ اور اس کی تعلیمات پر ایمان لانا نجات بخش ہے۔ اسی طرح وجود خدا پر عقلی دلائل رکھنا کافی نہیں ہے، بلکہ وجود خدا پر ایمان رکھنا سودمند ہے اس طرح کہ انسان کے قلب کو یقین آ جائے اور اس کا ایمان اسے اس کے پروردگار کے سامنے خاضع و متواضع بنا دے۔ اگر انسان کو حقیقی ایمان کا درجہ حاصل ہو جائے تو اسے تمام چیزیں مل جائیں گی۔

اگر انسان کو یہ یقین آ جائے کہ اس عالم کا ایک مبدأ و آغاز ہے، اگلی دنیا میں انسان کے حساب کتاب کیلئے ایک مواخذہ گاہ ہے اور موت، فنا و نابودی کا نام نہیں ہے، بلکہ موت سے انسان نقص سے کمال کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو انسان کا یہ یقین اسے تمام خطاؤں اور لغزشوں سے بچالے گا لیکن اہم بات یہ ہے کہ انسان کو یہ یقین کیسے حاصل ہو؟ (تفسیر سورہ حمد، ص ۱۰۹)

خودشناسی، خداشناسی کیلئے مقدمہ

اگر انسان کو یہ یقین آ جائے کہ تمام تعریفیں صرف خدا ہی کیلئے سزاوار ہیں تو اس کے دل میں ہرگز شرک نہیں آئے گا۔ یہ جو انسان ﴿لِمَنِ الْمُلْک﴾ کی صدا بلند کرتا ہے اور دنیا میں غرور کی زندگی گزارتا ہے، اس

کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنی حقیقت سے بے خبر ہے۔ وہ ﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ﴾[۱] ''جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا'' سے بالکل لاعلم ہے اور وہ بالکل نہیں جانتا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر اسے یقین آ جائے کہ وہ کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ خدا کا اور اسی کی طرف سے ہے تو وہ اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کر لے گا۔

اہم بات یہ ہے کہ نہ ہم اپنی معرفت رکھتے ہیں نہ اپنے خدا کو پہچانتے ہیں، نہ ہمیں اپنے اوپر یقین وایمان ہے اور نہ ہی خدا پر، نہ ہمیں ابھی تک یہ یقین آیا ہے کہ ہم کچھ نہیں ہیں اور نہ ہی ہمارے دل نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ تمام چیزیں خدا کی اور اسی کی طرف سے ہیں۔ جب تک انسان کو یہ ایمان قلبی حاصل نہ ہو تو وجود خدا پر لاکھ دلیل و برہان جمع کر لیے جائیں ان کا کوئی فائدہ نہیں! ہم صرف اپنی انانیت اور خود پرستی کے پیچھے ہیں کہ میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟ ریاست وحکومت اور دوسروں پر برتری کے یہ کھوکھلے دعوے ہمارے انانیت وخود پرستی ہی کی وجہ سے ہیں۔ انسان جب تک انانیت کے چکر میں ہے وہ صرف اپنی ہی ذات کی قید میں گرفتار ہے۔ (تفسیر سورہ حمد، ص ۱۱۰)

قوت خدا کی مدد سے آگے بڑھنا

ان تمام قدرتوں میں سب سے بڑی طاقت وقدرت، قدرت ایمان ہے۔ چنانچہ آپ کو چاہیے کہ اپنی تربیت اور تزکیہ کریں۔ آپ اس بات کی جانب ہرگز توجہ نہ کریں کہ میں اپنی طاقت وقدرت کے بل بوتے پر کسی کو زمین پر پٹخ سکتا اور اسے مغلوب کر سکتا ہوں۔ آپ کی توجہ اس جانب ہونی چاہیے کہ آپ قوت خدا سے آگے بڑھیں۔ یعنی آپ کو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں، اپنی آنکھوں، جان وروح اور اپنے اختیار میں موجود تمام چیزوں اور قوت کو شیطانی سلطنت کا دست وبازو بننے کے بجائے خدائی سلطنت وحکومت کے دست وبازو میں تبدیل کر دیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۲۳۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۲، ص ۳۲، کتاب العلم، باب ۹، حدیث ۲۲، حضرت رسول خدا ﷺ سے منقول ہے۔
غرر الحکم و درر الکلم، ج ۵، ص ۱۹۴، حدیث ۷۹۴۶، حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے۔

اہل ایمان کی منطق واستدلال

فرض کریں کہ دشمن آئے اور ہم سب کو خود ان کے قول کے مطابق، تمام علما اور مومنین کو قتل کر دے، لیکن ہم کس چیز سے ڈریں؟ جب ہم اس قسم کی صورتحال والی جگہ سے ایک اور بہتر جگہ منتقل ہو جائیں گے تو ہمیں خوف کھانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم ان پر غلبہ پالیں گے لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ ہم کو ان پر ایمانی طاقت کا غلبہ حاصل ہے۔ ہمارے پاس وہی منطق واستدلال ہے جو اسلام کے ابتدائی زمانے کے مسلمانوں کے پاس تھا کہ اگر ہم انہیں قتل کریں ہم جنت میں جائیں گے اور اگر وہ ہمیں قتل بھی کردیں تب بھی بہشت ہی ہمارا مقدر بنے گی۔ یہ ہے اہل ایمان کی منطق۔ جو بھی خدا اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے اس کی منطق یہی ہے کہ اسے کسی بھی صورت میں نقصان نہیں ہوگا۔ خدائی معاملے میں نقصان کوئی پہلو وجود نہیں رکھتا خواہ اس راہ میں ہم قتل ہی کیوں نہ کردیے جائیں۔ اس صورت میں گویا ہم نے اپنا لباس تبدیل کر کے ایک اور بہتر لباس زیب تن کیا ہے اور اگر ہم کسی کو قتل کریں تو گویا ہم نے ایک انسان نما موجود کو دنیا سے باہر نکال دیا ہے۔ بنابریں، ہمیں کسی چیز سے ڈر نہیں ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۰۱)

قیامت کے بارے میں اہل دنیا کا خوف

میں نے بارہا عرض کیا ہے کہ خوف اسے ہے کہ جو اس عالم آخرت کیلئے کسی حیثیت وقیمت کا قائل نہیں ہے۔ ہمارے یہ نوجوان جو آ کر یہ کہتے ہیں کہ ہم شہید ہونا چاہتے ہیں، انہیں مرنے سے کیا ڈروخوف؟ یہ افراد جو انسان کو قسم دیتے ہیں کہ ہمیں بھی شہادت نصیب ہو۔ خداوند عالم انہیں شہادت نصیب کرے، کیا انہیں بھی شہادت سے خوف ہو سکتا ہے؟ کیا یہ لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں؟ وہ افراد جو محاذ جنگ پر مجاہدین کی خدمت میں مصروف ہیں اور ہر لحہ اس بات کا خدشہ ہے کہ خدانخواستہ انہیں کوئی گزند پہنچے، انہیں موت سے کوئی خوف نہیں ہے، ان کا ہم وغم صرف مجاہدین کی خدمت ہے۔ خوف تو اسے ہے کہ جو عالم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ جبکہ جس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ آخرت کا ایک عالم بھی ہے تو دنیا اس کیلئے ایک پل کی مانند ہے کہ جس کا ایک سرا عالم آخرت سے متصل ہے۔ چنانچہ اسے کوئی خوف نہیں ہے، بس اس کی آرزو یہ ہے کہ اپنی منزل پر جلد از جلد پہنچ جائے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۶۴)

آخرت کے بارے میں غور وفکر کرنا، قلوب کی بیداری کا باعث ہے

خداوند عالم فرماتا ہے کہ ﴿یَـا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ خَبِیرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾[۱] ''اے صاحبان ایمان! خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر نفس کو چاہیے کہ دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے کیا بھیجا ہے اور تم سب اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، خدا تمہارے اعمال سے آگاہ ہے''۔ اس لفظی اعتبار سے چھوٹی اور معانی کے لحاظ سے بڑی آیت میں تربیت اور ہوشیار کرنے والے بہت سے احتمال موجود ہیں کہ ان میں سے بعض کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

ممکن ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب کیا گیا ہو جو ایمان کے پہلے درجہ پر فائز ہیں، یعنی عوام الناس کا ایمان۔ اس احتمال کے مطابق یہاں تقویٰ کا حکم دراصل اس عام تقویٰ کے ابتدائی مراتب کا امر ہے اور وہ خدا کی معین کردہ ظاہری احکام کی مخالفت سے پرہیز کرنا ہے اور یہ مرحلہ ظاہری اعمال سے مربوط ہے۔ اس احتمال کے مطابق یہ جملہ ﴿وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ ہمارے ظاہری اعمال کے نتائج سے خبردار کرنے کیلئے ہے اور اس بات پر شاہد ہے کہ ہم جو کچھ عمل کرتے ہیں وہ عالم آخرت کی مناسبت سے ایک شکل اختیار کرلیں گے اور ان کی اچھائی اور برائی ہماری ہی طرف لوٹے گی۔ اس باب میں بہت سی آیات وروایات نقل کی گئی ہیں۔ اسی امر میں تفکر اور غور وفکر ہمارے بیدار قلوب کیلئے نہ صرف یہ کہ کافی ہے، بلکہ آمادہ قلوب کو بھی بیدار کرتا ہے اور ممکن ہے کہ دیگر مراتب اور اعلیٰ درجات کیلئے بھی راہ گشا ثابت ہو۔ (نقطۂ عطف، ص۱۹)

انسان کے اعمال، عذاب الٰہی کی بنیاد

عذاب الٰہی کی بنیاد ہمارے اعمال پر قائم ہے۔ ہم جو بھی عمل انجام دیتے ہیں وہ عالم آخرت میں ایک خاص صورت اختیار کرلیتا ہے اور اس کی اچھائی اور برائی انسان ہی کے پاس لوٹ کر آتی ہے۔ یہ مت خیال کریں کہ آخرت کا عذاب، عذاب دنیا اور یہاں کی مشکلات اور سختیوں کی مانند ہے کہ کچھ پولیس والے آئیں اور انسان کو گرفتار کر کے لے جائیں، ہرگز نہیں! وہاں کی آگ خود انسان کی ذات اور باطن سے

۱۔ سورۂ حشر، آیت/۱۸۔

بھڑ کے گی۔ جہنم کا عذاب خود انسان کے اعمال ہیں اور اس سے انجام پانے والے ہر عمل کی نیت اور عمل کی مدت کے لحاظ سے اس کے عذاب کی شدت اور مدت میں اضافے کا تعین ہوتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج۱۹، ص۱۱۴)

قیامت کی فکر

آپ کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ اگر آپ نے چھپ کر کوئی عمل بد انجام دیا تو کل روز قیامت آپ خدا کو کیا جواب دیں گے؟ یہ دنیا گزر جائے گی لیکن خواہ عالم ہو یا درویش، سب کو فردائے قیامت کی فکر کرنی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج۱۹، ص۱۷۹)

آخرت کی پوچھ گچھ کی طرف توجہ

اس بات میں کوئی شک و تردید نہیں ہے کہ ہمیں ایک دن اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک جو بھی کام کرے بالآخر اسے ایک نہ ایک دن اس کا جواب ضرور دینا ہوگا، کسی پر تنقید کریں یا انگلی اٹھائیں اس کا جواب دینا ہوگا، کسی سے انتقام لیں، اس کا سوال کیا جائے گا اور کسی سے بد اخلاقی کا سلوک کریں تو ایک دن اس کی بھی ہم سے باز پرس کی جائے گی۔ ہمیں حتماً اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہیے اور آپ توجہ رکھتے ہیں، یعنی جو بھی مسلمان ہے اور قیامت، وہاں کے اعمال، حساب کتاب اور اعمال کی خاص شکلوں میں حاضر ہونے پر ایمان رکھتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ اسلامی عقیدے کے بالکل عین مطابق ہے۔

(صحیفہ امام، ج۱۹، ص۳۶۶)

روز قیامت عزت وآبرو کی حفاظت

سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ خدا کو اپنے تمام امور میں حاضر و ناظر جانیں، ہم یہاں سے ایک نہ ایک دن کوچ کر جائیں گے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ میں جلدی اور آپ میرے بعد، اس میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ مسئلہ مسلّمہ امور سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمیں تو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ جب یہاں سے رخت سفر باندھیں گے اور وہاں ہم سے پوچھا جائے گا کہ آپ تو صدر مملکت تھے تو

آپ نے عوام کیلئے کیا، کیا؟ آپ تو وزیر اعظم تھے آپ نے کیا خدمات انجام دیں؟ آپ تو وفاقی یا صوبائی وزیر تھے آپ نے لوگوں کی کتنی مشکلات کو حل کیا؟ عوام سے دریافت کیا جائے گا کہ آپ نے اسلام کیلئے کیا کام کیا؟ اہم بات یہ ہے کہ ہم فردائے قیامت بھی عزت وآبرو کے مالک ہوں۔ اگر ہم نے وہاں کی اصلاح کر لی تو یہاں بھی ہمارے سارے کام صحیح ہو جائیں گے اور وہاں بھی بیڑا پار ہو جائے گا۔ اگر خدانخواستہ ہم نے کوئی خلاف شریعت کام انجام دیا تو جان لیں کہ نہ یہاں اس کی اچھائی ملے گی اور نہ آخرت میں اس کا خیر ہمیں نصیب ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۴۰۸)

خداوند عالم سے روحانی رابطہ

توکل، خلوص، خدا کی طرف توجہ...

چشم بیمار

من به خال لبت ای دوست گرفتار شدم
(خال لب کا تیرے اے دوست گرفتار ہوں میں)
چشم بیمار تو را دیدم و بیمار شدم
(چشم بیمار کو دیکھا ہے تو بیمار ہوں میں)
فارغ از خود شدم و کوس انا الحق بزدم
(کوس انا الحق کا بجایا ہے مثل منصور)
همچو منصور خریدار سر دار شدم
(اتنا بے خود ہوں، خریدار سر دار ہوں میں)
غم دلدار فکنده است به جانم شرری
(غم دلدار نے بھر دی وہ میری روح میں آگ)
که به جان آمدم و شهره بازار شدم
(جاں سے بیزار ہوں اور شہرۂ بازار ہوں میں)
در میخانه گشایید به رویم شب و روز
(وا رہے میرے لیے میکدے کا در شب و روز)

کہ من از مسجد و از مدرسہ بیزار شدم
(مسجد و مدرسہ دونوں ہی سے بیزار ہوں میں)

جامہ زھد و ریا کندم و بر تن کردم
(جامۂ زہد وریا پھینک دیا اور پہنا)

خرقہ پیر خراباتی و ھشیار شدم
(خرقۂ پیر خرابات تو ہشیار ہوں میں)

واعظ شہر کہ از پند خود آزارم داد
(واعظ شہر کی باتوں نے ستایا جو مجھے)

از دم رند می آلودہ مدد کار شدم
(رند مے خوار کا اب ہمدم و ہمکار ہوں میں)

بگذارید کہ از بتکدہ یادی بکنم
(یاد بت خانہ کروں اب، کہ بت میکدہ نے)

من کہ با دست بت میکدہ بیدار شدم
(خواب سے مجھ کو جگایا ہے تو بیدار ہوں میں)

(سبوی عشق، ص ۱۵)،

(دیوان امام خمینیؒ منظوم اردو ترجمہ، ص ۱۶۰)

خدا کو اس کے مقام و منزلت کے مطابق پکارنا

چونکہ وہ تمام کونیہ اور الٰہیہ صورتوں کا جامع تھا، اس بنا پر وہ اس اسم اعظم کی تربیت کے زیر سایہ قرار پایا کہ جو تمام اسماو صفات الٰہیہ پر محیط اور تمام رسم وروش اور تعین پر حاکم تھا۔ پس انسان کا پروردگار، جامع وکامل ہے، یعنی خداوند عالم ہے۔ شائستہ ہے کہ اس خدا کو اس نام سے پکاریں کہ جو اس کے مقام ومنزلت سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کی ان امور سے جو اس کے لائق شان نہیں ہیں، حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ اس بنا پر شیطان رجیم سے استعاذہ اور پناہ طلب کرنے کے مقام پر نام ''اللہ'' کی پناہ طلب کرنی چاہیے نہ کہ دیگر اسماء الٰہیہ کی۔ لیکن جہاں انسان لوگوں کے پروردگار کی پناہ کا طلبگار ہوتا ہے وہاں خدا فرماتا ہے کہ ﴿قُلْ أَعُوذُ

بِرَبِّ النَّاسِ﴾ یعنی اسے حکم دیا گیا ہے تا کہ اس کے شر سے پناہ میں رہے کہ جو اس کے مرتبے اور کمالات کا مخالف ہے اور وہ انسان کا باطنی وسوسہ ہے۔ چنانچہ اس سے خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیے کہ جو اس کے باطن میں وسوسہ ڈالتا اور اس کی راہ معرفت کا راہزن ہے۔ (شرح دعائے سحر، ص ۸)

ماهیات اور نفوس کی هدایت

ہمیں متوجہ ہونا چاہیے کہ خدا کا وعدہ قابل اطمینان ہے اور اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس نے اپنے تکوینی قول کے ذریعہ ماہیات کو راہ راست کہ جو وجود اور اس کے کمالات کی راہ ہے، کی جانب ہدایت فرمائی جبکہ اس نے اپنے تشریعی قول کے ذریعہ مستعد و آمادہ نفوس کی ہدایت کا سامان کیا تا کہ علم و عمل کے میدان میں درجہ بالقوہ سے فعلیت کے درجے تک پہنچیں۔ پس جو بھی (خدا کی) تکوینی یا تشریعی ہدایت سے راہ کو پالے تو وہ خداوند عالم کے تکوینی امر اور اطاعت امر ''کن'' اور تشریعی قول و دستورات کی اطاعت میں ہے اور اگر کسی کی ہدایت نہیں ہوئی ہو تو اس کی استعداد و صلاحیت معدوم ہے اور اس نے (خدا کے) تکوینی امر کی مخالفت کی اور یوں شقاوت و بدبختی اس کے دامنگیر ہوگئی اور وہ شرعی دستورات اور خدائی اوامر کو کبھی انجام نہیں دے سکے گا۔ (شرح دعائے سحر، ص ۱۲۵)

خداوند متعال سے همراهی کی درخواست

اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہیے کہ قبیح اور برے خیالات اور باطل تصورات شیطان کے ایجاد کردہ ہیں کہ جس کی یہ خواہش ہے کہ اپنے لشکر کو تمہارے باطن میں جگہ دے اور تم جو شیطان اور اس کے لشکر سے جنگ کر کے اپنے نفس کی مملکت کو خدائی اور رحمانی بنانا چاہتے ہو تو تمہیں اس لعین کی طرف سے بہت زیادہ ہوشیاری اور خدا کی رضا و خوشنودی کے مخالف خیالات کو خود سے دور کرنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ تم انشاء اللہ اس داخلی جنگ میں اس محاذ جنگ کو جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، شیطان اور اس کے لشکر سے اپنے قبضہ میں لے لو کیونکہ یہ محاذ جنگ ایک سرحدی چوکی کی مانند ہے کہ اگر یہاں تم نے شیطان اور اس کے لشکر پر غلبہ حاصل کر لیا تو آئندہ مقامات پر اپنی کامیابی کیلئے تم پرامید ہو جاؤ۔

اے عزیز! خداوند عالم سے ہر لحہ استعانت و مدد طلب کرو، اپنے معبود کی بارگاہ میں استغاثہ کرو اور اپنے تمام عجز و ناتوانی اور گریہ وزاری سے عرض کرو کہ بارالہا! شیطان بہت بڑا دشمن ہے کہ جس نے تیرے انبیاء اور اولیا کو بھی چشم طمع سے دیکھا، تو اے پروردگار تو خود اپنے اس بندۂ ضعیف اور لاچار کو امان دے اور ان باطل خیالات اور خرافات واوہام کے مقابلے میں میری ہمراہی کرتا کہ میں اپنے اس قوی دشمن کے مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤں۔ اس میدان جنگ میں اس قوی دشمن کے مقابلے میں جو میری سعادت وانسانیت پر حملے کر رہا ہے، میری مدد وہمراہی فرماتا کہ میں تیری خاص مملکت (نفس) سے شیطانی لشکر کو باہر نکال دوں اور تیرے خاص گھر (بیت نفس) کی جانب بڑھنے والے اس غاصب کے ہاتھوں کو کاٹ دوں۔

(چہل حدیث، ص ۱۸)

خدا کیلئے خلوص عمل کے نتیجہ میں کرامت اور عزت کا حصول

اے عزیز! اپنی نیک نامی کو خداوند عالم سے ہی طلب کرو اور لوگوں کے قلوب کی تمہاری طرف توجہ کو صاحب قلب (خدا) سے ہی چاہو۔ اگر تم تمام افعال کو خدا ہی کیلئے انجام دو تو خداوند عالم اخروی کرامتوں اور نعمتوں کو اسی دنیا میں تمہیں عنایت کرے گا۔ تم کو محبوب بنائے گا، لوگوں کے قلوب میں تمہاری عزت زیادہ ہو جائے گی اور تم دونوں دنیاؤں میں سربلند ہو جاؤ گے۔ اگر تم اپنی ریاضت اور کوشش سے اپنے دل کو اسی محبت سے بالکل خالص کر سکو اور اپنے باطن کو نورانی بنا سکو تو تمہارا عمل اس جہت سے خالص ہو جائے گا اور تمہارا قلب صرف خدا ہی کی طرف متوجہ ہوگا اور یوں تمہاری روح تمام آلودگیوں سے پاک اور نفس کی تمام کثافت وغلاظت دور ہو جائے گی۔

(چہل حدیث، ص ۴۱)

قلب مومن، جمال محبوب کا آئینہ

حدیث قدسی میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ ﴿لاَ يَسَعُنِي أَرْضِي وَلاَ سَمَائِي بَلْ يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ﴾[۱] ''میں نہ آسمانوں میں سما سکتا ہوں اور نہ زمین میں، لیکن میں اپنے بندۂ مومن کے

۱۔ یہ حدیث، بہت تھوڑے اختلاف کے ساتھ عوالی اللئالی، ج ۴، ص ۷ اور بحار الانوار، ج ۵۵، ص ۳۹ پر نقل کی گئی ہے۔

قلب میں سماتا ہوں"۔ قلب مومن کے علاوہ کوئی اور موجود جمال محبوب کا آئینہ نہیں ہے۔ قلب مومن میں صاحب تصرف صرف خدا ہے نہ کہ نفس۔ مومن کی وجودی دنیا میں صرف اس کا محبوب (خدا) ہی موثر ہے۔ چنانچہ مومن کا دل نہ خودسر ہے اور نہ بے ہودہ وسرگردان ﴿قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ۱ "قلب مومن خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اسے جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹاتا رہتا ہے"۔ یعنی خدا کا دست تصرف واختیار ہے کہ جو اس کی مملکت قلب میں کارفرما ہے اور اس کے دل کے خیالات وتوجہات کا منقلب ہونا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اے بے چارے انسان! تم تو اپنے نفس کیلئے عبادت کرتے ہو اور تمہارے دل پر شیطان اور تمہاری جہالت حاکم ہے۔ تم نے خود دست الٰہی کو اپنے دل سے الگ وجدا کر دیا ہے، تمہارے پاس کون سا ایمان ہے کہ تم پر نور خدا کی تجلی ہو اور تمہارا وجود اس کی مطلق سلطنت میں تبدیل ہو جائے۔ پس یہ جان لو کہ جب تک اس حالت میں ہو اور خودنمائی کی یہ رذیلہ صفت تم میں موجود ہے تو تم خدا کے کافر ہو اور راہ منافقت میں قدم اٹھا رہے ہو، اگرچہ تم اپنے زعم میں مسلمان ہو اور خدا پر ایمان لائے ہو۔ (چہل حدیث، ص ۴۵)

خدا کی نسبت حسن ظن

خدا کی نسبت اپنے حسن ظن کو کامل بناؤ اور اس کے فضل وکرم پر اعتماد کرو۔ ﴿اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ ۲ خداوند عالم تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور سب کو اپنے عطا ورحمت کے بحر بیکراں میں غوطہ ور کرے۔ خدا کا اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنا محال ہے اگرچہ "وعید" (سزا کا وعدہ) میں اپنی بات کے برخلاف عمل کرنا ممکن ہے اور جیسا کہ ایسا بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ اس کی رحمت کاملہ کی نسبت اپنے دل کو خوش رکھو، کیونکہ اگر اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو تمہارا نام مخلوق کی فہرست میں شامل نہ ہوتا۔ خداوند عالم کی ہر مخلوق پر اس کے خالق کا رحم وکرم ہے ﴿وَسِعَتْ رَحْمَتُهُ كُلَّ

۱۔ بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۳۸، کتاب العشرۃ، باب ۲، حدیث ۹۔

۲۔ سورۂ زمر، آیت ۵۳۔

شَيْءٍ﴾[1] "اس کی رحمت تمام چیزوں پر چھائی ہوئی ہے"۔ (چہل حدیث، ص ۲۷۷)

نور علم کی جانب دل کی ھدایت

پس جب یہ جان لیا جائے کہ علوم و معارف کا عوالم غیب سے نفوس کی طرف القا ہونا، نفوس کے ارتباط کے تابع ہے تو یہ بھی جان لو کہ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ﴿لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ التَّعْلِيمِ بَلْ هُوَ نُورٌ يَقْذِفُهُ اللهُ فِي قَلْبِ مَنْ يَشَاءُ﴾[2] علم کثرت سے تعلیم حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ علم وہ نور ہے کہ جسے خدا جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔ پس نفوس انسانی میں سے جو بھی ملکوت اعلیٰ اور ملائکہ مقربین کے عالم سے رابطہ پیدا کرے تو اس عالم سے ہونے والے ملکی وعلومی القائات، علوم حقیقیہ ہیں اور وہ عالم ملائکہ سے ہیں۔ (چہل حدیث، ص ۳۷۲)

کامل ترین افراد پر اسرار کی تجلی

جان لو کہ معرفت عقل وجہل اور ان کے لشکر غیبی وخدائی علوم اور حقیقی باطنی معارف سے مخصوص ہیں کہ جن کے تمام حالات، مدارج و مراتب اور تمام اسرار وحقائق کی معرفت کسی کیلئے آسان ومیسر نہیں ہے سوائے اصحاب ولایت، صاحبان ایمان اور ارباب معرفت کے کہ جنہوں نے جامعہ بشریت (مادیت) سے باہر نکل کر نور معرفت کے ساتھ سلوک کی وادی میں قدم رکھا ہے، جو ملک وملکوت کے تمام عالموں کے حجابات کے اس پار مشاہدہ کے حامل ہیں، مبدأو جود اور مصادر غیب و شہود تک جن کی رسائی ہے اور اپنے حضوری مشاہدہ کے ذریعہ سے جنہوں نے غیب کے عالموں کو دریافت کیا ہے اور یہ منزل صرف اور صرف کامل ترین افراد کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۵۸)

۱۔ سورۂ اعراف، آیت/۱۵۶۔

۲۔ بحارالانوار، ج ا، ص ۲۲۵، کتاب العلم، باب ۷، حدیث ۱۷۔

سعادت کے دروازے کھلنے کی شرط

جان لو کہ اگر تم نے راہ سعادت میں قدم اٹھائے اور اسے طے کرنے کیلئے اقدامات کیے اور تم نے خداوند عالم کے ساتھ بندگی کا رویہ اپنایا اور اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگی تو تم سعادت کے دروازوں کو اپنے سامنے کھلا پاؤ گے اور عالم غیب سے تمہاری دستگیری کا سامان ہو جائے گا، تمام مادی حجاب ایک ایک کر کے تمہارے سامنے سے ہٹ جائیں گے اور تمہارے اعمال کی ظلمت و تاریکی پر نور فطرت غلبہ حاصل کر لے گا اور تمہاری صفائے قلب اور باطنی روشنی ظاہر ہو جائے گی اور رحمت الٰہی کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ خدا کی قوت جاذبہ تم کو عالم روحانیت کی طرف جذب کر لے گی، آہستہ آہستہ محبت خدا تمہارے قلب میں جلوہ افروز ہوگی اور جس کے ساتھ غیر از خدا کی تمام محبتیں اور خواہشات جل کر راکھ ہو جائیں گی۔ اگر خداوند تبارک وتعالیٰ نے تم میں صداقت وخلوص دیکھا تو وہ تمہیں حقیقی سلوک یعنی ﴿فنا فی اللہ وبقا باللہ﴾ کی طرف تمہاری راہنمائی فرمائے گا، تمہاری آنکھیں اس عالم مادی کی طرف اٹھنے کے بجائے ذات الٰہی کے جمال کی رؤیت کیلئے روشن ہو جائیں گی اور ساتھ ہی خداوند عالم تمہارے دل کے تعلقات اور توجہات کو غیر از حق سے توڑ کر صرف اپنے لیے مخصوص کر لے گا۔

بارالہا! کیا یہ ممکن ہے کہ دنیاوی حجاب میں گرفتار اور جمال حق سے محجوب اور حقیقت سے بے خبر دل کو تو اپنی طرف متوجہ کر لے؟ اور کیا اس بات کا امکان ہے کہ مادیت کی ظلمت وتاریکی میں غرق اس غافل قلب کو تو عالم نور کی سیر کرا دے؟ خداوندا! کیا وہ وقت آئے گا کہ تو اپنے دست قدرت سے ہمارے دلوں میں موجود ہمارے خود ساختہ بتوں کو توڑ دے اور ہمارے بدن پر موجود غبار مادیت کو اپنی نگاہوں کے سامنے نادیدہ جانے؟

خدایا! ہم نے تیری امانت میں خیانت کی ہے اور تیری عطا کردہ پاکیزہ فطرت کو شیطان پلید کے تصرف میں دے کر تیری پاکیزہ فطرت سے دور ہو گئے ہیں۔ اب اس بات کا خوف لاحق ہے کہ آہستہ آہستہ اس مادی دنیا کی طرف توجہات اور تعلقات اور شیطانی راہ میں قدم اٹھانے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم فطرت الٰہیہ کے نورانی دائرے سے بالکل ہی باہر نہ آ جائیں اور حرم (قلب) کو ایک دم شیطان وجہالت اور ان کے لشکروں کے تصرف واختیار میں دے دیں؟ پروردگار! تو خود ہماری دستگیری فرما، ہم میں شیطان کے

مقابلہ اور اس کے سامنے ٹھہرنے کی طاقت نہیں ہے مگر یہ کہ تیرا دست کرم ہمارے ہاتھوں کو تھام لے ﴿اِنَّکَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ﴾۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۸۶)

حقیقت توحید کے ادراک میں دل کا کردار

جان لو کہ انسان کو معرفت خدا اور عقائد حقہ پر ایمان کبھی حاصل نہیں ہوسکتا ہے مگر یہ کہ اولاً وہ ان تمام حقائق و معارف الٰہیہ کا اپنے تفکر، عقلی ریاضت، آیات و بینات اور عقلی استدلال کے ذریعے ادراک کرے۔ یہ مرحلہ ایمان کیلئے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد، جب عقل اپنی قوتوں سے استفادہ کرے اور اس مرحلے پر قناعت نہ کرے اس لیے کہ اتنی مقدار کی معرفت کا اثر بھی بہت کم ہے اور اس سے حاصل شدہ نورانیت بھی۔ پس اس مرحلے کے بعد سالک الی اللہ کو چاہیے کہ قلبی ایمان کی ریاضت میں مصروف ہو جائے اور ان حقائق و معرفت کو جس ریاضت سے بھی ہو سکے اپنے دل تک پہنچائے تاکہ اس کا دل ان حقائق و معارف کا ہم رنگ ہو جائے۔

پس اس مرحلے پر ایمان کے مراتب میں فرق ہے اور شاید اس حدیث ''علم وہ نور ہے کہ جسے خداوند عالم جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے''[۱] کا معنی یہی ہو۔ اس لیے کہ خدا کے بارے میں علم جب تک عقل میں ہے نور ہے لیکن ریاضت قلبی کے بعد خداوند متعال اسے پاکیزہ قلوب میں ڈال دیتا ہے اور وہ اس کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً توحید کی حقیقت جو تمام معرفتوں کی بنیاد ہے اور اکثر فروع ایمانی (ایمان و اعتقاد کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی عبادات) خدائی معرفت، روح کے اوصاف کاملہ اور قلب کی دنیا سے متعلق انسان کی صفات نورانیہ اسی توحید سے جنم لیتی ہیں۔ جب تک ادراک عقلی کے دائرے میں ہے تو یہ تمام فروعات ایسی توحید سے صادر نہیں ہوسکتی اور نہ ہی انسان کو ان تمام حقائق میں سے کسی ایک تک پہنچا سکتی ہے۔ مثلاً توکل اور خدا پر بھروسہ جو توحید و ایمان کی فروعات میں سے ایک فروع ہے، لیکن ہم عقلی دلائل اور

۱۔ ﴿العلم نورٌ یقع فی قلب من یرید اللّٰہ تبارک و تعالیٰ اَن یھدیہ﴾
''علم وہ نور ہے کہ جسے خداوند عالم جس کی ہدایت چاہتا ہے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے''۔
(بحارالانوار، ج۱، ص ۲۲۵، کتاب العلم، باب ۷، حدیث ۱۷)۔

استدلال اور اسی سے مشابہ امور کو اپنے توکل کی بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن درحقیقت ہمیں توکل کا صحیح درجہ حاصل نہیں ہے۔

ہم سب اس بات کو اچھی جانتے ہیں کہ مملکت خدائے لایزال میں کسی کو بھی اس کی ذات مقدس کی اجازت قیومی اور اشارۂ اشراقی کے بغیر تصرف واختیار کا حق حاصل نہیں ہے اور نہ ہی کسی کا ارادہ واختیار، خداوند عالم کی ذات مقدس کے ارادۂ قیومی پر حاکم ہوسکتا ہے۔ ان تمام باتوں سے آگاہی رکھنے کے باوجود ہم اہل دنیا، ارباب ثروت اور متمول افراد سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں اور خداوند عالم سے غافل ہیں۔ ہمارا اپنی مادیت اور اپنے مادی وسائل اور امور پر توکل، خدا کی ذات مقدس پر توکل سے سوگنا زیادہ ہے۔ وجہ یہی ہے کہ توحید افعال کی حقیقت ہمارے دل میں ابھی تک داخل نہیں ہوئی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۸۹)

مومنین کی صفات

خداوند عالم سورۂ انفال کی دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ آیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾۱ ''اہل ایمان تو صرف وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوف خدا ان کے دلوں پر طاری ہوجاتا ہے اور جب ان کیلئے آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں'' یہاں تک فرماتا ہے کہ ﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾۲ ''یہی لوگ درحقیقت صحیح اہل ایمان ہیں''۔ یہاں خداوند عالم نے مومنین کو دوسروں سے جدا کرتے ہوئے انہیں کلمہ حصر ﴿اِنَّمَا (صرف)﴾ کے ذریعہ خاص کردیا ہے کہ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو ان صفات کے مالک ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور مومن نہیں ہے اور آخر میں فرماتا ہے کہ یہی لوگ سچے اور حقیقی مومن ہیں۔

ان اہل ایمان کیلئے ذکر کیے گئے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ذکر خدا کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں پر خوف طاری ہوجاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ جب آیات الٰہی کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو یہ آیات ان کے ایمان میں اضافے کا سبب بنتی ہیں اور تیسری بات یہ کہ وہ اپنے مادی امور،

۱۔ سورۂ انفال، آیت ۲۔ ۲۔ سورۂ انفال، آیت ۴۔

وسائل پر بھروسہ کرنے کے بجائے خود اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل،ص ۹۱)

کسی چیز کا علم و ادراک ، ایمان نہیں ہوتا ہے

اہل بیت علیہم السلام سے نقل شدہ احادیث میں مومنین کی جن صفات کو بیان کیا گیا ہے وہ توکل، خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے، اس کی رضا و خوشنودی کا ہر حال میں خیال رکھنے اور اسی کی ذات سے خوف وامید رکھنے جیسی دیگر صفات سے عبارت ہیں۔ جو ان صفات کا حامل نہ ہو وہ اہل ایمان کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا ہے اور ہم جو اہل ایمان میں شامل نہیں ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دینی امور کے بارے میں ہمارا صرف علم وادراک ہے، ایمان نہیں ہے، ورنہ اگر ہمارا علم ہمارے قلب میں داخل ہوکر ایمان بن جاتا تو ہم ان تمام صفات کے حامل ہوتے اور خدا ہی حقیقت کو بہتر جانتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل،ص ۹۷)

خلوص کو قلب میں راسخ کرنا

انسان کو چاہیے کہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی کو غنیمت جانے اور ایمان کو جس قیمت پر بھی ہو حاصل اور اپنے دل کو اس سے آشنا و مانوس کرے۔ درحقیقت انسان کو سیر و سلوک کے ابتدائی مراحل میں ایمان کا یہ درجہ حاصل نہیں ہوسکتا ہے مگر یہ کہ وہ سب سے پہلے خدا کی معرفت اور ایمانی حقائق کے حصول میں اپنی نیت کو غیر از خدا، شہرت اور دوسروں پر اپنی بڑائی سے خالص کرے اور اپنے دل مسلسل تکرار اور تذکر (یاد دہانی) سے خلوص اور پاکیزہ نیت سے ہم رنگ کرے تاکہ خلوص اس کے دل میں راسخ ہوجائے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل،ص ۱۰۴)

مخلص اور مخلَص کا مقام

خلوص کو حاصل کرنے کے بعد ممکن ہے انسان راہ حقیقت کو ڈھونڈ لے۔ جیسا کہ قرآن سورۂ صافات کی آیت ۱۵۹ اور ۲۱۰ میں کہتا ہے ﴿سُبۡحَانَ اللَّذِي عَمَّا يَصِفُونَ ۔ اِلَّا عِبَادَ اللهِ الۡمُخۡلَصِين﴾ یعنی

خداوند عالم منزہ ہے دوسروں کی تعریف وتوصیف سے سوائے اس کے بندگان مخلَص کے کہ جو شرک کے تمام مراتب اور دوئیت سے پاک اور مادی کثافتوں سے خالص ہیں۔ اگرچہ مخلَصین (پاک شدہ لوگ) کا درجہ اور مقام مخلِصین (خود کو پاک کرنے والے) سے بالاتر ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۰۵)

خلوص کی اہمیت

خداوند عالم کی توحید ومعرفت اور تمام مادی کثافتوں سے رہائی کیلئے خلوص کا حاصل کرنا سیر وسلوک کی اہم ضروریات سے تعلق رکھتا ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۰۵)

علم سے ایمان تک پہنچنا, توکل کی شرط

بسا اوقات ایک فقیہ وعالم، ایک محدث اور بہت بڑا عبادت گزار جو معصومین کی اخبار وروایات سے بہت زیادہ مانوس اور توکل علی اللہ، اپنے تمام امور کو خدا کیلئے سونپنے ﴿تفویض الی اللہ﴾، خدا پر اعتماد کرنے ﴿ثقۃ باللہ﴾ اور قضائے الٰہی پر راضی رہنے ﴿رضیٰ بقضاء اللہ﴾ کی احادیث سے بہت زیادہ سروکار رکھتا ہے اور انہیں معادن وحی کے طور پر جانتا ہے۔ ان کے مفاہیم کا معتقد اور علم برہانی اور دلائل کے سامنے خاضع ہے، لیکن وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود عظیم مشکل میں مبتلا ہے، کیونکہ ان تمام احادیث کے علوم وحقائق اور تمام مفاہیم اس کی عقل کی حدود سے باہر نہیں آئے ہیں اور اس کے قلب تک نہیں پہنچے ہیں کہ جو نور ایمان کے متجلی ہونے کی جلوہ گاہ ہے اور جب تک علوم عقلی کے حدود میں موجود ہیں انسان کو قلبی معرفت وایمان اور روحانی مقامات حاصل نہیں ہوسکتے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۰۲)

فیض الٰہی کی دستگیری

بارالہا! اگر تیرے فیض وکرم سے ہماری دستگیری کا سامان اور تیری ذات کی رحمت واسعہ ہمارے شامل حال ہوجائے تو تیری ہدایت اور عطا کردہ توفیق کے ذریعہ ہدایت اور نجات وسعادت کا راستہ ہم پر

کھل جائے گا۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۰۶

مخلوق سے بے نیازی

جو کوئی غنی مطلق کی بارگاہ کی طرف رجوع کرے، صرف خداوند تبارک وتعالی کی ذات مقدس سے وابستہ ہو جائے اور اپنی جیسی فقیر اور نیاز مند مخلوق سے اپنی چشم طمع کو بند کر لے تو مخلوق سے بے نیازی اور اس سے غنی ہونے کی صفت وحالت اس کے دل میں بیٹھ جائے گی اور عزت وبڑائی اسکے دل میں گھر کر لے گی۔
(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۲۰

یقین، توکل کے کامل ہونے کی شرط

عَنْ أبي بَصِير عَنِ الصَّادِق علیہ السلام قالَ: قالَ لي: ﴿ما مِنْ شَيءٍ اِلَّا وَلَهُ حَدٌّ، قالَ، فَقُلْتُ: وَما حَدُّ التَّوكُّلِ؟ قالَ: اَلْيَقِينُ؛ قُلْتُ: فَما حَدُّ الْيَقِينِ؟ قالَ: اَنْ لا يَخافَ مَعَ اللهِ شَيْئاً﴾[۱]

ابوبصیر نے حضرت امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا: ''کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی حد مقرر نہ کی گئی ہو۔ ابوبصیر نے کہا کہ میں نے حضرتؑ سے عرض کی کہ توکل کی حد کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یقین۔ میں نے کہا: یقین کی حد کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: یہ کہ تم خدا پر یقین رکھنے کے بعد کسی اور چیز سے نہ ڈرو''۔ کسی چیز کی حد وہ ہوتی ہے کہ جہاں وہ چیز ختم ہو جاتی ہے اور یہاں امامؑ کے کلام کا شاید مقصود یہ ہو کہ توکل، یقین پر ختم ہو اور توکل کرنے والا مقام یقین کا مالک بن جائے۔ چنانچہ انسان مومن کا یقین، افعال الٰہی کی توحید پر ختم ہو کہ جہاں انسان خدا کے علاوہ کسی اور کو صاحب نفع ونقصان اور موثر اور مقتدر نہ جانے۔ یا شاید امامؑ کی مراد یہ ہو کہ توکل چاروں اطراف سے یقین کے حصار میں ہو اور یقین حاصل کیے بغیر حقیقت توکل تک رسائی ممکن نہ ہو۔ چنانچہ حقیقت کا یقین رکھنا دراصل توحید خدا کا ثمرہ ونتیجہ ہے اور اسی کے حصار میں ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۲۲

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۲۱۵، باب ۱۱، حدیث ۲۔

رحمت واسعہ سے وابستگی

اہلِ معرفت کا کہنا ہے کہ ﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ظَهَرَ الْوُجُودُ﴾[۱] ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذریعہ وجود نے وجود پایا''۔ خداوند عالم کا یہ اسم رحمت کہ رافت (مہربانی)، عطوفت (نوازش) اور اسی طرح کے دیگر اسماء صفاتیہ اور افعالیہ جس کے جلوے ہیں، وہ اسم ہے کہ خداوند عالم نے خود کو اسی نام سے زیادہ متعارف کرایا ہے اور قرآنی سوروں میں سے ہر ایک سورے میں (سوائے سورۂ توبہ کے) اسے مکرر بیان کیا ہے تا کہ اس کے بندوں کی اس کی رحمت واسعہ سے وابستگی پہلے سے اور زیادہ ہوتی رہے تا کہ اس کی رحمت سے وابستگی دراصل لوگوں کے نفوس کی تربیت اور ان کے سخت قلوب کی نرمی کا باعث بنے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۳۳)

قلب کا روشن و تاریک نقطہ

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ ہمارے تمام افعال کی ایک ملکوتی صورت ہے اور انسان کے تمام افعال اس کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں کہ جسے روایات میں دل کے سیاہ و تاریک اور سفید و نورانی نقطہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۲] اس لیے کہ اگر انسان اپنے ہر عمل کو اس کی صوری، معنوی، قالبی (ظاہری) اور قلبی (باطنی) شرائط کے ساتھ بجالائے تو اس کے قلب میں اسے ایک نور پیدا ہوتا ہے اور اس کے باطن میں ایک پاکیزگی جنم لیتی ہے کہ جو انسان کو معرفت الٰہی اور توحید سے اتنا نزدیک کر دیتی ہے کہ توحید خدا کے اسرار و حقائق اس کے دل میں رچ بس جاتے ہیں۔ قلب میں حاصل ہونے والا یہ نور اور پاکیزگی صرف قلب تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ اس کے ملک بدن میں بھی سرایت کر جاتی ہے اور اس کی دنیا و مادیت کی زمین (بدن و مادی خیالات) نورانی اور نور الٰہی سے منور ہو جاتے ہیں کہ یہ درجہ انسانی سعادت کی اصل غایت ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۸۲)

۱۔ الفتوحات المکیہ، ج ۱، ص ۱۰۲، تحقیق: عثمان یحیی، ج ۲، ص ۱۳۳۔

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۷۰، کتاب الایمان والکفر، باب ۹۴، حدیث ۷؛ نیز ص ۲۰۸، کتاب الایمان والکفر، باب الذنوب، حدیث ۱۳؛ ص ۲۰۹، حدیث ۲۰۔

عزت نفس کا نقطہ آغاز

عزت نفس کا نقطہ آغاز، اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد ہے جبکہ اس کی غایت ذات الٰہی ہے اور اس کا نتیجہ غیر خدا کو ترک کرنا اور اس سے اپنا رشتہ توڑ لینا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۳۶)

مقام ولایت

مقام ولایت وہ مقام ہے کہ انسان کی باطنی دنیائے قلب میں داخل ہونے والی تمام چیزیں اور امور دراصل اسی کے زیر سایہ انجام پاتی ہیں۔ اگر پورا عالم ایک کامل ولی کو دے دیا جائے یا تمام چیزوں کو اس سے لے لیا جائے تو اس کے دل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جبکہ اسے دینے کی صورت میں اس کی دنیائے قلب میں داخل ہونے والی چیزیں اس کی باطنی حالت کو ہرگز تبدیل نہیں کریں گی۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۱۱)

خدا کے الطاف خفیہ

خداوند عالم ایک ایسے پنہاں لطف وکرم کا مالک ہے کہ جس کی نہ ہمیں کوئی اطلاع ہے اور نہ علم۔ چونکہ ہم علم، عمل اور ہر جہت سے ناقص ہیں لہذا اس بنا پر جو واقعہ بھی رونما ہوتا ہے تو ہم نالہ وفریاد کرنے لگتے ہیں اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ خداوند عالم کی نسبت ہماری معرفت کی کمی ہے۔ اگر ہمیں خداوند عالم کے اپنے بندوں کی نسبت اس کے پوشیدہ اور مخفی لطف وکرم کی خبر ہوتی کہ ﴿اللهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ﴾[۱] اور ہم اس سے مربوط امور سے باخبر ہوتے تو اس قسم کے چھوٹے اور جزئی مسائل اور واقعات پر جو کسی اہمیت کے حامل نہیں ہیں، اس قدر بے تابی اور بے صبری کرنے کے بجائے یہ سمجھتے کہ ان کے پس پردہ ایک مصلحت، لطف ومہربانی اور ہماری تربیت کے نکات کارفرما ہیں...

میں خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں بیدار کرے اور ہمیں اپنے مخفی لطف وکرم سے کہ جس سے

۱۔ ''خدا اپنے بندوں (کے حال) پر بڑا مہربان ہے''۔ سورۂ شوریٰ، آیت ۱۹۔

ہم یکسر غافل و بے خبر ہیں، آگاہ کرے تا کہ ہم بھی ان لوگوں کی مانند ہو جائیں کہ جو اس کے مقام ربوبیت اور انسانی کمالات کی معرفت رکھتے ہیں، نہ دنیا ان کا مطمع نظر ہے اور نہ ہی ان کے نزدیک اس کی کوئی مستقل حیثیت ہے۔ ان کی نگاہوں میں اپنی دنیوی ضروریات اور مادی احتیاج کی کوئی مستقل اور جداگانہ وقعت وحیثیت نہیں ہے۔ وہ دنیا کو صرف دوسرے مقامات تک رسائی اور اخروی سعادتوں اور خوش بختی کیلئے راہ عبور جانتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۳، ص ۲۳۵)

قیام خدا کیلئے ہو تو شکست نہیں ہے

اگر انسان کا قیام خدا کیلئے ہو اور خدا اس کا حامی و مددگار ہو تو یہ بات خود انسان کے دل میں ایک امید واطمینان پیدا کرتی ہے کہ اس راہ میں شکست و پسپائی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور انسان باطنی طور پر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ایک لا یزال قوت سے متصل ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۱۶۷)

تمام اشیا پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے خدا پر توکل کرنا

میں اپنی عوام، آپ تمام حضرات اور تمام مسلم اقوام سے یہی چاہتا ہوں کہ آپ سب صرف خدا ہی پر بھروسہ اور اپنے تمام امور میں اسی کی ذات پر توکل کریں۔ بڑی سے بڑی طاقتیں قدرت خدا کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر آپ خدا کی ذات پر تکیہ کریں تو آپ ہر چیز پر غلبہ کر سکتے ہیں۔ پیغمبر خدا باوجودیکہ تمام دشمنوں کے مقابلے میں تن تنہا تھے لیکن خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے انہوں نے سب پر غلبہ حاصل کر لیا۔ وہ مکہ کہ جس نے انہیں بہت زیادہ تکالیف پہنچائی تھیں، جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک ایک انسانی اور خدائی تحریک تھی، وہ دوسری طاقتوں کی مانند شیطانی تحریک نہیں تھی کہ جنہوں نے اپنے شخصی منافع یا اقتدار کے حصول اور آدم کشی کیلئے قیام کیا تھا، ہرگز نہیں! ان کی تحریک کے پیچھے قدرت الٰہی کارفرما تھی۔ یہ تعلیمات الٰہی کا ہی اعجاز ہے کہ جس نے سنگ پرست، بت پرست، آتش پرست اور دیگر اشیا کی پرستش کرنے والی ملتوں کو موحد بنا دیا اور نور توحید اور پرچم توحید نے تمام اسلامی ممالک کو اپنے سائے میں لے لیا۔ یہ سب کامیابیاں اس لیے ان کو نصیب ہوئیں کہ ان کا تکیہ گاہ

خدا تھا اور جبرئیل امینؑ ان کے پشت پناہ تھے۔ آپ بھی خدا پر توکل کیجئے تا کہ جبرئیل امینؑ آپ کے پشت پناہ ہوں اور فرشتے آپ کی ہمراہی کریں۔ (صحیفہ امام، ج ۶، ص ۲۳۵)

تقوی، اللہ کے ماسوا سے نہ ڈرنا

جب انسان تقویٰ کا مالک ہو اور جب ہم خدا کے ساتھ ہوں تو ہمیں اس بات سے کوئی خوف نہیں کہ لوگ ہم سے منہ موڑیں یا دنیا ہم سے قطع تعلق کر لے۔ جب خدا ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں کوئی خوف وہراس نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ اگر اس کی عنایات ہم سے اٹھ جائیں تو پورا عالم بھی مل کر ہمیں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ (صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۱۲)

خدا کی طرف توجہ کے ذریعہ مشکلات کا حل ہونا

میں اس بات کا منتظر ہوں کہ تمام حضرات خدا ہی کی ذات پر تکیہ کریں اور خدا ہی کی طرف توجہ کریں، کیونکہ خدا کی طرف توجہ سے تمام مشکلات حل ہوتی ہیں اور حل ہوئی بھی ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۲)

خدا اور اولیا کی طرف توجہ، کامیابی کا راز

جب تک خدا کی ذات پر اعتماد ہے، جب تک خدا کی طرف توجہ ہے اور جب تک شجاعت کا جذبہ آپ میں موجزن ہے، آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۵)

کامیابی کا راز، معنویت کی طرف توجہ

اسلام کو چاہنے اور پانے کی یہ آرزوئیں، معنویت کی طرف توجہ کرنے کے یہ تمام جذبے اور خدا اور دین خدا کی طرف توجہ کے یہ تمام اقدامات آپ کو کامیابی سے ہمکنار کر دیں گے۔ اس توجہ کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں کہ یہی کامیابی کا راز ہے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور اپنا مقصد "خدا" رکھیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۰۷)

معنویت, مسلمانوں کی عزت کا سبب

اگر تمام ملتیں اور اسلامی حکومتیں اپنے شخصی اغراض ومقاصد کو چھوڑ دیں، سب مل کر اسلام کی طرف توجہ کرلیں اور ﴿لا الـــــہ الا اللہ﴾ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تو آپ دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جائیں گے۔ اس لیے کہ اسلام کی معنویت ان کی مددگار ہے اور خدا ان کا پشت پناہ۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۳۴)

ملکی حیات واستقلال میں تقویٰ کی تاثیر

جو بھی تقویٰ اور ایمان کا مالک ہے نہ لالچ اس میں اثر کرتی ہے کہ وہ خیانت کرے اور کسی چیز کی چوری کرے اور نہ ہی دھمکی اس کے پائے ثبات میں لرزش پیدا کرسکتی ہے۔ اس لیے کہ وہ دھمکیوں کے قبول کرنے کو اپنی ذمہ داریوں کے خلاف عمل کرنے کے ساتھ موازنہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ہم سب ہاتھ میں ہاتھ دیں اور ایک توحیدی معاشرہ وجود میں لے آئیں، ایک ایسا معاشرہ کہ جس میں سب خدا کے معتقد، آنے والے وقتوں میں اپنے کاموں کی جزا کا یقین رکھنے والے اور اسلام کے تمام پہلوؤں پر ایمان والے ہوں اور ہم مومن باتقویٰ جوانوں کی تربیت کریں تو آپ کا ملک آخر تک زندہ اور پائندہ رہے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۶۶)

خدا کی طرف توجہ کے ذریعے تقویت روح

روح کی تقویت کا حکم اس لحاظ سے دیا گیا ہے کہ آپ کی توجہ خداوند متعال کی طرف زیادہ ہو، اس کی قدرت لایزال پر آپ زیادہ بھروسہ کریں، آپ کی نظر، خدائی ہو، آپ صرف اسلامی احکامات کی پیروی کریں اور اپنے جسم وروح کے لحاظ سے اسلام کے فداکار بنیں۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۲۵۰)

قلبی سکون میں ذکر کا کردار

اپنے آپ کو یاد محبوب سے غافل نہ ہونے دیں، اس کی طرف توجہ آپ کی دنیا اور آخرت کیلئے تمام

نیکیوں اور خوبیوں کا مرکز ہے، قلب صرف ذکر الٰہی سے آرام و سکون پاتے ہیں ﴿اَلا بِذِکرِ اللّٰہِ تَطمَئِنُّ القُلُوب﴾[۱] اگر انسانی قلب سکون کا طالب ہو (تو اسے چاہیے کہ ذکر الٰہی سے سکون حاصل کرے) کیونکہ سب سے بہترین نعمت یہ ہے کہ انسان کو درجہ اطمینان حاصل ہو جائے۔ آپ جو ابھی یہاں بیٹھے ہیں نہ آپ مجھ سے ڈرتے ہیں اور نہ میں اپ سے خوف کھاتا ہوں، ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور یہ خود اطمینان کی ایک شکل ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۰ ص ۱۵۵)

خدا پر توکل کے ذریعہ مشکلات کا حل

آپ خدا ہی کو اپنا ملجا و ماویٰ قرار دیجئے اور آپ کا ذات خداوندی پر تکیہ کرنا انشاء اللہ آپ کی تمام مشکلات کو حل کردے گا۔ صحیح ہے کہ مشکلات زیادہ ہیں لیکن قوم کا مصمم ارادہ اور سب سے اہم، خدا پر ان کا توکل مشکلات کو آسان کردے گا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۰ ص ۲۸۶)

رحمت الٰہی کی طرف توجہ کیجئے

دنیا کی طرف پشت اور عالم غیب کی طرف توجہ اپنی انانیت سے منہ موڑ کر خدا کی رحمت و قدرت کی جانب اپنا رخ کیجئے اور اس نعمت کی حفاظت کیجئے کہ جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے اور جس نے آپ کو ایک اور ملت میں تبدیل کر دیا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱ ص ۳۶۹)

مبدأ قدرت سے دل کا متصل کرنا

اپنے قلوب کو اس سرچشمہ قدرت سے متصل کیجئے۔ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم خود کوئی چیز ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ان دنیوی وابستگیوں سے خود کو باہر نکال کر صرف قدرت کے سرچشمے سے متصل ہو جائیں۔ اپنے وجود کے قطروں کو خدا کے دریائے قدرت میں ضم کردیں، ہم سب قطرے ہیں، بلکہ قطرہ سے بھی کمتر۔ چنانچہ اگر ہم دریا سے جا ملیں تو یہ بہت نفع بخش ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱ ص ۵۳۵)

۱۔ سورۂ رعد، آیت ۲۸۔

خدائی تعلیم کے ذریعہ حجاب کا دور کرنا

ہم خدا سے حجاب میں ہیں اور نہیں جانتے ہیں کہ (خدا کی طرف حرکت کا) قصد وارادہ کیا ہوتا ہے؟ ہم سب پردے میں ہیں سوائے اس کے کہ جو خدائی تعلیم کا پڑھا ہوا ہے اور وہ لوگ کہ جو اس کی طرف سے تعلیم یافتہ ہیں۔ (تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۰۷)

ایمان کے ذریعہ دشمن پر غلبہ پانا

آپ اور وہ تمام دوست جو دو کروڑ کی عالمی فوج کیلئے خود کو تیار کرنا چاہتے ہیں، دعا ہے کہ وہ انشاء اللہ کامیاب ہوں اور میں ان سب ساتھیوں کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے اندر قدرت ایمانی پیدا کریں۔ اطمینان قلب حاصل کریں اور اپنے وجود میں قدرت خدا پر بھروسہ کو مستحکم کریں۔ خدا کی قدرت وقوت سے آپ کی وابستگی اس امر کا باعث ہوگی کہ خداوند عالم آپ کے مقابل میں آنے والی طاقتوں کو خوف میں مبتلا کردے گا اور ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو آپ ان پر غلبہ پالیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۲۳۱)

حجابات ہٹانے میں ایمان کا کردار

خداوند عالم نے قرآن میں ایک ایسا میزان مقرر کیا ہے کہ جس کے ذریعہ ہم خود کو اور دوسروں کو پہچان سکتے ہیں ﴿اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُوا یُخرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّورِ وَالَّذِینَ کَفَرُوا اَولِیَآءُ ھُمُ الطَّاغُوتُ یُخرِجُونَھُمْ مِنَ النُّورِ اِلَی الظُّلُمَاتِ﴾[۱] مومن اور غیر مومن کی شناخت کا معیار خدا نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ جو بھی مومن ہے، خداوند عالم اس کا ولی ہے اور خداوند متعال تمام مومنین کو ہر قسم کی ظلمت وتاریکیوں اور انسان کو محجوب کرنے والی تمام چیزوں سے باہر نکال کر وادی نور میں لے جاتا ہے۔ خدا سے دوری کے حجاب وپردے میں گرفتار اور ظلمت وتاریکیوں میں غرق انسان اگر حقیقی ایمان کا مالک بن

۱۔ ''اللہ صاحبان ایمان کا ولی ہے، انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے اولیاء سرپرست طاغوت ہیں جو انہیں نور سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں''۔ سورۂ بقرہ، آیت ر ۲۵۷۔

جائے تو خداوند عالم اسے ہر قسم کی تاریکی وظلمت سے نجات دے کر نور میں داخل کردے گا۔ ایک تاریک قلب کہ جس کیلئے اس عالم کی تمام چیزیں حجاب اور پردہ ہیں، اگر صاحب ایمان ہوجائے تو خداوند عالم اس کیلئے ایک کے بعد دوسرے پردے کو ہٹاتے ہوئے انہیں نورانی بنادے گا اور یہ نور اور نورانیت خود اس کے جمال کا نور ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۳۵۲)

بیداری اور نجات کی شرط

ہماری ملت ایک بیدار و ہوشیار ملت میں تبدیل ہوگئی ہے جو ہر قسم کے مسائل سے اچھی طرح آشنا ہے۔ آپ مطمئن رہیے کہ انشاء اللہ یہ بیداری آپ کو نجات دے گی مگر اس شرط کے ساتھ کہ آپ اپنی توجہ کو خدا کیلئے زیادہ کریں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۳۸۶)

خدا سے تمسک کی وجہ سے خوف ختم ہوجانا

آپ جب تک خدا سے متمسک ہیں تو آپ کسی چیز سے خوف نہ کھایئے۔ جو خدا سے متمسک ہوگیا اسے کسی چیز کا کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دشمن آخر کار یہی کرے گا کہ وہ آپ کو قتل کردے اور آخر کار آپ کو شہادت مل جائے گی جبکہ ایک مومن انسان اس سے کبھی بھی خوفزدہ نہیں ہوتا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۵۱۱)

"میں" کے بجائے "میرا" مکتب کہیں

آپ اس قدر خودنمائی نہ کریں، یہ بہت بڑی غلطی ہے، انسان کو چاہیے کہ خدا کی طرف توجہ کرے اور خود کو اپنے مکتب میں فنا کردے۔ میں، میں کی تکرار نہ کریں، بلکہ کہیے میرا مکتب، جب بھی بات کرنا چاہیں تو کہیے میرا مکتب۔ اس مطلب کو پیغمبر اکرمؐ سے سنیئے اور اولیا الٰہی سے تعلیم حاصل کیجئے کہ یہ سب ہستیاں اپنے مکتب و دین کیلئے کام کرتی تھیں نہ کہ اپنی ذات کیلئے، نہ یہ لوگ دنیوی زرق و برق کے مالک تھے اور نہ ہی اپنے نفس کی جانب اتنی توجہ دیتے تھے کہ میں نے کیا کیا کام کیے اور کیا اچھائی کی، ہرگز نہیں! ہمیں ان کی زندگی میں ان باتوں کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ ہمیں چاہیے کہ ان سے تعلیم حاصل کریں اور انسان بنیں،

انسان جب اپنی تربیت کر لیتا ہے تو وہ اپنی ذات کو فراموش کر دیتا ہے اور وہ جو کچھ دیکھتا ہے صرف خدا ہی کو دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہ میں دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ وہی ہے ﴿اللهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالأرْضِ﴾ کائنات کی تمام قدرت وطاقت اور تمام نور ونورانیت اسی کی ہے اور تمام چیزیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہم کچھ بھی نہیں ہیں اور نہ کسی حیثیت کے مالک ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس بات کو سمجھیں۔ اگر تمام مسلمان اس بات کا ادراک کر لیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور ہمیں خدا ہی کیلئے کام کرنا چاہیے تو وہ کسی مشکل میں گرفتار نہیں ہوں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۸۲)

کاموں کا الٰہی ہو جانا

یہ بھی ایک اہم مطلب ہے کہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے کہ جس میں سب خداوند متعال کی طرف توجہ رکھتے ہوں اور اسی کی راہ میں حرکت کریں۔ اگر تمام کام صرف خدا کیلئے انجام دیئے جائیں تو ہماری معیشت بھی خدائی ہو جائے گی اور ثقافت بھی، ہماری فوج بھی خدائی بن جائے گی اور ملیشیا پولیس بھی الٰہی ہو جائے گی اور استاد اور طلباء بھی خدائی بن جائیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۷۲)

مشکلات پر قابو پانے کا راز

ہم نے نہتے ہاتھوں سے اس بڑی اور شیطانی قدرت پر غلبہ حاصل کیا ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں جس کی پشت پناہ تھیں۔ اس کا راز صرف یہی ہے کہ ہماری عوام متحد اور صابر تھی۔ وہ مشکلات پر صبر کرتی تھی اور اس نے اپنی تمام مشکلات اور مسائل کو صبر اور خداوند عالم پر بھروسہ کرتے ہوئے حل کیا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۲۶۵)

اطمینان کیسے حاصل ہو

اگر پورے عالم کو، ساری کہکشانوں کو، تمام سیارے اور جو کچھ اس میں ہے، سب کچھ اگر ایک آدمی کے اختیار میں دے دیا جائے تو وہ پھر بھی قانع نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ یہ سب چیزیں کمال مطلق نہیں ہیں مگر یہ

کہ وہ دریائے کمال سے متصل ہوجائے، اس میں فنا اور مرتبہ اطمینان پر فائز ہوجائے ﴿اَلا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب﴾[۱] ''آگاہ ہو جاؤ کہ دل یاد الٰہی اور ذکر خدا سے اطمینان پاتے ہیں''۔ قلب نہ کبھی صدر مملکت یا وزیر اعظم کی کرسی سنبھالنے سے مطمئن ہوتے ہیں اور نہ کبھی وزارت، نہ بڑی بڑی طاقتوں کا مالک بننے اور نہ ہی ملک وملکوت کو اپنے اختیار میں لینے سے آرام واطمینان پاتے ہیں۔ جو چیز اطمینان کا باعث بنتی ہے اور جس سے قلب لرزتے اور دنیوی خواہشات جس سے ختم ہوجاتی ہیں وہ ''ذکر خدا'' ہے۔ نہ وہ ذکر خدا جو لقلقہ لسانی اور لبوں کی جنبش سے ہو کہ ہم زبانی ﴿لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ﴾ کہیں۔ وہ ذکر خدا اطمینان دیتا ہے کہ جو انسان کے دل میں رچ بس جائے اور ہر حال میں صرف خدا ہی کی طرف متوجہ رکھے ﴿اَلا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب﴾۔

(صحیفہ امام، ج۱۴، ص۲۰۶)

جنگ کو جاری رکھنے میں خدا پر بھروسہ

انسان جو بھی کام کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اس کے پاس ایک راہ ہو کہ جس کے مطابق اور جس پر چل کر وہ اپنے مقصد تک پہنچے اور اس راہ میں کوئی اس کا تکیہ گاہ ہو۔ ہماری عوام محاذ جنگ پر صرف خدا ہی پر بھروسہ کرتی ہے۔ ہمارے مجاہدین وہاں نماز شب ادا کرتے ہیں اور اسلام کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں اور اگر وہاں شہید بھی ہوجائیں تو بھی ان کا اجر وثواب خدا ہی کے ذمے ہے۔ (ہر دو صورت میں) وہ خدا کی بارگاہ میں صاحب عزت ہیں اور مخلوق کے درمیان بھی لائق احترام ہیں۔

(صحیفہ امام، ج۱۵، ص۹۶)

خدا پر توکل کے ذریعہ کاموں کی اصلاح

آپ خدا ہی پر بھروسہ کیجیے اور اس بات کا اطمینان رکھیے کہ خدا پر توکل کے ذریعہ آپ کے تمام کاموں کی اصلاح ہوجائے گی۔

(صحیفہ امام، ج۱۵، ص۱۰۳)

۱۔ سورۂ رعد، آیت/۲۸۔

مجاهدین کے قلوب میں سکون واطمینان کا نزول

خداوندا! ایران کے یہ نوجوان مجاہدین، فتح ونصرت کو تیرا ہی ہدیہ سمجھتے ہیں اور اپنی قوت بازو پر مغرور نہیں ہیں۔ اگر انہیں کامیابی اور سربلندی کا احساس ہے تو اس لیے کہ انہیں تیری حمایت ہے اور تیری عنایت ان پر نازل ہوئی ہے۔ تو ہی تھا کہ جس نے اطمینان وسکون کو ان کے دل پر نازل کیا اور رعب، دہشت کو ان کے دشمنوں کے دل پر بٹھا دیا، کیونکہ وہ اسلام کے دشمن تھے۔ خداوندا! جو بھی ہے تیری ہی طرف سے ہے اور ہمیں امید ہے کہ تو اپنی عنایت وحمایت کو کامیابی کی آخری منزل تک ہم پر جاری رکھے گا اور اس کے بعد بھی کہ جب تک اسلام کے اور تیرے دشمن، تیرے لشکر اور حزب اللہ سے لڑ رہے ہیں اور جب تک حکومت خدا قائم نہیں ہو جاتی۔ (صحیفہ امام، ج ۱۶ ص ۱۵۵)

تقویٰ، دنیوی آفات کی سپر

آپ نماز جمعہ کو ملاحظہ کر رہے ہیں کہ جو عظیم اسلامی اجتماعات میں سے ایک اجتماع ہے اور الحمد للہ آج ایران میں بڑے بڑے اسلامی اجتماعات برپا ہوتے ہیں، اسلام کا دستور یہ ہے کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں عوام کو تقویٰ کی دعوت دی جائے اور یہ امر خود تقویٰ کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ توحید کے تذکر کے بعد پیغمبرؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام پر درود بھیجئے اور ان کا نام لینے کے بعد آپ لوگوں کو تقویٰ کی طرف دعوت دیجئے۔ امام جمعہ کو تقویٰ کا حکم دینے کے مسئلہ سے سرسری انداز سے نہیں گزرنا چاہیے، بلکہ اسے اس مسئلے کو خاص اہمیت دینی چاہیے۔ اگر ایک عوام باتقویٰ اور متقی ہو جائیں تو وہ دنیا میں آنے والی تمام آفات سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ امام جمعہ انشاء اللہ اس بات کی طرف زیادہ توجہ کریں گے کہ لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت دیں۔ لوگوں کو اس چیز سے آشنا اور آگاہ کرنا چاہیے کہ جس کیلئے انبیاء تشریف لائے۔ تمام انبیاء نیک اور اعلیٰ اخلاق کی پرورش کیلئے آئے ہیں۔ ﴿بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ﴾ انبیاء لوگوں کی تربیت اور تقویٰ کیلئے تشریف لائے اور اب امام جمعہ جو انبیاء کے کام کو جو نماز جمعہ اور نماز جماعت سے عبارت ہے، ہر جگہ اپنے ذمے لیے ہوئے ہیں، کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو تقویٰ کی تعلیم دینے کی ہمت کریں اور لوگوں کو تقویٰ کا حکم دیں۔ خطبے میں تقویٰ کا صرف ذکر کرنا یا تقویٰ کی تاریخ سے لوگوں کو آگاہ کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ لوگوں کو تقویٰ کی

طرف اس طرح دعوت دینی چاہیے کہ لوگ تقویٰ اپنائیں اور خداوند عالم کے اس خاص تاکید شدہ امر ''تقویٰ'' کو اہمیت دیں کہ جس کیلئے انبیاء نازل ہوئے ہیں۔ آپ استادوں اور معلمین کو بھی چاہیے کہ تقویٰ کو اہمیت دیں اور طالب علم بھی اس کی اہمیت کی طرف توجہ دیں۔ اسی طرح جامعات اور حوزہ ہائے علمیہ کے استادوں کو بھی چاہیے کہ خدا کی طرف سے اس تاکید شدہ خاص امر کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھیں کہ اگر بغیر تقویٰ کے علم حاصل کیا جائے خواہ علم توحید یا مختلف ادیان کا علم ہی کیوں نہ ہو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۱۸۷)

خدا کی طرف توجہ سے راہوں کا کھلنا

اگر ہماری عوام خدا کی طرف توجہ کریں، خدا ہی کی طرف توجہ سے اپنے سارے کاموں کو انجام دیں اور اسلام کی خدمت کریں تو خداوند عالم ان کیلئے راستے کھول دے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۳۱۴)

محاذوں پر موجود نوجوان کی معنویت، خدا کا تحفہ ہے

آج انسان ایسے نوجوانوں کو دیکھتا ہے اور میں ایسے نوجوانوں پر رشک کرتا ہوں کہ جو یہاں آتے ہیں اور گریہ کرتے ہیں کہ ہم محاذ جنگ پر جانا چاہتے ہیں لیکن ہمیں جانے نہیں دیا جاتا ہے۔ ابھی کل یا پرسوں کی بات ہے کہ ایک نوجوان میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرے دو بھائی محاذ پر مارے گئے ہیں اور میں بھی محاذ جنگ پر جانے کا خواہشمند ہوں۔ میں نے اس سے کہا اے نوجوان، یہ کافی ہے کہ تمہارے بھائی شہید ہوگئے، اب ضرورت نہیں کہ تمہارے گھر سے مزید افراد شہید ہوں۔ یہ سن کر اس نے گریہ کرنا شروع کر دیا۔ اس قسم کی معنویت، خدا کی عنایت کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ وہ معنویت ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی اور ایسی معنویت پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۸، ص ۳۱۴)

اطمینان پیدا کرنے والے عوامل

راہ حق پر قدم اٹھانا اور اس پر عمل کرنا خود ایک قسم کا آزاد تفکر اور ذکر خدا ہے کہ جو انسان کے اطمینان

کا باعث بنتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۸، ص ۴۶۴)

دائمی ذکر

جو چیز انسانوں کا سرمایہ نجات، ان کے دلوں کے آرام وسکون کا باعث، ذاتی اصلاح اور دنیا اور دنیوی تعلقات سے رہائی پانے کا ذریعہ ہے وہ صرف خداوند عالم کے دائمی ذکر اور اس کی ہمیشہ ساتھ رہنے والی یاد کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ (نقطہ عطف، ص ۱۱)

اے دوست سہارا دے

اے دوست مدد نما که سیری بکنم
(اے دوست امداد کر کہ ذرا سیر کروں)

طاعت به کناری زده خیری بکنم
(طاعت کی جگہ کچھ عمل خیر کروں)

فارغ ز تویی و منی و سر و علن یاری
(فارغ من وتو، سرّ وعلن سے ہو کر)

طلبم روی به دیری بکنم
(ڈھونڈوں اسے، رخ اپنا سوئے دیر کروں)

(دیوان امام خمینیؒ "منظوم اردو ترجمہ، ص ۲۳۱)

میں جو کچھ ہوں، مجھے تو دکھا دے

هشیاری من بگیر و مستم بنما
(ہشیار ہوں، مجھ کو مست کر دے ساقی)

سر مست ز بادهٔ الستم بنما
(سرمست مئے الست کر دے ساقی)

بر نیستیم فزون کن از راہ کرم
(میں کیا ہوں، مجھے خود اپنی آنکھوں سے دکھا)
در دیدۂ خود ہر آنچہ ہستم بنما
(ہمراز حجاب، ہست کردے ساقی)

(دیوان امام خمینیؒ، منظوم اردو ترجمہ، ص ۲۱۰)

ایمان کے سائے میں استقامت

ایران جس عظیم قدرت پر تکیہ کیے ہوئے ہے وہ قدرت ''خدا'' ہے۔ جو بھی خدا پر تکیہ اور بھروسہ اور اپنے دل میں اس ذات پر ایمان رکھے گا، جو بھی قیامت کا علم رکھتا ہے، خدا کو جانتا اور قضائے الٰہی سے آگاہ ہے تو وہ کبھی بھی میدان چھوڑ کر فرار نہیں ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۲۹۰)

ایمان اور خلوص کا کردار

آپ ذرا ان بڑی طاقتوں کا جائزہ لیں کہ جو اپنے ترقی یافتہ ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی پر گھمنڈ اور بھروسہ کرتی ہیں وہ اضطراب و پریشانی میں زندگی گزار رہی ہیں۔ آپ ہرگز یہ خیال نہ کیجئے کہ وائٹ ہاؤس یا کریملن میں بیٹھنے والے صاحبان قدرت اس وقت آرام وسکون سے بیٹھے معمول کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، ہرگز نہیں! وہ بہت بے چینی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں اور اس اضطراب و پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب شیطان کے پیروکار ہیں اور شیطان کبھی بھی نہیں چاہتا ہے کہ انسان کا دل اطمینان وسکون پائے۔

آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ آپ کو اضطراب و بے چینی نہ گھیرے اور آپ کا ایمان محکم ہو تو جان لیجئے کہ نصرف وفتح آپ کے پیچھے پیچھے ہے۔ پہلے اپنے خلوص کو مستحکم بنائیے، اپنے ایمان کو محکم اور مضبوط بنائیے اس کے بعد اس طرح کاموں کو انجام دیجئے کہ جس طرح خداوند متعال نے امر فرمایا ہے۔ آپ کا یہی خلوص اور ایمان آپ کی مدد کرے گا، آپ کی ہمتوں کو بلند کرے گا اور اسی وجہ سے آپ کی طاقت ایسی شکل اختیار کرلے گی کہ جس کا کوئی طاقت وقدرت مقابلہ نہیں کرسکتی۔ (صحیفہ امام، ج ۲۰، ص ۷۷)

رکھوں قدم پہ تیرے سر

بر کنم خرقه سالوس اگر لطف کنی

(رکھوں قدم پر ترے، سر، اتاروں خرقہ مکر)

سر نهم بر قدمت خرقه گذارم به کنار

(جو تو کہے تو چڑھادوں یہ خرقہ بر سر دار)

(دیوان امام خمینیؒ، منظوم اردو ترجمہ، ص ۱۳۱)

تو اگر لطف کرے

گر لطف کنی نوازیم با نظری

(تو اک نگاہ لطف جو ڈالے مجھے پر)

صاحب نظران را همه از یاد برم

(میں چھوڑ دوں یاد ہمہ صاحب نظراں)

(دیوان امام خمینیؒ، منظوم اردو ترجمہ، ص ۲۳۰)

پناہ

فریاد رس ناله درویش تویی

(فریاد کو سن، داد وفا دے مجھ کو)

آرامی بخش این دل ریش تویی

(دل زخموں سے بیکل ہے، دوا دے مجھ کو)

طوفان فزاینده مرا غرق نمود

(طوفان فزایندہ نے غرقاب کیا)

یاد آور راه کشتی خویش تویی

(راہ اپنے سفینے کی دکھا دے مجھ کو)

(دیوان امام خمینیؒ، منظوم اردو ترجمہ، ص ۲۶۷)

حسن اختتام

الا یا ایھا الساقی زمی پر ساز جامم را
(اٹھ اور مے سے بھر دے ساقیا مرے جام کو)

که از جانم فرو ریزد هوای ننگ و نامم را
(جو دل سے دور پھینک دے ہوائے ننگ و نام کو)

از آن می ریز در جامم که جانم را فنا سازد
(وہ مے انڈیل جام میں روح کو فنا کرے)

برون سازد ز هستی هسته نیرنگ و دامم را
(نکال دے وجود سے فریب و مکر و دام کو)

از آن می ده که جانم را ز قید خود رها سازد
(خودی سے جو رہا کرے، زمام دل کو تھام لے)

به خود گیرد زمامم را فرو ریزد مقامم را
(گرا دے نظروں سے خیال منصب و مقام کو)

از آن می ده که در خلوتگه رندان بی حرمت
(وہ مے جو بزم میکشاں اجنبی کے درمیان)

به هم کوبد سجودم را به هم ریزد قیامم را
(کچل دے جذبہ رکوع و سجدہ و قیام کو)

نبودی در حریم قدس گلرویان میخانه
(حریم قدس گلرخاں سے رہنا دور ہی کہ میں)

که از هر روزنی آیم گلی گیرد لجامم را
(جدھر سے آؤں، کوئی گل سنبھال لے لجام کو)

روم در جرگه پیران از خود بیخبر شاید
(میں جا رہا ہوں بزم بیخوداں بے خبر میں اب)

برون سازند از جانم به می افکار خامم را

(نکال آؤں ذہن سے ہر ایک فکر خام کو)

تو ای پیک سبک باران دریای عدام از من

(تو قاصد سبک رواں بحر موت پیش کر)

به دریا دار آن وادی رسان مداح وسلامم را

(امیر بحر پر ہماری مدحت وسلام کو)

به ساغر ختم کردم این عدام الدر عدام نامه

(یہ نقش تہ بہ تہ عدم کیا ہے ختم جام پر)

به پیر صومعه بر گو ببین حسن ختامم را

(کر دیکھ پیر دیر میرے حسن اختتام کو)

(دیوان امام خمینیؒ "منظوم اردو ترجمہ" ص ۵۸)

اخلاقی فضائل

سب سے بہترین جنت

اے میرے عزیز! جاں لو کہ اس عالم کیلیے سب سے لازمی چیز عزم راسخ اور قوی ارادہ ہے جو انسان کے کام کو آسان بناتا ہے۔ وہاں موجود جنتوں میں سے ایک جنت کے مختلف مراتب میں سے ایک مرتبہ کا میزان، انسان کا عزم وارادہ ہے اور جب تک انسان عزم راسخ اور قوی ارادے کا مالک نہ ہو تو وہ اس بہشت میں کسی مقام ومنزلت کا مالک نہیں ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں پہنچ جائیں گے تو خداوند عالم کی جانب سے ایک خط انہیں بھیجا جائے گا کہ "یہ خط حی قیوم ذات کی طرف سے حی قیوم کیلیے۔ میں جس چیز کو کہتا ہوں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے تو آج تمہیں بھی ایسا ہی بنا دیا ہے کہ جس چیز کو بھی امر کرو گے ہو جا تو وہ ہو جائے گی"۔

تم یہ دیکھو کہ یہ کون سا مقام ومنصب اور سلطنت وقدرت ہے اور یہ کون سی خدائی طاقت ہے کہ جہاں بندہ کا ارادہ خدائی ارادے کا مظہر بن جاتا ہے اور اشیا کو عدم سے وجود کا لباس پہناتا ہے۔ ان تمام جسمانی اور مادی جنتوں میں اس ارادے کی قدرت اور نفوذ سب سے زیادہ بہتر اور بالاتر ہے اور یہ بھی عیاں ہے کہ خداوند عالم کا یہ خط بیکار اور عبث تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ جس کا ارادہ اس کی حیوانی خواہشات کا تابع ہو اور جس کا عزم بے ہمت اور مردہ ہو وہ ان مقامات تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ ذات خداوند عبث اور بے کار کاموں کا انجام دینے سے مبرا ہے۔ اس عالم میں ایک نظام وترتیب کے تحت اسباب ومسببات کا نظام جاری وساری ہے اور اس عالم میں بھی یہی حکم کارفرما ہے، بلکہ یہ نظام اسباب ومسببات اس عالم کیلیے زیادہ سزاوار ہے۔ پورا نظام آخرت تناسب واسباب پر قائم ہے چنانچہ انسان اپنے ارادے کی قدرت ونفوذ کو اس

عالم میں مہیا کرے، کیونکہ دنیا وآخرت کی کھیتی، بہشتی نعمتوں اور عذاب جہنم مہیا کرنے کا سامان جمع کرنے کی جگہ ہے۔ (چہل حدیث، ص ۱۳۶)

مستحسن امید

اگر انسان اپنی زمین دل کو اخلاق فاسدہ کے کانٹوں اور گناہ ومعصیت کے نوکیلے پتھروں سے پاک کرکے اس میں اعمال صالحہ کے بیج بوئے، علم نافع اور ایمان خالص کے شفاف پانی سے اس کی آبیاری کرے، اس بیج کی نشوونما میں مانع امور، عجب (خود پسندی) اور ریا وغیرہ اور زراعت کی سرسبزی میں رکاوٹ بننے والی تمام اضافی اور جنگلی گھاس کو دور کرنے اور ان تمام امور کے انجام دہی کے بعد فضل الٰہی کے انتظار میں بیٹھے کہ خداوند عالم اس کے قدموں کو ثابت قدم رکھے اور اسے بہترین عاقبت عطا کرے تو یہ امید، ایک مستحسن امید ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللهِ﴾[1] ''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا وہی لوگ ہیں کہ جو رحمت الٰہی کی صحیح امید رکھتے ہیں''۔ (چہل حدیث، ص ۲۲۹)

دل میں ندامت کی تقویت کرنا

انسان کو اپنے دل میں ندامت کی صورت کو مضبوط بنانے کی ہر آن کوشش کرنی چاہیے یہاں تک کہ وہ بیت احتراق میں داخل ہو جائے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب انسان گناہ ومعصیت خدا کے قبیح آثار اور برے نتائج میں تفکر کرے اور ندامت وپشیمانی کو اپنے دل میں مضبوط بنائے ﴿نَارُ اللهِ الْمُوقَدَةُ﴾[2] کی آگ کو اپنے ارادے اور اختیار سے اپنے دل میں روشن کرے اور اپنے قلب کو آتش ندامت میں جلا ڈالے تاکہ دل میں موجود تمام گناہ ومعصیت اور ان کی محبت وخواہش بھی جل جائے اور دل کدورت اور خدا سے دوری کے زنگ سے پاک ہو جائے۔ انسان یہ بات اچھی طرح جان لے کہ اگر اس آتش کو اپنے

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت/۲۱۸۔

۲۔ ''خدا کی روشن کردہ آگ''۔ سورۂ ہمزہ، آیت/۶۔

ارادے واختیار سے اس عالم میں اپنے لیے روشن نہ کرے اس باب جہنم کو جو خود دربائے بہشت میں داخل ہونے کا سب سے بڑا دروازہ ہے، اس عالم میں اپنے لیے نہ کھولے اور ایسے ہی اس عالم میں منتقل ہو جائے تو اس عالم میں مجبوراً جلانے والی سخت آتش میں جلنا پڑے گا اور ساتھ ہی ابواب جہنم اس پر کھول کر دربائے بہشت ورحمت کو اس کیلئے بند کر دیا جائے گا۔ (چہل حدیث، ص ۲۷۶)

حقیقت کی طرف ایک راستہ

اے عزیز! تم ہر صورت میں برزخ اور قبر وقیامت کے تمام عالموں اور ان کے تمام درجات میں خدائی معرفت، تمام علوم حقیقیہ، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کے محتاج ہو۔ لہذا تم جس درجے پر بھی ہو اگلے درجے تک پہنچنے کی کوشش کرو، اپنے خلوص کو زیادہ کرو اور نفس کے باطل وہم وخیالات اور شیطانی وسوسوں کو اپنے دل سے باہر نکال دو۔ تم یقیناً اس کا نتیجہ خود دیکھو گے اور حقیقت تک جانے والے راستے کا نشان تم کو مل جائے گا، راہ ہدایت تم پر کھل جائے گی اور خداوند عالم تمہارے ہاتھوں کو تھام لے گا۔

(چہل حدیث، ص ۳۹۴)

تجلیات قلب

سنن الٰہیہ سے متمسک ہونے، لباس شریعت کو پہنے، احکام شریعت کی پابندی کرنے، تہذیب نفس، کی راہ پر قدم اٹھانے، باطنی حقائق کو صیقل کرنے، تطہیر روح اور تصفیہ قلب میں مصروف ہو جانے کے بعد سالک (خدائی راہ کے مسافر) کے آئینۂ قلب میں خداوند عالم کے غیبی انوار متجلی ہونے لگتے ہیں اور وہ باطنی کشش ومیل اور اپنے فطری عشق کی وجہ سے عالم غیب میں مجذوب ہو جاتا ہے۔ ان مراحل کو طے کرنے کے بعد سالک کا سلوک الی اللہ (خدائی سفر) باطنی غیب کی دستگیری سے شروع ہوتا ہے اور اس کا دل حق طلب اور حق جو بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا قلب مادیت سے کٹ کر جدا، حقیقت سے منسلک ومتصل ہو کر اور آتش محبت کی چنگاری اور نور ہدایت کے ساتھ جو ایک قسم کا رفرف عشق اور براق اسیر ہے، کوئی محبوب کی

۱۔ رفرف، وہ جانور ہے کہ براق پر بیٹھنے کے بعد حضرت ختمی مرتبت شب معراج سوار ہو کر معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ (فیروز اللغات جدید، ص ۳۷۹)۔

جانب اور جمیل ازلی کے جمال کے دیدار کیلئے روانہ ہو جاتا ہے۔ یہاں سالک کا ہاتھ اور چہرہ غیر خدا کی طرف توجہ کی آلودگی سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ شیطانی خباثت ونجاست کہ جو دراصل خدا سے دوری اور غیریت، منحوس شجرۂ خبیثہ کی جڑ اور کثرت کی اساس ہے، سے پاک ہو کر اپنے مقصد ومقصود کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان پر ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ﴾[۱] ''میں نے خلوص دل سے اپنا چہرہ اس ذات کی جانب کیا ہے کہ جس نے زمین وآسمانوں کو خلق کیا ہے''۔ کا ترانہ جاری ہوتا ہے اور وہ دیدار محبوب کیلئے تڑپنے والے ایک عاشق و دوست کی مانند آفلین (جلدی ڈوب جانے والوں) صفت مجازی محبوب سے نفرت کرتے ہوئے جو نقص وعیب اور نجاست کا مظہر ہیں، آگے بڑھتا ہے اور کمال مطلق کی جانب توجہ اس کے قلب پر نقش ہو جاتی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۴۳)

لشکر عقل پر غلبہ کے بعد انسان کی ذمہ دار

اگر سالک یہ دیکھے کہ عقل کے لشکر اس کی مملکت روح پر حاکم ہیں تو وہ خدا کا شکر بجالائے اور اس بات کیلئے جدوجہد کرے کہ اپنی باطنی مملکت کو جہالت کے لشکروں سے پاک کرے اور حکم عقل اور اس کے لشکروں کو اپنے باطن میں نافذ اور مستحکم کرے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۵۲)

انسان، اپنی روح کا طبیب

یہ بات جان لینی چاہیے کہ ہر ایک کو اپنے قلب کا معالج اور اپنی روح کا خود طبیب ہونا چاہیے۔ ''دایہ دلسوزتر از مادر نخواہد بود'' (دایہ بچے کیلئے ماں سے زیادہ ہمدرد نہیں ہوتی)۔ انسان فراغت وفرصت کے ایام اور اپنے اختیار میں موجود دنوں کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور (دار محشر کے) لاچاری، دباؤ اور تنگی کے دنوں کی آمد سے قبل ہی خواب غفلت سے بیدار ہو جائے، کیونکہ ان ایام میں کوئی دوا اس پر اثر نہیں کرے گی۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۵۳)

۱۔ سورۂ انعام، آیت/۷۹۔

علمی اور عملی ریاضتیں

وہ اہل ایمان کہ جن کے قلوب نور ایمان کیلئے صاف اور خالص ہو چکے ہوں تو ان میں اور دیگر افراد میں یہ تمام خصال جمع ہو جائیں گی کہ جن میں ایک یا زیادہ خصلتیں عقلی لشکروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ اپنی علمی اور عملی ریاضتوں کے ذریعہ خود کو کامل بنانے اور جہالت کے لشکروں سے اپنی ذات کو پاک اور دور کرنے کے ساتھ ساتھ عقلی لشکروں سے اپنے باطن کو آراستہ کر سکتے ہیں اور اس طرح ان کیلئے انبیاء اور اولیا کے جوار میں درجہ کمال تک پہنچنا ممکن ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل ص ۵۵)

طہارت قلب کا طریقہ

جب انسان اپنے قلب کو کثافت و آلودگی سے خالی اور ذکر خدا اور کتاب الٰہی کی قرائت کیلئے خود کو آمادہ کر لے، کیونکہ جب تک عالم مادہ کی کثافت و نجاست دل میں موجود ہے اس وقت تک ذکر الٰہی اور کتاب خدا سے فیض حاصل کرنا اس کیلئے ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ کتاب خدا میں سورہ واقعہ آیت ۷۷ سے ۷۹ تک اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے: ﴿اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ لَا يَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ ''وہ قرآن کریم ہے، ایک کتاب میں پوشیدہ کہ جسے پاک لوگوں کے سوا کوئی اور چھو نہیں سکتا'' اور سورہ مومن آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا کہ ﴿هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُنِيبُ﴾ ''وہی خدا ہے کہ جو اپنی نشانیوں کو تمہیں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لیے رزق نازل کرتا ہے اور اہل توبہ اور انابت و رجوع کے علاوہ کوئی اور متذکر نہیں ہوگا''۔

پس جب انسان اپنے قلب کو ذکر الٰہی اور قرآن شریف کیلئے آمادہ کر لے اور توحید کو بیان کرنے والی آیات اور وحدانیت خدا اور اسے پاک و منزہ کرنے والے اذکار کو حضور قلب اور طہارت و پاکیزگی سے اپنے دل کو اس طرح تلقین کرے اور اس پر پیش کرے کہ گویا اس کا دل ایک طفل کی مانند ہے کہ جو بولنا نہیں جانتا اور وہ اسے بولنا سکھانا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک لفظ کی بار بار تکرار کرتا ہے اور اسے بچہ کے سامنے پیش کرتا ہے تا کہ بچہ اسے یاد کرے۔ اسی طرح انسان کو چاہیے کہ کلمہ توحید کو پورے اطمینان اور حضور قلب سے اپنے دل کو تلقین کرے اور اسے سکھائے تا کہ زبان قلب بولنے لگے۔ اگر اس کام کیلئے شب کے آخری حصے یا بین

طلوعین (طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک) نماز صبح کے فریضہ کے بعد کا وقت مخصوص کرے تو یہ بہت بہتر ثابت ہوگا۔ اس وقت طہارت و پاکیزگی کے ساتھ قرآن اور ذکر کو اپنے قلب پر پیش کرے اور انسان کو غفلت سے بیدار کرنے، تذکر دینے اور توحید خدا کو بیان کرنے والی آیات قرآنی کو تلقین اور دل میں راسخ کرنے کی نیت سے اپنے دل کو پیش کرے۔

اگر سورۂ حشر کی آخری آیات کو ﴿یٰـأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ﴾ "اے صاحبان ایمان! خدا کا تقویٰ اختیار کرو" جو ۱۸ ویں آیت ہے، سے لے کر آخر سورۂ تک تذکر دینے، خواب غفلت سے بیدار کرنے، نفس کا محاسبہ کرنے اور مراتب توحید، اسمائے الٰہیہ اور صفات خداوندی کو بیان کرنے والی آیات کو نفس پر آنے والے دنیوی امور سے فراغت کے وقت شب کے آخری حصے میں یا بین طلوعین حضور قلب سے پڑھے اور ان کے مطالب میں تفکر کرے تو امید ہے کہ انشاء اللہ وہ اچھے نتائج پائے گا۔ اسی طرح دیگر تمام اذکار شریفہ مثلاً سب سے زیادہ بہترین اور جامع ترین ذکر شریف ﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ﴾۱ کو حضور قلب سے پڑھے اور اس عمل کو انجام دے تو امید ہے کہ خدا اس کی دستگیری فرمائے گا۔ البتہ اسے ہر حال میں اپنے نقص و عیب، عجز و ناتوانی اور خداوند متعال کی رحمت و قدرت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ اپنے دست حاجت کو بارگاہ الٰہی میں پھیلائے اور ذات اقدس الٰہ سے دستگیری کی درخواست کرے۔ امید ہے کہ اگر وہ ایک مدت تک اس عمل کو پابندی سے بجالائے تو اس کا نفس خدا کی توحید و وحدانیت اور اس کے اذکار و اوراد سے مانوس ہو جائے گا اور نور توحید اس کے دل میں تجلی پیدا کرے گا۔ ہاں! اس نکتہ کی جانب بھی توجہ ضروری ہے کہ ذکر کی عام شرائط سے غفلت نہیں کرنی چاہیے اور ہم نے قرائت قرآن کی اکثر شرائط کو جو ذکر الٰہی کی شرائط بھی ہیں، کتاب "آداب نماز"۲ میں ذکر کیا ہے۔ اگرچہ کہ ہم نے خود ان سے استفادہ نہیں کیا لیکن حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ ﴿اُنْظُرْ اِلٰی مَـا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ﴾۳ "یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے، یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے"۔

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۷۵، باب "من قال: لا اله الا الله"، حدیث ۱ و ۲، توحید صدوق، ص ۱۸۔

۲۔ آداب نماز، ص ۱۸۰، مصباح اول، باب ۴۔

۳۔ غرر الحکم، ص ۵۸۔

اگر وہ شب وروز میں جب اس کا دل دنیوی مسائل سے آزاد اور خدا کی طرف مائل اور متوجہ ہو تو چند منٹوں کیلئے اپنے حضور قلب اور توجہ کے ساتھ نور ایمان کو حاصل کرنے کیلئے اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور خدا سے چاہے کہ وہ نور ایمان کو اس کے قلب میں داخل کر دے۔ اگر اس نور ایمان کے آثار اس کے افعال اور اعضاء و جوارح سے ظاہر ہوں، تو انشاءاللہ وہ بہت جلد اپنے نتیجہ کو پالے گا۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۰۵)

عدالت کا مقام

عدالت جو افراط وتفریط اور غلو اور تقصیر کے درمیانی مقام سے عبارت ہے، کو انسانیت کے بڑے فضائل میں شمار کیا جاتا ہے، بلکہ عظیم فلسفی ''ارسطاطالیس'' سے منقول ہے کہ ''عدالت کسی فضیلت کا جز اور حصہ نہیں ہے، بلکہ عدالت خود ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور ''جور'' جو اس کی ضد ہے، کسی رذیلی صفت کا حصہ نہیں، بلکہ وہ خود سب سے بری اور پست صفت ہے''۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۵۰)

ایام جوانی میں سرکش قوتوں کو معتدل کرنا

انسان جب تک اس عالم مادیت میں ہے وہ اپنی سرکش قوتوں کو تعدیل اور اپنے سرکش نفس کو عقل اور شریعت کی مہار دے سکتا ہے اور یہ کام ایام جوانی میں بہت سہل اور آسان ہے۔ اس لیے کہ اس میں نور فطرت خاموش نہیں ہوتا، اس کے نفس و باطن کی پاکیزگی اور نورانیت گناہوں کی کمی کی وجہ سے صاف، روشن اور زیادہ ہوتی ہے اور اس کی باطنی دنیا میں برے اخلاق اور رذیلہ صفات کی جڑیں مستحکم نہیں ہوتی ہیں۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۵۴)

اہل معرفت کے فضائل

وہ افراد جن کے وجود میں محبت خدا کا شعلہ روشن اور قلب نور معرفت سے منور ہیں، ہمیشہ خداوند عالم سے خوش اور اس کی رضا و خوشنودی کے سامنے تسلیم محض ہیں۔ یہ لوگ ہماری طرح دنیوی ظلمت وتاریکی میں

گمراہ نہیں ہوئے اور نہ ہی دار فانی کی لذتیں اور شہوتیں ان کی روحانی پرواز کی راہ میں رکاوٹ بن سکیں۔ ان کے قلوب خدا اور اس کے اسماء وصفات کے نور کیلئے ہمیشہ کھلے ہیں اور انہوں نے اپنے دل اور اپنی چشم حاجت کو بند اور دست نیاز کو دوسروں کے سامنے دراز کرنے سے روکا ہوا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ۱۷۸)

نعمتوں کے شکر کی فضیلت

جب خدائی نعمتوں پر شکر انسان کے تمام حالات زندگی میں ظاہر ہونے لگے اور جب سالک کے دل پر وجود اولی اور رحمت وجود کی بسط وکشادگی اور وسعت کی تجلی اور جلوۂ قبضی[1] کہ جو مالکیت وقہاریت کی بساط تک پھیلا ہوا ہے، کی آخری تجلی تک حضوری مشاہدہ کی صورت میں جلوہ کرے، بلکہ سالک کا قلب خود رحمانی، رحیمی اور مالکی وقہاری جلووں کا مظہر بن جائے تو یہ تمام مراتب کا شکر کہلائے گا۔ یہ درجہ صرف کامل اولیا کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی حقیقتاً حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پیروی واتباع میں کامل اولیا کے سوا کوئی اور اس حقیقت تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذات اقدس اللہ فرماتا ہے: ﴿وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾[2] "میرے بندوں میں شکر گزار بندے بہت کم ہیں"۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۸۳)

تمام جہات سے شکر خدا کی بجاآوری

وہ لوگ کہ جنہوں نے خمسہ الہیہ[3] کے مقامات کو جمع کیا، مراتب انسانیت کے پنہاں رازوں سے مطلع

۱۔ یہاں جلوۂ قبضی سے مراد خداوند متعال کا عالم کون ومکان اور پوری کائنات پر اس کا تسلط اور اختیار کامل ہے جو مالکیت وقہاریت کی شکل میں اس کائنات کے تمام موجودات پر محیط ہے۔ (مترجم)

۲۔ سورۂ سبا، آیت ۱۳۔

۳۔ عرفا کی اصطلاح میں وجود کے پانچ مراتب ہیں۔ مرتبہ اولی، وہ غیب مغیب ہے کہ جسے غیب اول اور پہلا تعین کہا جاتا ہے۔ مرتبہ ثانیہ غیب ثانی ہے جو تعین ثانی سے موسوم ہے۔ مرتبہ ثالثہ، مرتبہ ارواح ہے اور یہ مرتبہ عالم کون ومکان کے مجرد وبسیط حقائق کے ظہور کا مرتبہ ہے۔ مرتبہ رابعہ، رتبہ عالم مثال ہے جو مرتبہ وجود ہے عالم کون کی لطیف اشیا کیلئے اور مرتبہ خامسہ، مرتبہ عالم اجسام ہے۔ (مترجم)

ہوئے جو برزخ کبریٰ کی منزل کے راستے کے احوال سے آگاہ اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے بہرہ مند اور سرشار ہوئے ہیں وہی خداوند عالم کے شکر کو تمام جہات سے بجالاتے اور تمام ابعاد سے اس کی ثنا میں مشغول ہوتے ہیں۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۸۲)

لوگوں سے اپنی امید قطع کر لینا

روایات میں نقل ہوا ہے کہ تمام نیکی اور بھلائی لوگوں (مخلوقات) سے اپنی آرزو اور امید لالچ کو ختم کردینے سے وابستہ ہے۔[1] یہ اس لیے ہے کہ لوگوں سے اپنی چشم امید و آرزو کو بند کرنا دراصل تمام مخلوقات اور تمام ظاہری و مادی اسباب سے اپنا رشتہ اور ناطہ توڑ کر خداوند عالم کی طرف جانے والی راہ اور خدا کی معرفت کے دروازے کا کھلنا ہے اور یہی چیز تمام خیر اور بھلائی اور تمام برکتوں کا مرکز ومحور ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۹۸)

دل کا شفاف آئینہ

انسان کا نفس آغاز فطرت میں ایک ایسے آئینے کی مانند ہوتا ہے جو صاف، شفاف ہر قسم کی آلودگی اور گردوغبار سے پاک ہوتا ہے۔ اگر یہ صاف شفاف اور نورانی آئینہ عالم انوار و اسرار کہ جو اس کے جوہر ذات سے مناسبت رکھتا ہے، کی تجلیوں کو منعکس کرے تو وہ نورانیت کے ناقص درجے سے روحانیت و نورانیت کے کامل درجے کی طرف ترقی کرے گا یہاں تک کہ وہ تمام آلودگیوں، گردوغبار اور ظلمت و تاریکیوں سے رہائی پاجائے گا، مادیت کے تاریک زندان اور نفس کے ظلمت کدہ سے اسے رہائی نصیب ہوگی اور اسے اگلے مراحل کی طرف ہجرت نصیب ہوگی۔ پس اسے خدائے جمیل کے جمال کا مشاہدہ نصیب ہوگا اور اس کا اجر ذات اقدس اللہ کے ذمے قرار پائے گا۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۸۰)

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۱۱۹، باب الاستغناء عن الناس؛ اصول کافی، ج ۳، ص ۲۳۱، باب الطمع۔

عفت کا ملکہ

انسان کے حیوانی نفس میں سرکشی اور تفریط کا طوفان موجزن رہتا ہے کہ جسے خمود (خاموشی) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ عبارت ہے اس چیز سے کہ قوت شہوت کو حد اعتدال اور مناسب وضروری حدود سے آگے بڑھنے نہ دینا اور انسانی شخصیت کی حفاظت کیلئے اس قوت شہوت کو تعدیل کرنا۔ جب یہ قوت شہوت، عقل وشریعت کے زیر سایہ حد اعتدال کے حصول کیلئے ریاضت (سختیاں برداشت) کرے، غلو وتقصیر اور افراط وتفریط کی حد سے خارج ہو جائے، عقلی اور شرعی احکامات کے مطابق حرکت کرے، اپنی زمام اختیار خدائی ارادوں کے ہاتھ میں دے دے اور ساتھ ساتھ شیطان کے فریب و وسوسے اور اس کے تصرف واختیار کے جال سے باہر نکل آئے تو اس وقت اس میں ایک سکون واطمینان کی حالت پیدا ہوتی ہے اور اسے میانہ روی اور اعتدال کا ملکہ نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ایک قوت، عقلی، بلکہ خدائی رنگ میں رنگ جائے تو اس حالت کو ''عفت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۷۸)

وسعت قلب کا نتیجہ

جو انسان بھی شرح صدر اور وسعت قلب کا مالک ہوگا تو وہ دنیوی کمال وجمال، مال ومنال، دولت اور جاہ وحشم کو جتنا بھی اپنی ذات میں دیکھے تو نہ اسے کوئی اہمیت دے گا اور نہ ہی وہ چیزیں اس کی نظروں میں سمائیں گی۔ ایسے انسان کے وجود کی وسعت اتنی زیادہ ہے کہ اس کے قلب میں داخل ہونے اور اثر ونفوذ کرنے والی تمام چیزیں اس میں سما جاتی ہیں مگر اس کے باوجود کوئی ایک چیز بھی اس کے ظرف وجودی سے نہیں چھلکتی یا دوسرے الفاظ میں اس کی وجودی وسعت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی قلبی دنیا میں داخل ہونے والی تمام چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے اور دنیوی مال ومنال اور جاہ وحشم کا ایک قطرہ بھی اس کے ظرف وجود سے نہیں چھلکتا اور دنیوی مال ومنال کی زیادتی اس کے دریائے اطمینان وسکون میں کسی تلاطم کا سبب نہیں بنتی ہے۔ گویا کہ اس کے وسعت وجودی اور سعہ صدر کا بحر بیکراں اسی طرح ساکت وخاموش رہتا ہے۔ یہ سعہ صدر اور سینے کی کشادگی خداوند متعال کی معرفت کا لازمی نتیجہ ہے اور انسان کی یہی وسعت قلبی اور سعہ صدر خدا سے مانوسیت کی وادی میں اس کے قلب کو مقام اطمینان وسکون تک پہنچا دیتی ہے۔

چنانچہ خداوند متعال کی یاد اور خیال اس کے دل کو مادی افکار وخیالات اور مادیت سے بے خیال کر دیتا ہے، تمام جہان اور اہل عالم کی تمام مادی طاقت وقدرت اور جاہ وحشم کی اس کی نظروں میں کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی، وہ اس مرحلے پر خدا کے علاوہ کسی سے دل نہیں لگاتا اور نہ ہی اس کا دل کسی چیز سے راضی اور خوش ہوتا ہے۔ مقام قرب خدا کے حصول کیلئے اس کی ہمت اس مرحلے پر پہنچ جاتی ہے کہ کائنات اور تمام دنیا اس کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اس منزل کے حصول کے بعد اس کے قلب میں داخل ہونے والے مادی خیالات اس کی پرواز قلب میں مانع نہیں بنتے اور نہ ہی وہ ان کی وجہ سے خود کو کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ عالم وجود میں غیر از خدا تمام اشیا اور ان کے جمال وجلال کے آثار اس کی نظروں میں بہت چھوٹے نظر آنے لگتے ہیں اور یہی بات خداوند عالم کی بارگاہ میں اس کے تواضع کا سرچشمہ بن جاتی ہے اور اسی کے زیر سایہ وہ مخلوق کیلئے فروتنی اختیار کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مخلوق کو بھی خالق کی ہی طرف سے دیکھتا اور خیال کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہی چیز اس کی عزت نفس اور بزرگواری اور عظمت کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے کہ نفع طلبی اور خودخواہی سے پیدا ہونے والی چاپلوسی کی روح اس میں وجود نہیں رکھتی ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ خداخواہی اور خداپرستی، سعہ صدر اور وسعت قلب کا سبب بنتی ہے اور سعہ صدر، تواضع اور عزت نفس کا باعث بنتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۳۷)

آزاد انسان کون ہے؟

آزاد انسان وہ ہے کہ جب وہ اپنی خطا اور غلطی کو دیکھتا ہے تو پھر اس کو تکرار نہیں کرتا۔ ہم اس شخص کو ایک روشن فکر انسان کی حیثیت سے متعارف کراتے ہیں کہ جو کسی کام پر ضد، کسی عمل کی انجام دہی پر اصرار کرنے سے پرہیز اور برائی سے دوری اختیار کرتا ہے اور اپنی کہی ہوئی بات کو اگر وہ باطل اور غلط ہو تو چھوڑ دیتا ہے۔

(کشف الاسرار، ص ۵۷)

ایام جوانی میں تہذیب نفس

اگر انسان اپنے ایام جوانی میں تہذیب نفس کرے تو وہ مہذب اور خداوالا بن سکتا ہے۔ لیکن اگر خدا نخواستہ کسی نے اپنے دور جوانی میں تہذیب نفس کیلئے قدم نہیں اٹھایا تو بڑھاپے اور پیری کے زمانے میں یہ

کام بہت مشکل ہو جائے گا کہ جب انسان کا ارادہ کمزور، دشمن طاقتور ہو جاتا ہے اور شیطانی لشکر اس کے باطن میں اپنے قدم جما لیتے ہیں ایسے وقت میں تہذیب نفس کا کام ممکن نہیں ہے اور اگر ممکن بھی ہو تو بہت مشکل ہوگا۔ پس آپ کو چاہیے کہ ابھی سے یعنی اپنی جوانی کے ایام سے اس کی فکر کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۲، ص ۴۰)

اخلاق حسنہ سے خود کو آراستہ کرنا

خدا نہ کرے کہ اخلاق حسنہ کے حصول اور روحانی قوتوں کے استحکام سے قبل انسان کی ریش سفید اور عمامہ بڑا ہو جائے (یعنی قبل اس کے وہ معاشرے میں قدم رکھے اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں) تو وہ علمی، معنوی برکتوں کے فیض سے محروم ہو جائے گا۔ جب تک آپ کی ریش سفید نہیں ہوئی ہے اصلاح نفس کیلئے قدم اٹھایئے اور جب تک لوگ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں آپ کو چاہیے کہ اپنی ذات و باطن کی طرف توجہ دیں۔ خدا نہ کرے کہ وہ وقت آئے کہ انسان قبل اس کے کہ اپنی تربیت کرے، اس کا معاشرہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے اور وہ لوگوں کے درمیان صاحب اثر و نفوذ، مقام و منصب اور شخصیت کا مالک بن جائے، ایسی صورت میں وہ اپنے وجود کو گم کر دے گا اور شکست کھا جائے گا۔ پس قبل اس کے کہ زندگی کے ایام، ارادہ و اختیار کو آپ کے ہاتھ سے چھینیں اپنی تربیت اور اصلاح کیجئے، اپنی ذات کو اخلاق حسنہ سے آراستہ اور اخلاق رذیلہ کو خود سے دور کریں اور اپنے درس و بحث میں خلوص پیدا کریں تا کہ وہ آپ کو خدا سے نزدیک کر دے۔ اگر انسان کے افعال میں اس کی نیت، خالص نہ ہو تو وہ انسان کو بارگاہ الٰہی سے دور کر دیتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ستر سال کے بعد جب آپ اپنے نامہ اعمال کو کھولیں تو دیکھیں "پناہ بخدا" کہ آپ ان گزشتہ ستر سالوں میں اپنی اسی غیر خالص نیت والی عبادات کے ذریعہ خداوند عالم سے دور ہو گئے ہیں۔

(جہاد اکبر، ص ۲۲)

رفتار و گفتار کی حفاظت

آپ مصمم ارادہ کریں کہ اس ایک ماہ میں اپنی حفاظت کریں گے اور آپ کی جس رفتار و گفتار سے خدا راضی نہیں ہے، اس سے دوری اختیار کریں گے۔ آپ ابھی اور اسی محفل میں اپنے خدا سے یہ عہد کیجئے کہ ماہ

مبارک رمضان میں، غیبت، تہمت، الزام تراشی اور بدگوئی سے بچیں گے، اپنی زبان آنکھ، ہاتھ پاؤں، کان اور دیگر اعضا و جوارح کو اپنے ارادے کے دائرے اختیار میں لے آئیں گے اور اپنے اعمال واقوال کا حساب کتاب رکھیں گے۔ شاید آپ کا یہی پسندیدہ عمل اس بات کا باعث بنے کہ خداوند عالم آپ کی طرف توجہ کرے، آپ کو توفیق عطا کرے اور ماہ صیام کے خاتمے کے بعد جب شیاطین کے قید سے رہا ہوں تو آپ کی مکمل اصلاح ہو چکی ہو، آپ دوبارہ شیطان کے فریب میں نہ آئیں اور تا ابد تہذیب نفس کے مالک بن جائیں۔ (جہاد اکبر، ص ۴۰)

ملک کو چلانے کیلئے تہذیب نفس کی ضرورت

آپ اپنے میں سنجیدگی پیدا کریں، تہذیب نفس کیلئے اقدام کیجئے، اسلام سے متمسک ہوں اور اپنے اعمال کو اسلامی احکامات سے تطبیق دیں۔ آپ کو چاہیے کہ خود کو نیک افراد کے دائرے میں لے آئیں کہ انشاء اللہ بعد میں امید ہے کہ وہ وقت جلد آئے آپ کے ملکی فیصلے آپ کے ہاتھوں انجام پائیں، آپ اپنی مملکت کے امور میں داخل ہوں اور اپنی مملکت کو خود چلائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۳، ص ۱۰۷)

میزان سعادت

جس آیت کی آپ نے تلاوت[۱] کی ہے اس کے مطابق میزان سعادت یہی ہے کہ انسان صاحب ایمان اور صابر ہو، دوسروں کو بھی صبر کی تاکید کرے، خود بھی حق بات کہے اور دوسروں کو بھی حق بات کرنے کی تلقین کرے۔ آپ جب صاحب ایمان اور صابر ہوں گے اور دوسروں کو بھی صبر اور حق بات کی تلقین وتاکید کریں گے تو آپ کامیاب ہوں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۰۱)

۱۔ سورۂ والعصر، آیت ۲و۳۔

امانتدار انسان منحرف نہیں ہوتا

آپ اس ملک کا قیمتی سرمایہ ہیں، آپ نوجوان ہیں اور جامعات میں زیر تعلیم ہیں، چنانچہ آپ اس مملکت کا گرانبہا سرمایہ ہیں۔ کوشش کیجئے کہ آپ کی یہ صلاحیتیں آپ کے ملک کیلئے مفید اور سودمند ثابت ہوں۔ آپ اپنی اصلاح کیجئے تا کہ انشاء اللہ ذمہ دار، سنجیدہ اور تدبیر و فراست کے ساتھ آپ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ملک کو چلائیں۔ امانتدار انسان کو کوئی بھی اس کی راہ راست سے منحرف نہیں کرسکتا ہے اور منحرف افراد کبھی امانتدار نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں امانتداری اور ذمہ داری قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ (صحیفہ امام، ج۹، ص۵)

کام صرف خدا کیلئے

آپ کوشش کریں کہ آپ کے تمام کام خدا ہی کیلئے انجام پائیں۔ جب کام خدا کیلئے انجام دیا جائے تو آپ کو کسی چیز سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ خداوند عالم آپ کے ساتھ ہے اور خدا جس کے ساتھ ہو تو اسے کسی سے ڈرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیفہ امام، ج۱۰، ص۴۴۴)

انانیت کو چھوڑنا، کامیابی کا راز ہے

یہ خدا ہی کی طرف توجہ تھی، یہی ایثار اور خدا سے متصل ہو جانا ہی تھا کہ جو ہماری کامیابی کا باعث بنا۔ جب تک انسان اپنی انا اور ذات کے حصار میں قید ہے وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکتا ہے اور یہ خود پرستی ہی ہے جو انسان کے قدموں کی زنجیر ہے۔ بہت سے افراد ہیں جو خود پرست ہیں، جب تک آپ اپنے زندان ذات میں گرفتار ہیں، آپ کے بھائی بھی، میں بھی اور میرا بھائی بھی، سب ہی کوئی نہ کوئی خاص آرزو اور امید رکھتے ہیں۔ جب تک انسان اپنی ذات کی طرف متوجہ ہے وہ خدا سے منہ موڑے ہوئے ہے اور یہی چیز انسان کی ذلت و خواری اور مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ لیکن آپ کی کامیابی میں یہ مطلب بالکل برعکس تھا اور آپ اپنی امید اور آرزوؤں سے دستبردار ہو گئے تھے۔

(صحیفہ امام، ج۱۱، ص۳۶۹)

نفس کی طرف توجہ کو کم کرنا

اگر آپ کی خواہش ہے کہ صحیح وسالم ہوں تو آپ کو اس ہدف کے مخصوص راستے کو طے کرنا چاہیے۔ آپ اپنے اطراف میں موجود عالم خارج کی نسبت اپنے نفس کی توجہ اور چاہت کو آہستہ آہستہ کم کریں۔ البتہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ ایک دو دن میں حل ہو جائے، نہیں! لیکن آپ آہستہ آہستہ اسے (اپنے دل سے نکالیں)، یہ سب خواہشات خاک میں مل جائیں گی اور سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ ہماری انانیت، دنیا اور ذات کی طرف توجہ ہمارے نقصان پر ہی اختتام پذیر ہوگی۔ لیکن جو چیز باقی رہ جانے والی ہے وہ وہی ہے جو خدا سے جا ملے ﴿مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ﴾[1]

(تفسیر سورۂ حمد، ص ۱۳۰)

خدا سے غفلت نہ کرنا

آپ خدا سے غافل نہ ہوں اور اس مافوق الطبیعہ اور عظیم قدرت سے غفلت نہ کریں۔ آپ کو چاہیے کہ اس قدرت عظیم پر بھروسہ اور توکل کریں۔ یہ عظیم قدرت آپ کی پشت پناہ اور قدرت لایزال آپ کی حامی و مددگار ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۳۸۷)

خطا کا اعتراف کرنا انسان کی سربلندی کا باعث ہے

آپ اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ اگر آپ نے اپنے نفس میں موجود چیزوں اور صفات کو لگام نہیں دی تو آپ دیکھیں گے کہ آپ میں ایک استبدادی روح پرورش پا رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے آپ کو اتنی اہمیت دیں کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہی صحیح اور درست ہے اور آپ اپنی ذات کی زنجیروں میں اتنے جکڑے ہوئے ہوں کہ اگر آپ اپنی غلطی کی طرف متوجہ بھی ہوئے ہیں لیکن اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیں۔

انسان کامل وہی ہے کہ اگر اس نے یہ سمجھا کہ اس کی بات حق ہے تو عقل و دلیل سے اسے بیان کرے

۱۔ ''جو کچھ تمہارے پاس ہے سب ختم ہو جائے گا اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ باقی رہے گا''۔ سورۂ نحل، آیت ۹۶۔

اور اپنے مطالب کو دلیل و برہان کے ذریعے دوسروں کو سمجھائے۔ یہ جو قرآن کہتا ہے کہ ﴿لا اِکْـراهَ فـي الـدِّیـن﴾ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں پر عقائد کو تھونپا نہیں جاسکتا۔ اس بات کا کوئی امکان ہی نہیں ہے کہ کوئی دوسرے پر عقائد کو تھونپ دے۔ اپنی بات کو کسی کے سر تھوپنے کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان کسی خراب چیز کو دوسرے کی نظروں میں اچھا بنا کر پیش کرے یا اگر وہ صحیح انسان ہو اور تربیت شدہ ہو تو اپنی بات کو دلیل و برہان سے لوگوں کو سمجھائے تاکہ ان کے سر پر تھونپ دے۔ اسے چاہیے کہ لوگوں کو آگاہ اور باخبر کرے نہ یہ کہ لوگوں کے سر پر ڈنڈا لے کر کھڑا ہو جائے کہ صرف فلاں راستے پر قدم اٹھائیں۔ آپ اس معنی کی طرف متوجہ رہیں کہ اگر آپ ایک دن انشاء اللہ کسی ادارے کے سربراہ یا عہدیدار بن گئے تو انسان کے اندر موجود اس صفت سے دور رہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ابھی سے اس معنی کی طرف توجہ رکھیں کہ مبادا اس بڑی خودخواہی اور انانیت میں مبتلا ہو جائیں کہ جو استبدادیت اور تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اگر آپ مشاہدہ کریں کہ آپ نے کوئی غلط کام انجام دیا ہے تو اس کا اعتراف کریں۔ آپ کا یہ اعتراف کرنا آپ کو اقوام عالم کی نظروں میں بلند کرے گا نہ یہ کہ اپنی کوتاہی اور غلطی کا اعتراف آپ کو چھوٹا بنائے گا اور آپ کی تحقیر کا باعث ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۹۲)

زبان کی حفاظت

زبان اور قلم کا ہتھیار ان بڑے ہتھیاروں سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کا نقصان اور ضرر دوسرے ہتھیاروں سے سو گنا زیادہ ہے۔ وہ افراد جو بات کرنا چاہتے ہیں اور آج کل ایسے افراد زیادہ بھی ہیں، انہیں چاہیے کہ توجہ کریں اور بات کرنے سے قبل بیٹھ جائیں اور (گوشہ تنہائی میں) اپنے آپ کے بارے میں فکر کریں کہ یہ زبان کا ہتھیار ہے کہ جو ایک گروہ کو نابود کرسکتا ہے یا یہ کہ یہ زبان، زبان رحمت ہے کہ جو لوگوں کو اتحاد کی طرف دعوت دے سکتی ہے۔ ایسے افراد جو بات کرنے کے خواہشمند ہیں، اپنے نفسوں کے مالک ہیں۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ ایک انسان اپنے نفس پر مالکیت کا حق رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی ایک اسی قسم کا دعویٰ کیا تھا اور انہیں یہ حق بھی حاصل تھا کہ خداوند عالم سے عرض کریں کہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں سوائے اپنا اور اپنے بھائی کا۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے کہ جو پیغمبروں کیلئے ہی شائستہ ہے۔ ہم اپنی جان

وروح (ذات) کے مالک نہیں ہیں، نہ اپنے بھائیوں کے، نہ اپنی اولاد کے اور نہ ہی اپنے دوستوں پر حق مالکیت رکھتے ہیں۔ سب سے بہترین ملکیت انسان کا خود اپنا مالک ہونا ہے۔ انسان جب بھی بات کرنا چاہے تو اس کی زبان کو اس کے تسلط میں ہونا چاہیے اور وہ اپنی زبان پر حکومت کرتا ہو نہ یہ کہ شیطان اس کے نفس اور زبان کو اپنے قبضہ قدرت میں لیے ہوئے ہو۔ آپ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اور باتیں ایسا اسلحہ ہیں جو صدام کے اسلحہ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۴۳)

انسان، خیر وشر کا سرچشمہ

انسان پر خیر وشر میں سے نازل ہونے والی رحمتیں اور عذاب و مصیبتیں، خود انسان کی اپنی وجہ سے ہیں۔ یہ انسان کی اپنی جدوجہد اور کوشش ہے کہ جو انسان کو انسانیت کے اعلیٰ درجات تک پہنچاتی ہے جبکہ دنیا وآخرت میں اسے تباہی سے دوچار کرنے کا سبب بھی خود انسان اور اس کے اپنے افعال ہیں۔

یہ انسان ہی ہے کہ جسے خداوند عالم نے اس طرح خلق کیا ہے کہ وہ راہ راست اور راہ کج دونوں کا انتخاب کرسکتا ہے۔ روز ازل سے آخر تک آنے والے تمام انبیاء ؑ کی آمد کی غرض یہی تھی کہ اس انسان کی کج روی اور باطل راستوں سے انسانیت کے راستے کی طرف ہدایت کریں کہ جس کا ایک سرا یہاں ہے اور دوسرا سرا خدا کے پاس۔ اگر ہم اپنی اصلاح، اپنے آپ کو کنٹرول، اپنی تربیت اور اپنی حفاظت کرسکیں تو ہم تمام کاموں میں کامیاب ہوجائیں گے۔ لیکن اگر ہم نے اپنی اصلاح اور تربیت نہیں کی تو اپنے اسلامی اور انسانی اہداف ومقاصد میں خدانخواستہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس بات کی جانب توجہ بھی بہت ضروری ہے کہ ذمہ دار، سنجیدہ اور صحیح افراد کو خدا کی طرف سے عطا ہونے والی توفیق کا وعدہ ہمارے لیے بھی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۶۹)

لوگوں سے امید نہ رکھنا

جو چیز ہمارے تمام کاموں کی صحیح اور مستحکم بنیاد بنتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے بجائے خدا سے اپنا رابطہ اور رشتہ مضبوط بنائیں اور کسی ایک سے بھی کسی قسم کی توقع اور امید نہ رکھیں۔ ہم لوگ جو خدا کیلئے کام کرنا

چاہتے ہیں ہمیں اپنے کاموں میں لوگوں کی طرف سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۸۴)

حکم خدا پر عمل پیرا ہونا

ہم میں سے کسی ایک کو بھی اپنے کاموں کو سراہے جانے اور تعریف کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ ہمیں صرف حکم خدا پر عمل کرنا چاہیے اور ہمیں اس بات سے کوئی غرض نہ ہو کہ ہم جو کام خدا کیلئے انجام دے رہے ہیں وہ کسی کو پسند آئے گا یا کسی کی طبیعت و مزاج پر گراں اور ناگوار گزرے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۴۳۱)

خود خواہی سے نجات

اپنی ان خواہشات اور آرزوؤں کو کچل دیں کہ جن کو آپ قابل اہمیت سمجھتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس عظمت خدا کے مقابلے میں ہماری کیا حیثیت ہے اس خدائی عظمت و جلال کے سامنے یہ نظام شمسی، کیا حیثیت رکھتا ہے اور ان کہکشانوں کی حقیقت کیا ہے تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ ہم ایک پلید و کثیف شیطنت میں گرفتار ہیں اور یہ شیطنت کوئی باہر کی چیز نہیں ہے، بلکہ ہم خود اپنے اندر کی پست و رذیل شیطنت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم اور آپ کو چاہیے کہ خود کو اس دلدل سے نجات دیں۔ اگر ہم اس قید سے رہائی حاصل کرلیں تو اس کے بعد آنے والی منزلیں آسان ہو جائیں گی اور ہمیں اتحاد کی منزل پر پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ لہٰذا ہمیں اس قید اور خود خواہی کے زندان سے رہائی حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں جو بھی چاہتا ہوں صرف اپنے لیے، خود محوری میرا مطمح نظر ہے۔ بس میں اور میں، نہ کوئی اور، وہ سب باتیں ہمارے نفسوں میں رچی بسی ہیں اور انہی کی تہذیب اور اصلاح کی ضرورت ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۵۳۰)

اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز

ہمیں اپنی ذات سے شروع کرنا چاہیے۔ اگر ہم اپنی اصلاح کرلیں تو خود بخود ہمارا وہ مقصد کہ جس

کے پیچھے ہم رواں دواں ہیں اسی دنیا میں (کسی حد تک) ہمیں مل جائے گا اور جیسا کہ (حکومت اسلامی کی شکل میں) مل بھی چکا ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو کہ ہماری نفسانی خواہشات اس بات کا باعث بنیں کہ ہماری چھوٹے چھوٹے گلے شکوے، بڑی شکایتوں میں اور یہ شکایتیں مخالفتوں میں تبدیل ہو جائیں تو اس دن ہمیں پورے ملک میں سوگ منانا چاہیے اور اس بات کا گناہ بھی ہماری ہی گردن پر عائد ہوگا، کیونکہ ہم نے اپنی نفسانیت وانانیت کو ترک نہیں کیا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۵۳۱)

قلب کی تقویت

ہر عمل کی ابتدا فکر اور ہر کام کا آغاز اس میں تفکر اور تمام پہلوؤں پر غور وفکر کرنے سے ہونا چاہیے۔ اگر ہماری روح اور روحانی قوتیں کمزور ہوں تو ہم کوئی کام انجام نہیں دے سکیں گے۔ آپ اپنی روح کو مضبوط بنایئے۔ اپنی قلبی قوتوں کو مستحکم بنایئے اور سب سے اپنا رشتہ توڑ کر صرف اسی کی ذات سے لو لگایئے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۸، ص ۴۲۲)

نفس کا بت، تمام بتوں کا سردار ہے

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ ضخیم حجاب سے باہر آنے کا پہلا قدم کسی چیز کا انکار کرنا ہے جو ہر قسم کی رشد وترقی اور قدم مثبت کے مانع ہے۔ کسی چیز کا انکار نہ کرنا بھی کمال نہیں ہو سکتا لیکن کمال کی جانب ایک راہ کو کھول سکتا ہے۔ جیسا کہ بیداری کو سیر وسلوک میں سالک کی منزل اول حساب کیا جاتا ہے لیکن اسے پہلی منزل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، بلکہ یہ بیداری سیر وسلوک کی منزلوں کیلئے ایک مقدمے اور ایک دریچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ بہرحال ہر صورت میں انسان انکار کے ساتھ معرفت کی منازل کی طرف سفر نہیں کر سکتا ہے۔

وہ لوگ جو سالکوں کی منازل اور عرفا کے مقامات کا انکار کرتے ہیں چونکہ خودخواہ اور خود پسند ہیں لہذا جیسے نہیں جانتے ہیں اسے اپنی جہالت کا نتیجہ قرار نہیں دیتے۔ یہ لوگ ایسی چیزوں اور عرفا کے مقامات اور منازل کا انکار اس لیے کرتے ہیں تا کہ ان کی خودخواہی اور خود بینی پر کوئی حرف نہ آئے۔ نفس کا بت تمام

بتوں کا سردار ہے اور جب تک یہ بڑا بت اور طاقتور شیطان راہ معرفت سے اٹھایا نہ جائے اس وقت تک خدا کی طرف قدم اٹھانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ بہت بعید ہے کہ ہمارا یہ بت ٹوٹے یا شیطان رام ہو جائے۔
(رہ عشق، ص ۳۶)

خدا کی طرف توجہ کی اہمیت

اگر کسی کو خدا کی طرف توجہ کے ساتھ جن وانس کی مملکت ملے یا وہ اسے حاصل کرے تو وہ اس دنیا میں عارف خدا اور زاہد دنیا ہے۔ لیکن اگر کوئی اپنی نفسانی خواہشات اور شیطانی خیالات ورنگ کے ساتھ جو کچھ بھی حاصل کرے خواہ ایک تسبیح ہی کیوں نہ ہو، تو وہ اسی نسبت سے خدا سے دور ہوگا اور اس کا خدا سے فاصلہ زیادہ ہوتا جائے گا۔
(نقطہ عطف، ص ۱۸)

دلوں کا سکون

جو چیز انسانوں کی نجات اور ان کے دلوں کے آرام وسکون کا باعث ہے وہ ذات کی اصلاح اور دنیا اور دنیوی تعلقات سے اپنا دامن چھڑانے میں مضمر ہے کہ جو خداوند عالم کے دائمی ذکر اور خدا کی دائمی یاد حاصل ہوتی ہے۔
(نقطہ عطف، ص ۱۱)

مسائل کا حل

اپنی انانیت کو چھوڑ کر خدا کی جانب توجہ کریں۔ اگر یہ مسئلہ انسان کیلئے حل ہو جائے تو اس کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔
(صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۳۷۷)

رذائل اخلاقی

شرک رکھنے والا مومن

خالص نہ ہونے کی صورت میں ہمارے قلب کی توجہ اور افکار و خیالات خداوند عالم کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی خدا ان کی طرف کوئی توجہ کرتا ہے، بلکہ ان اعمال اور توجہ کو اس شریک کو دے دیتا ہے کہ جسے دکھانے کیلئے یہ عمل بجالایا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ہمارے قلب کے اعمال، توجہ اور فکر سب اس شخص سے مربوط ہو جاتے ہیں اور شرک کی حد کو عبور کرتے ہوئے وادی کفر میں داخل ہو جاتے ہیں، بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایسے اعمال بجالانے والا شخص منافقین میں سے ہوتا ہے۔ جس طرح اس کا شرک مخفی اور پوشیدہ ہے، اسی طرح اس کی منافقت بھی پوشیدہ اور خود اس کیلئے غیر واضح ہے۔ وہ بے چارہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مومن اور صاحب ایمان ہے لیکن درحقیقت وہ پہلے مرحلے میں ہی مشرک ہے اور نتیجتاً منافق ہے اور اسے منافقوں کا عذاب بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ وائے ہو اس کے حال پر کہ جس کے کاموں اور اعمال کا انجام منافقت پر ختم ہو۔ (چہل حدیث، ص ۳۷)

دل کے اندھے پن کو دور کرنا

اس نابینائی اور اندھے پن کو اپنی آنکھوں سے دور کرو کہ جس کے بارے میں ڈر ہے کہ ﴿رَبِّ لِمَا حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ﴾[1] کے زمرے میں داخل نہ ہو جاؤ اور روز بروز یہ دل کا اندھا پن بڑھتا رہے اور تمہارے پورے وجود کو گھیر لے اور تم آخرت میں اسی کے ساتھ محشور ہو۔ جان لو کہ خداوند عالم کا ارادہ تمام مخلوقات کے

۱۔ ''خدایا! مجھے روز قیامت اندھا کیوں محشور کیا؟''۔ سورۂ طٰہٰ، آیت/۱۲۵۔

ارادہ پر قدرت رکھتا ہے۔ (چہل حدیث،ص ۵۳)

عُجب کا نتیجہ

''تکبر'' ایک ایسی نفسانی حالت سے عبارت ہے کہ جس میں انسان دوسروں سے خود کو اونچا اور بڑا محسوس کرتا ہے۔ اس کے اثرات وہ اعمال ہیں کہ جو انسان سے صادر اور عالم خارج میں ظاہر ہوتے ہیں کہ جس کے بعد کہا جاتا ہے کہ اس نے تکبر کیا ہے۔ یہ صفت، عجب (خود پسندی) کے علاوہ ہے، بلکہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے کہ تکبر کی یہ بری عادت اور رذیلہ صفت، عجب کا ہی نتیجہ ہے۔ اس لیے کہ عجب دراصل خود پسندی ہے اور تکبر دوسرے پر اپنی برتری کا خیال اور بڑا پن ہے۔ انسان جب خود میں کوئی کمال یا خوبی دیکھتا ہے تو اس میں ایسی حالت پیدا ہوتی ہے جو عبارت ہے سرور، خوشی اور اترانے سے اور اس حالت کو عجب کہتے ہیں۔ جب دوسروں کو اس کمال وخوبی سے خالی گمان کرتا ہے تو اس میں ایک اور حالت پیدا ہوتی ہے جو دوسروں پر فوقیت و برتری اور تقدم حاصل کرنا ہے۔ اسی کیفیت سے بڑے پن، بڑائی اور دوسروں پر اپنی عظمت کی ایک اور حالت پیدا ہوتی ہے جسے ''تکبر'' کہتے ہیں۔ یہ تمام صفات انسان کے قلب اور باطن میں نشوونما پاتی ہیں۔ لیکن ان کے اثرات اس کے بدن اور افعال واقوال میں مشاہدہ کیے جاتے ہیں۔ ایسا انسان صرف خود بین اور خودخواہ اور خود پسند ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے خودخواہی میں اضافہ ہوتا ہے وہ پہلے سے زیادہ خود پسند ہو جاتا ہے اور جب اس کی خود پسندی کا جام کثیف ابل پڑتا ہے تو دوسروں پر اپنی فوقیت وبرتری کا خیال باطل اس کے ذہن پر سوار ہو جاتا ہے۔

جان لو کہ نفسانی صفات خواہ وہ عیوب، نقائص اور رذائل سے تعلق رکھتی ہوں یا کمال وفضیلت سے سب بہت باریک اور آپس میں مخلوط ہیں۔ اس جہت سے بعض صفات کے درمیان فرق کرنا مشکل ہے۔ بعض اوقات ان صفات کو مشخص کرنے میں علمائے اخلاق کے اقوال میں شدید علمی اختلافات پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے وجدانی صفت کی اس طرح تعریف بیان نہیں کی جاسکتی ہے کہ وہ عیب ونقص سے خالی ہو۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ ہم ان امور کو اپنے وجدان پر چھوڑ کر خود کو مفہوم تراشی سے بچائیں اور اپنے اصلی مقصد ومقصود کی طرف توجہ کریں۔

پس یہ بھی جاننا چاہیے کہ تکبر کے بہت سے ایسے درجات ہیں جو عجب کے بارے میں ذکر کیے گئے درجات سے مشابہ ہیں۔ بعض ایسے دوسرے درجات ذکر کیے جاتے ہیں کہ عجب میں بھی جن کی نظیر ملتی ہے لیکن وہ وہاں اہم نہیں تھے لیکن یہاں اہمیت رکھتے ہیں۔ لیکن وہ درجات کہ جو عجب کے درجات سے ملتے ہیں، چھ ہیں: پہلا درجہ، ایمان اور صحیح عقائد کے بارے میں تکبر کا درجہ ہے کہ جس کے مقابل کفر اور باطل عقائد کے تکبر کا درجہ ہے۔ تیسرا درجہ، صفات حمیدہ اور اخلاق وملکات فاضلہ کے بارے میں تکبر سے عبارت ہے کہ جس کے مقابل اخلاق رذیلہ اور بری صفات کے تکبر کا درجہ ہے۔ پانچواں درجے میں مناسک، عبادات اور اعمال صالحہ کا تکبر شامل ہے کہ جس کے مقابلے میں گناہ ومعاصی اور اعمال قبیحہ کے تکبر کا درجہ ہے، اس طرح یہ چھ درجے ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے ممکن ہے کہ وہ درجہ عجب کا ہی نتیجہ ہو جو ہمارے نفس میں موجود ہے۔ (چہل حدیث، ص ۷۹)

تکبّر کا اصلی سبب

لیکن وہ چیز جو ان صفات کے علاوہ حاصل ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح لوٹتی ہے کہ انسان خود میں ایک کمال اور خوبی کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے خالی پاتا ہے۔ مثلاً جو بہتر حسب ونسب کا مالک ہے وہ کبھی کبھی اچھا حسب نسب نہ رکھنے والوں پر تکبر کرتا ہے۔ جو جمال اور زیبائی کا مالک ہے وہ جمال وزیبائی نہ رکھنے یا اسے حاصل کرنے والے پر تکبر کرتا ہے یا مثلاً جو کسی خاص قوم وقبیلہ سے تعلق رکھتا ہو یا کچھ شاگردوں کا استاد ہو وہ اس سے محروم افراد پر تکبر کرتا ہے۔ یہ تمام اسباب آپس میں مخلوط ہیں، تکبر کا سبب ایک خیالی کمال وخوبی کو اپنے اندر دیکھنا، اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور خود پسند ہونا ہے جبکہ دوسروں کو اس سے خالی خیال کرنا یہاں تک کہ نوبت یہ آتی ہے کہ اخلاق فاسدہ اور اعمال قبیحہ رکھنے والے افراد بھی کبھی دوسروں پر اپنی بڑائی جتاتے ہیں، کیونکہ وہ ان امور کو اپنے اندر ایک کمال سمجھتے ہیں۔

جان لو کہ تکبر کی یہ صفت بعض وجوہات کی بنا پر انسان کے اعمال سے ظاہر نہیں ہوتی ہے اور ظاہری طور پر نہ ہی ان کا کوئی اثر مرتب ہوتا ہے لیکن یہ شجرۂ خبیثہ انسان کے دل میں اپنی جڑیں گہری رکھتا ہے اور جب یہ صفت اپنی معمولی حالت سے باہر نکلتی ہے تو اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً غصہ اس کے

ارادے وقدرت کی لگام کواس کے ہاتھ سے چھین لیتا ہے اور وہ اس کے بعد ہر قسم کی عظمت وبڑائی کو بیان کرنا شروع کرتا ہے، خواہ علم کی برتری ہو یا عمل کی بڑائی یا کسی اور چیز کا تکبر اور بڑا پن، انہیں دوسروں کیلئے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا اور دوسروں پر فخر کرتا ہے۔ کبھی اپنے تکبر کو ظاہر کرتا ہے اور اپنے اطراف کے ماحول کو کسی خاطر میں نہیں لاتا۔ ایسی حالت میں تکبر کا یہ شدید حملہ اس کی لگام کو توڑ دیتا ہے۔ بس اس کے بعد تکبر اس کے اعمال اور حرکات وسکنات سے ظاہر ہونے لگتا ہے۔ مثلاً کسی محفل ومجلس میں سب سے آگے جا کر بیٹھتا ہے، داخل یا خارج ہونے میں دوسروں پر سبقت لیتا ہے، فقرا کو اپنے گھر اور محفلوں میں دعوت نہیں دیتا، ان کے ساتھ نشست وبرخاست کو ترک کر دیتا ہے اور اپنے لیے ایک خاص عزت واحترام کا قائل ہوتا ہے۔ اسی طرح راستہ طے کرنے، نگاہ ڈالنے میں اور لوگوں کو سلام کرنے، ان کا جواب دینے اور دیگر اعمال میں تکبر کرتا ہے۔ بعض محققین نے بھی یہی کہا ہے کہ ہم نے جن بہت سے اصول ومطالب کو اس حدیث سے نکال کر ترجمہ کیا کہ اس عالم میں تکبر کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنا چہرہ لوگوں سے پھیر لے اور ان سے میل جول رکھنے اور بات چیت کرنے میں کترانے لگے۔ عابد کا تکبر یہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ترش روئی کے ساتھ ملتا ہے اور اس کے ماتھے پر بل پڑے رہتے ہیں۔ گویا کہ وہ لوگوں سے پرہیز کر رہا ہے یا ان پر غضبناک ہے۔ وہ بے چارہ اس بات سے لاعلم ہے کہ تقویٰ پیشانی پر بل ڈالنے کا نام نہیں ہے، بارگاہ الٰہی کے مقربین کا درجہ بد خلقی اور ترش روئی سے نہیں ملتا اور لوگوں سے اپنا چہرہ موڑنے، ان سے کترانے، اپنی گردن کو ٹیڑھی رکھنے، سر کو نیچے جھکانے اور اپنے دامن کو سمیٹ کر چلنے سے انسان عابد نہیں بن جاتا ہے، بلکہ تقویٰ کا مقام ''دل'' ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہے'' اور اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔[۱] کبھی اس کا تکبر اس کی زبان سے بھی ظاہر ہوتا ہے، وہ دوسروں پر فخر ومباہات کرتا اور اپنے تزکیہ نفس کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ عابد فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے فلاں عمل انجام دیا ہے۔ دوسروں کے اعمال کو کم شمار کرتا ہے جبکہ اپنے اعمال کو بہت بڑا ظاہر کرتا ہے۔ کبھی زبان سے اپنے تکبر کو صراحت سے بیان نہیں کرتا ہے لیکن ایسی بات کہتا ہے کہ جس کا لازمی نتیجہ اپنے تزکیہ نفس کو ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ ایک عالم کا تکبر یہ ہے کہ وہ دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ تم کیا جانتے ہو؟ میں نے فلاں کتاب کو چند مرتبہ پڑھا ہے۔ میں

۱۔ بحارالانوار، ج ۷۰، ص ۱۹۸، کتاب الایمان والکفر، باب کبر؛ مرآۃ العقول، ج ۱۰، ص ۱۹۰۔

نے کئی سال علمی محافل میں بڑی محنت کی ہے، بڑے بڑے علما، استادوں اور علم کے سپوتوں سے کسب فیض کیا ہے، بڑی محنت کی ہے، میں کئی کتابوں کا مصنف ہوں، تصنیف وتالیف بھی کرتا ہوں اور اسی طرح کی دوسری باتیں۔ پس ہر حال میں نفس کے شر اور اس کی چالوں سے خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

جان لو کہ یہ بری اور قبیح صفت اپنی ذات میں خود بہت سی برائیوں کو جمع رکھے ہوئے ہے اور خود اس سے بھی بہت سی برائیاں پیدا ہوتی ہے۔ یہ رذیلہ صفت انسان کو ظاہری وباطنی کمالات اور دنیوی واخروی فیض ومنفعت سے دور کردیتی ہے یا اسی سے بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے اور یہ صفت انسان کو مخلوقات کی نظروں سے گرا کر اسے پست وناچیز بنا دیتی ہے۔ یہی صفت ہے کہ جو لوگوں کو اس بات کیلئے تیار کرتی ہے کہ اس سے مقابلہ کریں، اس کی تحقیر اور اسے ذلیل وخوار کریں۔ اصول کافی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بندہ نہیں ہے کہ جس کے سر میں ایک لگام نہ ہو اور فرشتہ اس کو نہ تھامے۔ پس جب وہ تکبر کرتا ہے تو فرشتہ اس سے کہتا ہے: 'تم نیچے آجاؤ، خدا تم کو نیچے کردے'۔ ایسا انسان ہمیشہ اپنے آپ کو لوگوں کے درمیان اشرف الموجودات کا خطاب دیتا اور اشرف المخلوقات کا تاج پہناتا ہے جبکہ وہ لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ چھوٹا اور حقیر ہے۔ لیکن جب وہ فروتنی اور تواضع سے کام لیتا ہے تو خداوند عالم اس کے سر میں لگی لگام کو اوپر کرتا ہے اور وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے: 'بلندی وعظمت حاصل کرو، خداوند عالم نے تم کو رفعت وبزرگی عطا کی ہے'۔''[1]

اے میرے عزیز! جو ناک تمہارے پاس ہے (اور جسے تم اونچی رکھنا چاہتے ہو) اور تم جس نفس کے مالک ہو یہی دوسروں کے پاس بھی ہے۔ اگر تم فروتنی اور تواضع کا اظہار کرو گے تو لوگ خود بخود تمہارا احترام کریں گے اور تمہاری عظمت وبزرگی کے چرچے ہوں گے۔ لیکن اگر تم نے تکبر کیا تو تم ذرہ برابر آگے نہیں بڑھ سکو گے، بلکہ اگر لوگوں کو موقع ملا تو تمہیں ذلیل ورسوا کردیں گے اور تمہاری طرف کوئی توجہ نہیں کریں گے۔ اگر لوگ ظاہری طور پر تم کو ذلیل نہ کرسکے تو تم ان کے دل میں ذلیل ہو جاؤ گے اور ان کی نظروں میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اپنے تواضع اور فروتنی سے لوگوں کے دلوں کو جیتو۔ وہ دل جو تمہاری طرف مائل ہوگا اس کے بہترین آثار تم خود دیکھو گے لیکن اگر دل تم سے پلٹ

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۱۲، کتاب الایمان والکفر، باب کبر، حدیث ۱۶۔

جائیں تو تمہاری امید و آرزو کے برخلاف اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ پس اگر فرضاً تم اپنے احترام کے خواہاں اور اپنی بڑائی کے آرزومند ہو تب بھی تمہیں اسی راہ سے اس وادی میں داخل ہونا چاہیے اور وہ راہ لوگوں سے تواضع اور فروتنی سے پیش آنا اور ان سے جھک کر ملنا ہے۔ یہ بات جان لو کہ تکبر اور غرور کا نتیجہ تمہارے مقصد کے بالکل برعکس نکلے گا۔

اس کے علاوہ یہ صفت عالم آخرت میں تمہاری ذلت و رسوائی کا موجب بنے گی۔ جس طرح تم اس عالم میں لوگوں کو حقیر تصور کرتے تھے، بندگان خدا پر اپنی بڑائی جتاتے تھے اور ان کے سامنے اپنی عزت وعظمت اور جلال وحشمت کے ڈھنڈورے پیٹتے تھے تو یہی بڑائی کا اظہار اور انہیں حقارت سے دیکھنا آخرت کی ذلت و رسوائی میں تبدیل ہو جائے گا۔ جیسا کہ کافی کی حدیث میں داوود ابن فرقد نے اپنی سند سے اپنے بھائی سے نقل کیا ہے کہ ﴿سَمِعْتُ اَبا عَبْدِاللهِ علیہ السلام يَقُولُ: اِنَّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ يُجْعَلُونَ فِي صُوَرِ الذَّرِّ يَتَوَطَّاهُمُ النَّاسُ حَتّىٰ يَفْرَغَ اللهُ مِنَ الْحِسابِ﴾[۱] ''حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے: بے شک متکبر افراد کو کمزور چیونٹیوں کی شکل میں محشور کیا جائے گا، لوگ ان کو پامال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ خدا حساب وکتاب سے فارغ ہو جائے گا''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اپنے اصحاب کی وصیت میں، نقل ہوا ہے کہ ﴿قالَ: اِيّاكُمْ وَالْعَظَمَةَ وَالْكِبْرَ، فَاِنَّ الْكِبْرَ رِداءُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَمَنْ نازَعَ اللهَ رِداءَهُ، قَصَمَهُ اللهُ وَاَذَلَّهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ﴾[۲] ''عظمت و بڑائی اور تکبر کرنے سے ڈرو، کیونکہ بڑائی خدا کی ذات سے مخصوص ہے اور جو کوئی خدا کی ردائے کبر کے سلسلے میں خدا سے نزاع کرے گا تو خدا اسے روز قیامت ذلیل اور ناکام کرے گا''۔

مجھے نہیں معلوم کہ اگر خدا کسی کو ذلیل کرے تو اس کے ساتھ کیا کرے گا اور اسے کس عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس لیے کہ آخرت کا حساب کتاب دنیا سے بہت مختلف ہے۔ آخرت کی ذلت و رسوائی دنیوی ذلت و رسوائی سے بالکل مختلف ہے اور وہاں کی نعمت و عذاب اور دنیوی نعمت و عذاب میں کوئی قدر مشترک نہیں پائی جاتی ہے۔ وہاں کی نعمتیں ہمارے تصور سے بہت بلند ہیں اور وہاں کا عذاب بھی ہماری طاقت

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۱۱، کتاب الایمان والکفر، باب کبر، حدیث ۱۱۔

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۳۰۰، ابواب جہاد نفس، باب ۵۸، حدیث ۹۔

وقدرت سے بہت زیادہ ہے، اسی طرح وہاں کی کرامت وعزت ہمارے فکروخیال میں آنے والی کرامت وعزت سے بہت بلند ہے۔ وہاں کی ذلت وخواری اس ذلت وخواری سے بالکل مختلف ہے جو ہمارے فکر وخیال میں سماتی ہے۔ متکبر کا انجام صرف جہنم ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ﴿الکِبْرُ مطايا النّارِ﴾[1] جو بھی تکبر کے مرکب پر سوار ہوگا وہ اسے جہنم میں لے جائے گا اور جب تک اس میں تکبر کا ایک ذرہ بھی باقی ہے وہ جنت کا منہ بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: ﴿لن يدخل الجنة من في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر﴾[2] ''جس کسی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتا ہے''۔ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے بھی اسی قسم کا بیان نقل ہوا ہے۔[3]

اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: ﴿العزّ رداء الله والكبر ازاره، فمن تناول شيئاً منه أكبّه الله في جهنّم﴾[4] ''عزت وبزرگی خدا سے مخصوص ہے اور جو اس میں سے کسی بھی چیز کا طلبگار ہوگا تو خداوند عالم اسے جہنم میں دھکیل دے گا''۔ یہ جہنم کیسی جہنم ہے کہ جو صرف متکبروں کیلئے تیار کی گئی ہے اور یہ دوسرے لوگوں کی جہنم سے مختلف ہے۔ (چہل حدیث، ص۸۲)

اهل دنیا سے چرائے ہوئے مفاہیم اور رٹی ہوئی اصطلاحیں

جس نے خود کو لوگوں کا مرشد اور ہادی خیال کیا ہوا ہے اور جو لوگوں کی دستگیری اور تصوف کی مسند پر براجمان ہے وہ ان دو حالتوں ''مرشد وہادی'' سے بہت نیچے اور پست ہے جبکہ اس کے کھوکھلے دعوے اور ظاہری بناوٹ بہت زیادہ ہے۔ اس نے صرف ان دو امور ''ارشاد اور ہدایت'' کی اصطلاحات کو رٹ کر اپنی اس جھوٹی دوکان کی تزئین وآرائش کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس نے بندگان خدا کے قلوب کو خدا سے ہٹا کر اپنی طرف مجذوب کر کے صاف قلوب کے مالک اور بے آلودہ افراد کو علما اور تمام افراد سے

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۳۰۰، ابواب جہاد نفس، باب ۵۸، حدیث ۱۲۔

۲۔ سابقہ ماخذ، ص ۳۰۷، ابواب جہاد نفس، باب ۶۰، حدیث ۶۔

۳۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۱۰، کتاب الایمان والکفر، باب کبر، حدیث ۶۔

۴۔ سابقہ ماخذ، ص ۳۰۹، کتاب الایمان والکفر، باب کبر، حدیث ۳۔

بدبین کردیا ہے۔ یہ اپنی دوکان کو چمکانے کیلئے اپنے نزدیک مفہوم اور غیر مفہوم شدہ چند جاذب اصطلاحوں کو سادے لوح عوام کے سامنے پیش کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ خود کو ''مجذوب علی شاہ'' یا ''محبوب علی شاہ'' جیسے ناموں سے متعارف کرا کے وہ کوئی روحانی درجہ اور خدا کی حب وجذب کا کوئی مقام حاصل کرسکتا ہے۔ اے دنیا کے طلبگار! اے روحانی مفاہیم کے چور! تمہارا یہ کام کسی قابل نہیں ہے کہ تم اس پر تکبر وغرور کرو۔ یہ بے چارہ انسان اپنے ہمت وحوصلے کی کمی اور اپنی چھوٹی ذہنیت کی بنا پر کبھی فریب کھا جاتا ہے اور خود کو صاحب مقام ومنزلت سمجھنے لگتا ہے۔ حب نفس اور دنیا سے شدید لگاؤ نے ان چوری شدہ مفاہیم واصطلاحوں سے مل کر ایک بہت ہی خراب شکل اور عجیب وغریب معجون کی صورت اختیار کرلی ہے۔ یہ انسان خود کو اپنے ان تمام عیوب کے باوجود خلائق کا مرشد وہادئ امت اور شریعت کا صاحب فضل، خیال کرتا ہے، بلکہ بعض اوقات وقاحت وبے شرمی کی تمام حدود کو بالائے طاق رکھ کر خود کو مقام ولایت کا سب سے بڑا حقدار سمجھنے لگتا ہے۔ ان تمام باتوں کی وجہ اس کی صلاحیت واستعداد کا کم ہونا، شرح صدر کی کمی اور دل کا چھوٹا ہونا ہے۔

تم تو فقہ وحدیث اور دیگر علوم شرعیہ کے طالب علم ہو اور تم اپنے علمی مقام میں صرف علم اصول وحدیث میں استعمال ہونے والی چند اصطلاحوں سے زیادہ کسی اور چیز کا علم نہیں رکھتے ہو۔ اگر یہ تمام علوم جو عمل سے مربوط ہیں تو ان علوم نے تم میں (اور تمہارے عمل میں) کسی بھی چیز کا نہ تو اضافہ کیا ہے اور نہ ہی تمہاری اصلاح کی ہے، بلکہ ان اصطلاحوں نے تم میں صرف برے اعمال واخلاق کو ہی جنم دیا ہے تو پھر تمہارا کام تمام علوم کے علما اور ماہرین سے زیادہ پست اور گرا ہوا ہے، بلکہ عوام الناس کے کام سے بھی زیادہ پست تر ہے۔ یہ وقتی اثر رکھنے والی باتوں اور مفاہیم، حرف وحروف کی باتوں کو بیان کرنا اور بے فائدہ بحث وجدل پر اتنا اکڑنا، خوش ہونا اور تکبر کرنا صحیح نہیں ہے کہ جن میں سے اکثر دین الٰہی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہیں اور نہ ہی کسی علوم میں حساب کی جاتی ہیں کہ تم اسے مفید علم کا نام دو۔ خدا شاید ہے ﴿وَكَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا﴾[1] ''اور خدا کی گواہی کافی ہے'' کہ وہ علم کہ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم کو ہدایت نہ کرے، اخلاقی اور عملی مفاسد اور برائیوں کو تم سے دور نہ کرے تو پست ترین کام بھی اس سے بہتر ہیں، کیونکہ ایسے (دنیوی) کاموں کا نتیجہ جلدی ملتا ہے اور اس کی دنیوی اور اخروی برائیاں اور مفاسد بھی کم نہیں۔ تم کو اصطلاحوں کے ایسے علم سے سوائے بار گناہ اور

۱۔ سورۂ نساء، آیت/۱۶۶۔

وبال کے زیادہ ہونے، اخلاقی برائیوں اور برے اعمال کے علاوہ کوئی اور نتیجہ حاصل نہیں ہوا، پس تمہارا علم، علمی اعتبار سے بھی تکبر کیے جانے کے قابل نہیں ہے۔ تم اتنی پست فکر کے مالک ہو کہ صرف تم دو اصطلاحوں کو رٹ کر خود کو عالم اور دیگر تمام افراد کو جاہل خیال کرنے لگے ہو۔ تم ملائکہ مقربین کے پروں کو بھی اپنے پیروں تلے بچھا ہوا خیال کرتے ہو، ساتھ ہی کسی محفل و نشست میں خاص مقام کو اور راہ کو گلی کوچوں میں بندگان خدا پر مسدود اور تنگ کرتے ہو اور ان کے علم اور علما کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی توہین بھی کرتے ہو۔

ان تمام امور میں پست اور گھٹیا وہ ہے کہ جو خارجی امور میں مثلاً مال ومنال، جاہ وحشم اور قوم وقبیلہ میں تکبر کرے۔ ایسا انسان واقعاً قابل رحم ہے کہ جو تمام انسانی اخلاق وآداب سے دور اور اس کا باطن تمام علوم اور معارف سے خالی ہے، چونکہ اس کا لباس فاخرہ لباس ہے اور اس کا باپ فلاں بڑا آدمی ہے لہٰذا لوگوں پر اپنی بڑائی جتاتا ہے۔ یہ انسان کتنی گھٹیا فکر، چھوٹے اور تاریک دل کا مالک ہے کہ جو تمام کمالات میں سے صرف خوبصورت اور فاخرہ لباس پر اور تمام خوبصورتیوں میں سے صرف قبا اور ٹوپی کی ظاہری خوبصورتی پر قانع ہو گیا ہے۔ یہ بے چارہ حیوانی مقام اور فوائد پر ہی راضی ہو گیا ہے اور اس نے انسانی مقامات وکمالات کے بجائے انسان کی ایک کھوکھلی شکل اور فکر وعقل سے خالی ایک انسانی صورت پر قناعت کرلی ہے اور خود کو ان صفات کے ساتھ صاحب مقام ومنزلت سمجھتا ہے۔ یہ اتنا پست فکر اور نالائق ہے کہ اگر کوئی اس سے دنیوی رتبے میں ایک درجہ ہی اونچا کیوں نہ ہو اس سے ایسا سلوک کرتا ہے جیسے ایک مالک اپنے غلام اور عبد سے سلوک کرتا ہے۔ اگر کسی کا ہم وغم اور تمام فکر وخیال صرف دنیا ہو تو وہ دنیا کا غلام اور اس کا دلدادہ ہے تو ایسا انسان بت پرستوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (چہل حدیث،ص ۹۱)

حسد کی برائیاں

جان لو کہ حسد کی بیماری قلب کی خطرناک بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے۔ اسی بیماری سے ہی دل کی مزید بیماریاں، تکبر اور برے اعمال جنم لیتے ہیں کہ ان میں ہر ایک ہلاک کرنے والا ہے اور انسانی ہلاکت کیلئے ایک مستقل اور جدا سبب کی حیثیت رکھتا ہے اور ہم ان میں سے بعض واضح چیزوں کا ذکر کریں گے اور ان کی کچھ پوشیدہ برائیاں بھی ہیں جو راقم الحروف کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

خود حسد کی برائیاں اتنی زیادہ ہیں کہ صادق مصدّق حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے خبر دی ہے: في صحيحة معاوية بن وهب قال: ﴿قال أبو عبدالله علیہ السلام: آفةُ الدِّينِ الحَسَدُ وَالعُجبُ وَالفَخر﴾[1] ''دین کی آفت حسد، عجب وخود پسندی اور فخر فروشی ہے''۔

وفي صحيحة محمد بن مسلم عن أبي جعفر علیہ السلام: ﴿إنَّ الرَّجُلَ لَيَأتِي بِأيِّ بادِرَةٍ فَيَكفُرُ وَإنَّ الحَسَدَ لَيَأكُلُ الإيمانَ كَما تَأكُلُ النّارُ الحَطَب﴾[2] ''حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ بے شک ایک مرد (روز قیامت) غصے کی حالت میں ہونے والے ہر زبانی یا عملی لغزش کے ساتھ آئے گا تو وہ بخش دیا جائے گا اور بے شک حسد ایمان کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو''۔

یہ معلوم ہے کہ ایمان وہ خدائی نور ہے کہ جو قلب کو خدا کی تجلیات کا مرکز بنا دیتا ہے جیسا کہ احادیث قدسی میں نقل کیا گیا ہے: ﴿لا يَسَعُنِي أرضِي وَلا سَمائِي بَل يَسَعُنِي قَلبُ عَبدِ المُؤمِن﴾ ''میری وسعت نہ زمین میں ہے اور نہ آسمان میں، بلکہ میں اپنے بندۂ مومن کے دل میں سماتا ہوں''۔ یہ معنوی نور اور خدا کا روشن کردہ شعلہ کہ جو قلب کو تمام موجودات سے زیادہ وسیع کرتا ہے، قلب میں حسد کی وجہ سے پیدا ہونے والی کدورت کی تنگی وتاریکی سے ہرگز میل نہیں رکھتا ہے۔ یہ بری صفت دل کو اپنے حصار میں لے کر اسے اس طرح جکڑ دیتی ہے کہ اس کے برے آثار تمام ظاہر وباطن میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ قلب افسردہ اور غمگین، سینہ تنگ وتاریک، منہ بنا ہوا اور ماتھے پر شکنیں ہوتی ہیں۔ انسان کی یہ حالت نور ایمان کو ختم کر کے انسانی دل کو مار دیتی ہے اور حسد کی یہ صفت جتنی زیادہ قوت پیدا کرتی ہے اتنا ہی نور ایمان کو کمزور کرتی رہتی ہے۔

مومن انسان کے تمام معنوی اور ظاہری اوصاف، ظاہر وباطن میں پیدا ہونے والے حسد کے آثار سے ہرگز میل نہیں رکھتے۔ مومن ہمیشہ خدا کی نسبت اچھے خیال رکھتا ہے اور بندوں کے درمیان اس کی تقسیم پر راضی ہوتا ہے جبکہ حسود انسان خدا پر غضبناک اور اس کے فیصلوں سے ناراضی اور نالاں رہتا ہے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک مومن دوسرے مومنین کی برائی کا کبھی خواہاں نہیں ہوتا، بلکہ ان کی

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۰۷، کتاب الایمان والکفر، باب حسد، حدیث ۵۔

۲۔ سابقہ ماخذ، ص ۳۰۶، کتاب الایمان والکفر، باب حسد، حدیث ۱۔

عزت چاہتا ہے لیکن حسود انسان اس کے برخلاف ہے۔ مومن وہ ہے کہ جس پر حب دنیا نے غلبہ نہ کیا ہو۔
(چہل حدیث، ص ۱۰۸)

ولایت الٰہی سے نکلنے کا نتیجہ

حسد کی وجہ سے پیدا ہونے والی بیماریوں اور بڑی بڑی برائیوں میں سے ایک اپنے خالق اور ولی نعمت پر غضبناک ہونا اور اس کے فیصلوں اور مقدرات سے روگردانی اور منہ موڑنا ہے۔ آج عالم مادیت کے دبیز تاریک پردوں اور مادیت میں ہماری سرگرمی نے ہمارے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور جس سے ہماری آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہیں۔ نہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے مالک الملوک پر غضبناک اور اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اپنے ولی نعمت پر ہمارے ناراض ہونے اور اس سے منہ موڑنے کی عالم ملکوت اور ہمارے اصلی قرارگاہ (آخرت) میں کیا صورت ہوگی؟ بس ہمارے کانوں تک تو امام جعفر صادق کا یہی قول پہنچا ہے ﴿وَمَنْ يَكُ كَذٰلِكَ فَلَسْتُ مِنْهُ وَلَيْسَ مِنِّي﴾[۱] "جو کوئی مجھ سے منہ موڑے اور مجھ پر غضبناک ہو، نہ میں اس سے ہوں اور نہ وہ مجھ سے"۔ ہم نہیں جانتے ہیں کہ خداوند عالم کا ہم سے دوری اور برائت و بیزاری کا اظہار کرنا کتنی بڑی مصیبت ہے اور اسکے کیا عواقب ہوں گے۔ جو بھی ولایت خدا سے خارج ہو جائے اور اسے ارحم الراحمین کی رحمت کے پرچم کے سائے سے باہر نکال دیا جائے تو اس کی نجات کیلئے کوئی امید نہیں ہے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت بھی اس کو نصیب نہیں ہوگی ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾[۲] "کون ہے کہ جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس شفاعت کرے"۔ خدا کی تقسیم پر راضی اور اس کی ولایت سے خارج انسان کی کون شفاعت کرے گا؟
(چہل حدیث، ص ۱۰۹)

حسد، ایمان کی آفت

پس ہر عاقل انسان پر لازم ہے کہ اپنی کمر ہمت کو باندھے اور خود کو اس ننگ و عیب اور اپنے ایمان کو اس

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۳۵۸؛ منیۃ المرید، شہید ثانی، ص ۳۲۵۔

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۵۔

جلانے والی آگ اور اس آفت سے نجات دے۔ اسی طرح خود کو اس عالم کے فکری دباؤ اور دل کی تنگی سے جو خود ایک دائمی عذاب ہے اور قبر اور عالم برزخ کی ظلمت و تاریکی اور فشار و عذاب اور غضب الٰہی سے نجات دینے کی پوری کوشش کرے۔ اسے چاہیے کہ تھوڑا سا سوچے کہ جس عنصر (حسد) کی اتنی برائیاں اور قبیح اثرات ہیں وہ فوری معالجہ کیے جانے کے قابل ہے جبکہ حال یہ ہے کہ تمہارا حسد کرنا، حسد کیے جانے والے شخص کیلئے کسی نقصان کا باعث نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی تمہارا حسد کرنا اس کی نعمت کے زوال کا سبب بنتا ہے، بلکہ اس کے برعکس اس کے دنیوی و اخروی نفع کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے کہ تمہاری مشکل یہ ہے کہ تم حسود اور اس کے دشمن ہو اور تمہارا عذاب اور حزن و غم خود محسود کیلئے ایک نعمت کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ نعمت سے مالا مال ہے اور تم اسے نعمت ملنے سے عذاب میں ہو تو یہ بات خود اس کیلئے ایک اور نعمت ہے۔ اس کو ملنے والی دوسری نعمت پر تمہارا پیچ و تاب کھانا، تمہارے لیے ایک اور عذاب اور ذہنی دباؤ اور اس کیلئے ایک اور نعمت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس طرح تم ہمیشہ رنج و غم اور دباؤ میں اور وہ نعمت و فرح اور خوشحالی میں زندگی بسر کرے گا۔ اسی طرح تمہارا حسد، آخرت میں بھی اسی کے فائدے کا سبب بنے گا، خصوصاً اگر تمہارا حسد غیبت، تہمت اور دیگر برائیوں پر ختم ہو تو تمہاری نیکیاں اسے دے دی جائیں گی اور وہ تمہاری نعمت و عظمت کا مالک بن جائے گا اور تم مفلس و خالی ہاتھ۔ اگر تم ان امور میں تھوڑا تفکر کرو تو یقیناً خود کو اس بری صفت سے پاک اور نفس کو اس ہلاک کرنے والی بیماری سے نجات دلا دو گے۔

ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ یہ نفسانی رذائل اور برے اخلاق قابل زوال اور قابل اصلاح نہیں ہیں۔ یہ شیطان اور نفس امارہ کی طرف سے القا کی جانے والا خام خیالی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ تم کو آخرت کی راہ سلوک اور اصلاح نفس سے ہٹا دے۔ انسان جب تک اس دار تغیر اور تبدیلی کے اس مکان (دنیا) میں ہے تو اس کے تمام اوصاف و اخلاق میں تبدیلی کا امکان موجود ہے۔ انسان جب تک اس عالم میں ہے اس کی عادات و صفات اور ملکات کتنی ہی پکی اور مستحکم کیوں نہ ہوں قابل اصلاح اور قابل زوال ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ صفات و ملکات کے ضعف و شدت کے اعتبار سے ان کے پاک کرنے میں انسان کو زحمت و تکلیف کا سامنا کرنے پڑے گا۔ ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ نفس میں ہر عادت و صفت کی پیدائش کی ابتدا میں تھوڑی سے زحمت و محنت اور تھوڑی سے ریاضت سے اس کا ازالہ کیا جا سکتا ہے، بالکل اس نہال کی مانند کہ جس نے

ابھی زمین کا سینہ چیر کر سر نکالا ہو اور اس کی جڑیں زمین میں مستحکم نہ ہوئی ہوں۔ لیکن جیسے ہی وہ بری عادت اپنی جڑیں نفس میں پھیلائے اور مستحکم کرے اور نفس کی پکی عادتوں اور ملکات میں سے اس کا شمار ہونے لگے تب بھی اس کا زوال ممکن ہے۔ لیکن بہت زیادہ محنت وجد و جہد کی ضرورت ہوگی۔ بالکل اس بوڑھے درخت کی مانند کہ جس کی جڑیں زمین میں بہت گہری ہوں، چنانچہ ایسے درخت کو اکھاڑنے کیلئے بہت زحمت درکار ہوگی۔ چنانچہ تم اپنی روح کے مفاسد اور برائیوں کی جڑوں کو اکھیڑنے کی فکر میں جتنی دیر کرو گے تو تم کو اتنی ہی زیادہ ریاضت اور زحمت وجد و جہد کی ضرورت ہوگی۔ (چہل حدیث، ص ۱۱۰)

صفت غضب کی برائیاں

جیسا کہ انسان کی تفریطی حالت اور حالت اعتدال سے اس کا خروج صفات رذیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور بہت سی بیماریوں اور برائیوں کا موجب ہے کہ جن میں سے بعض کو تم نے سنا۔ اسی طرح حد افراط اور حد اعتدال سے تجاوز بھی رذائل اخلاق سے تعلق رکھتا ہے اور بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ غضب کی برائی اور فساد کو بیان کرنے کیلئے ہم صرف اصول کافی کی اس حدیث پر اکتفا کرتے ہیں: ﴿عَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ علیہ السلام قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الْغَضَبُ يُفْسِدُ الإيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ﴾[۱] ''حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: غضب (غصہ) ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے کہ جس طرح سرکہ شہد کو''۔

بسا اوقات انسان اپنے غصے اور غضب کا اظہار کرتا ہے اور اس کی شدت کی وجہ سے دین الٰہی سے باہر نکل جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا نور ایمان بجھ جاتا ہے اور اس کے غصے اور غضب کی تاریکی اور اس کی آتش غضب اس کے عقائد حق کو جلا ڈالتی ہے، بلکہ کفر جحودی اس کے اندر پیدا ہو جاتا ہے کہ جو اسے ہلاکت ابدی سے دوچار کر دیتا ہے اور وہ اس وقت بیدار ہوتا ہے کہ جب اس کی پشیمانی اور ندامت اس کے کسی کام نہیں آتی۔ یہ آتش غضب جو اس کے دل میں شعلہ ور ہوتی ہے دراصل شیطان کی روشن کردہ چنگاری ہے جیسا کہ امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ هَذَا الْغَضَبَ جَمْرَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تُوقَدُ فِي قَلْبِ ابْنِ

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۰۲، کتاب الایمان والکفر، باب غضب، حدیث ۱۔

آدمؑ ہے۱ "بے شک یہ غضب وغصہ آگ کی وہ چنگاری ہے کہ جسے شیطان نے بنی آدم کے دل میں روشن کیا ہے"۔ اس کی صورت عالم (آخرت) میں خدا کے غیض وغضب اور غصہ کی آگ کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ امام محمد باقرؑ نے اصول کافی کی حدیث میں ارشاد فرمایا: ﴿مَکْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ فِيمَا نَاجَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، بِهِ مُوسَى: يَا مُوسَى! أَمْسِكْ غَضَبَكَ عَمَّنْ مَلَّكْتُكَ عَلَيْهِ أَكُفَّ عَنْكَ غَضَبِي﴾ ۲ "توریت میں لکھا ہوا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے اسرار اور راز و نیاز کے ذیل میں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! اپنے غصہ اور غضب کو روکو، ان لوگوں پر کہ جن پر میں نے تم کو تسلط دیا ہے تاکہ میں اپنا غضب تم پر روکوں"۔ جان لو کہ غضب الٰہی کی آگ سے زیادہ کوئی آگ جلانے والی نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے ان کے حواریوں نے سوال کیا: "وہ کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ سخت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سب سے زیادہ سخت چیز، خدا کا غضب ہے۔ انہوں نے کہا: ہم کس چیز کے ذریعہ اپنی حفاظت کریں؟ جواب دیا: تم دوسروں پر غضب اور غصہ نہ کرو"۔۳

(چہل حدیث، ص ۱۳۵)

منافقت کے درجات اور اس کی برائیاں

جان لو کہ دوسرے اوصاف اور ملکات خبیثہ اور شریفہ کی مانند منافقت اور دو چہرے والی عادت کے بھی اپنی شدت اور ضعف کے اعتبار سے کئی درجات ہیں۔ اگر انسان اپنے اندر موجود ہر صفت رذیلہ کی علاج کی کوشش نہ کرے اور ان کی پیروی کرے تو یہ صفات پہلے سے زیادہ مستحکم ہو جائیں گی۔ رذیلہ صفات کی شدت کے مراتب، صفات حمیدہ کی شدت کی مانند لامتناہی ہیں۔ اگر انسان نفس امارہ کو اس کے حال پر چھوڑ دے اور اسکے ذاتی میل و رغبت کے ذریعہ نفس کی برائی اور جلد ظاہر کرنے والے برے حالات اور شیطان اور وسواس خناس کی مساعدت سے برائی کی طرف قدم بڑھائے تو یہ صفات رذیلہ اور برائیاں روز بروز شدت پکڑتی جائیں گی اور ان کی تعداد میں اضافہ ہونے لگے گا یہاں تک کہ نوبت یہاں تک آجائے گی کہ

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۰۲، کتاب الایمان والکفر، باب غضب، حدیث ۱۲۔

۲۔ سابقہ ماخذ، ص ۳۰۳، کتاب الایمان والکفر، باب غضب، حدیث ۷۔

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۲۸۹، ابواب جہاد نفس، باب ۵۳، حدیث ۱۵۔

انسان جس رذیلہ صفت کی پیروی کرے گا وہ نفس کی پختہ اور نہ مٹنے والی صورت جوہری بن جائے گی اور اس کے ظاہر و باطن کی دنیا اس رذیلہ صفت کے زیر تسلط آ جائے گی۔ پس اگر وہ صفت رذیلہ، رذیلہ شیطانی ہو جیسے منافقت اور انسان کے دو چہرے والی عادت کہ جو ملعون افراد کی خصوصیت ہے جیسا کہ قرآن شریف نے اس کی خبر دی ہے ﴿وقاسمهما انّي لكما لمن النّاصحين﴾[1] شیطان نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کیلئے قسم کھائی کہ میں یقیناً آپ کا خیر خواہ ہوں۔ جبکہ حقیقت اس کے برخلاف تھی اور وہ یہ چاہتا تھا کہ ان کی مملکت ظاہر و باطن شیطان کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور نفس کی باطنی صورت اور باطنی حقیقت شیطانی شکل میں تبدیل ہو جائے۔ ممکن ہے اس دنیا میں انسان کی ظاہری شکل و صورت شیطانی بن جائے خواہ اس دنیا میں وہ انسانی شکل و صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

پس اگر انسان اس بری صفت کا علاج اور اپنے نفس کو مہار نہ کرے تو تھوڑی ہی مدت میں اس کا نفس ایک سرکش جانور کی مانند ہو جائے گا کہ انسان کی ساری فکر اور توجہ صرف اسی صفت رذیلہ کی ہی ہو کر رہ جائے گی۔ وہ جس سے بھی ملاقات کرے گا تو اپنے دو چہرے اور دو زبانوں کے ساتھ ملاقات کرے گا اور لوگوں سے اس کی رفت و آمد، قلبی کدورت، منافقت اور دو چہرے کے ساتھ مخلوط ہو گی۔ ایسے شخص کی نظر میں شخصی منافع، خود خواہی اور خود پرستی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوگا، وہ اپنی صداقت، پاکیزگی، کوشش اور جدوجہد کو پائمال کر دے گا، اس کے تمام کاموں اور حرکات و سکنات میں دو رنگی عادت (منافقت) پائی جائے گی اور وہ کسی بھی قسم کی برائی اور قباحت و وقاحت سے پرہیز نہیں کرے گا۔ ایسا شخص زمرۂ انسانیت سے دور ہے اور شیاطین کے ساتھ محشور ہو گا۔ (چہل حدیث، ص ۱۵۶)

اہل دنیا کی توصیف اور ان کی مذمت کا بیان

درحقیقت انسان کو شرم آنی چاہیے کہ وہ اپنے شکم یا شہوت کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے اتنا ذلیل و خوار ہو جائے اور اپنی جیسی خالی اور تہی دست، بے دست و پا، ذلیل اور علم و دانش سے بے بہرہ مخلوق کا احسانمند ہو جائے۔ اگر تم کو احسانمند ہی ہونا ہے تو غنی مطلق اور خالق ارض و سماوات کا احسانمند ہو، کیونکہ اگر

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۱۔

تم نے اس مقدس ذات کی طرف توجہ پیدا کر لی اور تمہارا دل اس کی بارگاہ میں خاضع ہو جائے تو تم دونوں جہان کی محدودیت سے آزاد ہو جاؤ گے اور بندگان خدا کی عبودیت کا طوق اپنی گردن سے نکال دو گے۔ ﴿العُبُودِیَّۃُ جَوهَرَۃٌ کُنهُهَا الرُّبُوبِیَّۃُ﴾[1] خدا کی عبادت و بندگی وہ گرانبہا گوہر ہے کہ جس کے باطن میں آزادی و ربوبیت پوشیدہ ہے۔ خداوند عالم کی عبودیت و بندگی، اسی مرکزی نقطہ واحدہ پر توجہ اور اپنی تمام قوتوں اور سلطنتوں کو خدا کی سلطنت مطلقہ میں فنا اور ضم کرنے سے عبارت ہے۔ انسانی قلب میں ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ وہ تمام عالموں پر قہر و سلطنت حاصل کرلے گا اور اس کی روح کیلئے عظمت و رفعت کی وہ حالت پیدا ہوگی کہ وہ خدا کی بارگاہ میں اس کی اطاعت اور ان ہستیوں کی اطاعت کہ جن کی اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے، کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنے سر کو نہیں جھکائے گا۔ اگر زندگی کی چکی میں اس کا سامنا کسی قدرتمند اور طاقتور سے ہو بھی جائے تب بھی اس کے دل میں لرزہ پیدا نہیں ہوتا ہے اور اس کا استقلال اور نفس کی حریت و آزادی محفوظ رہتی ہے جیسا کہ حضرت یوسفؑ اور حضرت لقمانؑ کی ظاہری غلامی و بندگی نے ان کی قلبی حریت و آزادی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

لیکن بعض اوقات قدرتمند اور سلطنت ظاہری رکھنے والے افراد بندۂ ذلیل اور اپنے نفس و خواہشات کے عبد مطیع ہوتے ہیں کہ جنہوں نے اپنے نفس کی حریت و آزادی اور بزرگی کی بو تک نہیں پائی ہے۔ اسی لیے وہ اپنے جیسی ناچیز مخلوق کی چاپلوسی کرتے ہیں۔ حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) سے منقول ہے: ﴿إِنِّي لآنَفُ أَنْ أَطْلُبَ الدُّنيا مِنْ خالِقِها، فَكَيْفَ مِنْ مَخْلُوقٍ مِثْلِي!﴾[2] ''میں اس بات میں شرم محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا کو اس کے مالک و خالق سے طلب کروں، پس اسے کس طرح اپنی جیسی مخلوق سے طلب کر سکتا ہوں''۔

اے عزیز! اگر تم کو طلب دنیا میں کوئی شرم و عیب محسوس نہیں ہوتی ہے تو کم از کم اپنی جیسی کمزور مخلوق سے تو نہ طلب کرو۔ یہ بات سمجھ لو کہ تمہاری دنیا کی تعمیر میں اس مخلوق کو کوئی قدرت حاصل نہیں ہے۔ میں اگر یہ فرض بھی کر لوں تم ہزار قسم کی منت و سماجت سے اس کی توجہ اور ارادہ کو اپنی طرف مائل کر لو تب بھی یہ جان لو کہ

۱۔ مصباح الشریعہ، ص ۵۳۶، باب ۱۰۰، حقیقت عبودیت۔

۲۔ علل الشرائع، ج ۱، باب ۱۶۵، حدیث ۳ میں حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔

مخلوق کا ارادہ اور توجہ خدا کی سلطنت میں نے تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا اور نہ ہی مالک الملک کی مملکت میں کسی کو حق تصرف حاصل ہے تو اس چند روزہ دنیا اور وقتی اور محدود شہوت کیلئے اس عاجز مخلوق کی اتنی چاپلوسی مت کرو، اپنے خدا سے غافل نہ ہو، اپنی حریت و آزادی کی حفاظت کرو اور اپنی جیسی مخلوق کی عبودیت و بندگی کے طوق کو اپنی گردن سے نکال کر زندگی کے تمام حالات میں آزاد زندگی گزارو، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: ﴿إِنَّ الْحُرَّ حُرٌّ عَلَىٰ جَمِيعِ أَحْوَالِهِ﴾[۱] "بے شک آزاد انسان زندگی کے تمام احوال وحالات میں آزاد ہوتا ہے"۔ یہ بات بھی جان لو کہ غنی وہ ہے جس کا قلب غنی ہو اور بے نیازی ہمیشہ روح سے تعلق رکھتی ہے، اس کا انسان کے غیر مربوط خارجی امور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے خود اہل ثروت اور اہل مال ومنال میں ایسے افراد کو بھی دیکھا ہے کہ دنیا کے بارے ہیں ان کی خواہشات اور امیدیں ایسی تھیں کہ کوئی باغیرت اور آبرومند فقیر بھی ایسی تمنا نہیں کرتا تھا اور ان کے بیانات نہایت ہی شرم آور تھے! وہ ایسا بے چارہ انسان تھا کہ ذلت و مسکینی کا غبار اس کے چہرۂ قلب پر بیٹھ چکا تھا۔ یہودی قوم کرۂ زمین کی نسبتاً متمول اور ثروتمند ترین قوم ہے لیکن اس کے باوجود ذلت وخواری اور فقر و فاقہ کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر ہیں اور وہ پوری زندگی زحمت، ذلت وخواری اور فقر میں گزار رہی ہے اور اس کا سبب فقط وہی قلبی فقر اور روح کی ذلت وخواری کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ میں نے اہل زہد اور درویش صفت افراد میں ایسے لوگوں کو بھی مشاہدہ کیا ہے کہ ان کے دل اس قدر غنی اور بے نیاز تھے کہ وہ پوری دنیا کو بے اعتنائی سے دیکھتے تھے اور خدا کے علاوہ کسی ایک کو بھی اپنی حاجت پیش کرنے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ تم خود اہل دنیا اور ریاست وسلطنت کو طلب کرنے والے افراد کی زندگی کا بغور مطالعہ کرو اور دیکھو کہ دوسرے تمام لوگوں سے ان کی ذلت وخواری، چاپلوسی اور لوگوں کے سامنے ان کا جھکاؤ اور خضوع بہت زیادہ ہے۔ وہ اپنے چاہنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں، لوگوں کی ہدایت وارشاد کے مدعی ہونے کی ذلت وخواری قبول کرتے ہیں اور لوگوں کی چاپلوسی کرتے ہیں تاکہ اپنے شکم وشرمگاہ کے چندروزہ تقاضوں کو پورا کریں۔ طلب دنیا رکھنے والا دل اپنے مرید کے سامنے اس کے دل سے زیادہ خاضع اور جھکا ہوا ہے۔ جبکہ مرید و مراد کی تمنا اور جھکاؤ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مرید کی خواہش وارادہ روحانی اور خدائی ہے اگر چہ کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔ جبکہ مراد

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۸۹، کتاب الایمان والکفر، باب صبر، حدیث ۶۔

کی خواہش دنیوی اور شیطانی ہے۔ یہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے سب دنیوی ذلت اور اس کی برائی سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر غیب کا پردہ اٹھایا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے انسان کی خواہشات نفس کے زندان، شہوت اور ہوائے نفسانی کی زنجیروں میں اس کی اسیری کی کیا صورت ہے۔ شاید یہ زنجیر کہ جس کی لمبائی ستر زراع ہے اور خداوند عالم نے جس کی خبر دی ہے اور وہ قید و زندان جو ہمارے لیے ہے، اسی دنیا میں اسی اسیری و بندگی کی شکل وصورت اور شہوت وغضب کے سائے میں ہو۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾[۱] "اور جو کچھ انہوں نے عمل انجام دیا تھا اسے اپنے سامنے حاضر پایا"۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے: ﴿وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾[۲] "جو کچھ انہوں نے کمایا اور عمل انجام دیا اس کا وبال خود ان کے اوپر ہے"۔ ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم میں ملنے والی صورت خود ہمارے دنیوی اعمال کا نتیجہ ہے۔

اپنی شہوت اور خواہشات نفسانی کو چھوڑ دو، گناہ کو انجام دینے میں اپنی شجاعت کو توڑ دو اور اس قید وزندان سے باہر نکل کر اس عالم میں آزادانہ زندگی بسر کرو تا کہ اس عالم میں بھی آزاد رہو ورنہ اس جہان کی قید وزندان کی صورت کو وہاں اپنے سامنے حاضر پاؤ گے اور جان لو کہ وہاں کا عذاب طاقت فرسا ہے۔ اولیا الٰہی باوجودیکہ شہوت وخواہشات نفس کی قید وبند اور غلامی سے بالکل آزاد تھے اور مکمل آزادی میں زندگی گزارتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے دل خوف الٰہی سے لرزاں تھے اور وہ اپنے عاقبت امر سے بہت نالہ وفریاد اور جزع کرتے تھے کہ ہماری عقلیں حیران ہیں۔ (چہل حدیث، ص ۲۵۶)

ایمان کا زائل ہونا

ہمیں چاہیے کہ اپنے باطن کی بیماریوں کا معالجہ اور قلبی امراض کی چارہ جوئی کریں۔ احادیث شریفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان کی کمزوری، ضعف اور خلوص کا نہ ہونا اخلاقی مفاسد اور دیگر اعمال کی برائی کا موجب بنتا ہے، اسی طرح یہ برائیاں بھی ایمان میں کمی، بلکہ اس کے زائل ہونے کا باعث بنتی ہیں اور یہ بات خود ایک قسم کے برہان ودلیل کے مطابق ہے کہ جو اپنی جگہ ثابت شدہ ہے۔

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۴۹/۔ ۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۶/۔

جان لو کہ یہ معصیت ونافرمانی بہت سے پہلوؤں سے دیگر معصیتوں سے زیادہ شدید اور اس کے اثرات اور عواقب بھی زیادہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس میں حق اللہ کے ساتھ ساتھ حق الناس بھی شامل ہے۔ خداوند عالم غیبت کرنے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کرے گا کہ جب تک وہ راضی نہ ہو جائے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں چند مختلف طریقوں سے اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

عن محمّد بن الحسن في المجالس والاخبار باسناده عن أبي ذر، عن النبي ﷺ في وصيته له قال: ﴿يا اباذر! ايّاک والغيبة، فانّ الغيبة اشدّ من الزّنا. قلتُ: ولم ذاک يارسول الله؟ قال: لانّ الرّجل يزني فيتوب الی الله، فيتوب الله عليه، والغيبة لا تُغفر حتیٰ يغفرها صاحبها﴾[1] ''حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو اپنی وصیتوں میں فرمایا: اے اباذر! غیبت سے بچو، اس لیے کہ غیبت زنا سے زیادہ بدتر ہے۔ ابوذر نے عرض کی: یا رسول اللہؐ ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر زانی توبہ کرے تو خدا اس کو معاف کر دیتا ہے لیکن غیبت اس وقت تک نہیں بخشی جائے گی کہ جب تک وہ معاف نہ کرے کہ جس کی غیبت کی گئی ہو''۔

(چہل حدیث، ص ۳۰۷)

گناہ کی زیادتی، توبہ سے غفلت کا موجب بنتی ہے

نجات وہدایت کے راستے کے سالک پر لازمی ہے کہ وہ ایک اہم نکتہ کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھے اور وہ یہ ہے کہ وہ صحیح اور کامل توبہ کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق ہاتھ سے جانے نہ دے۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ شرائط بہت مشکل اور سخت ہیں اور بہت کم انسان ہیں کہ جو توبہ کاملہ کی منزل پر فائز ہوتے ہیں۔ گناہوں خصوصاً گناہان کبیرہ میں انسان کا داخل ہونا اس بات کا باعث بنتا ہے کہ وہ انسان کو توبہ سے یکسر غافل بنا دیتے ہیں۔ اگر معصیت وگناہ کا درخت انسان کے دل کی کھیتی میں پرورش پا کر پھل پھول جائے اور اس کی جڑیں گہری ہو جائیں تو اس کے بہت برے نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ گناہ انسان کو توبہ سے غافل کر دیتے ہیں۔ ہاں! اگر کبھی اسے توبہ کا خیال آتا ہے تو اسے آج اور کل پر ٹالتا رہتا ہے اور اپنے دنوں کو مہینوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور خود سے کہتا ہے کہ میں زندگی

---

[1] بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۲۲۸، کتاب العشرہ، باب ۱۵۲، حدیث ۹۔

کے آخری حصے میں اور زمانہ پیری میں صحیح اور مکمل توبہ کرلوں گا۔ وہ اس بات سے غافل ہے کہ اس کی یہ بات دراصل خدا سے مکر اور حیلہ و بہانہ ہے ﴿وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ﴾[۱] (اور خدا بہترین تدبیر کرنے والا ہے)۔

یہ گمان نہ کرو کہ گناہ کی جڑیں مضبوط اور گہری ہونے کے بعد انسان توبہ کرسکتا ہے یا وہ توبہ کی تمام شرائط پر عمل پیرا ہوسکے گا۔ پس توبہ کی بہار کا زمانہ نوجوانی کے ایام ہیں کہ جس میں گناہوں کا بار کم، دل کی کدورت اور باطن کی ظلمت کم اور توبہ کی شرائط سہل اور آسان ہیں۔ پیری میں تو انسان کی حرص و طمع، حب و جاہ و مال اور اس کی لمبی لمبی آرزوئیں زیادہ ہوجاتی ہیں اور یہ ثابت شدہ بات ہے اور حدیث نبویؐ خود اس بات پر شاہد ہے[۲]۔ اگرچہ میں فرض بھی کرلوں کہ انسان ایام پیری میں توبہ کیلئے قیام کرلے لیکن تو ہم کہاں سے مطمئن ہوجائیں کہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کی موت نہیں آئے گی۔ ہوسکتا ہے ایام جوانی میں ارتکاب گناہ کے دوران ہی اسے موت آجائے اور اسے مہلت ہی نہ ملے۔ بوڑھے افراد کا کم ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ موت نوجوانوں سے زیادہ نزدیک ہے۔ ایک پچاس ہزار آبادی والے شہر میں پچاس افراد بھی اسی سال کے نہیں ملیں گے۔

پس اے میرے عزیز! شیطان کے مکر و حیلے سے ڈرو اور آگاہ رہو، اپنے خدا سے مکر و حیلہ نہ کرو کہ پچاس سال تک شہوت پرستی میں بسر کروں گا اور دم مرگ کلمہ استغفار سے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلوں گا۔ یہ سب تمہاری خام خیالی ہے۔ اگر تم نے یہ حدیث پڑھی یا سنی ہے کہ خداوند عالم نے اس امت پر اپنا فضل و کرم کیا ہے کہ اس کی توبہ کو موت کے آثار کے ظہور سے قبل قبول کرلے گا، یہ صحیح حدیث ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ انسان دم مرگ توبہ ہی سے غافل ہوجائے اور اسے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے توبہ کی توفیق ہی نہ ہو۔ تمہارے خیال میں توبہ کوئی لفظ ہے کہ توبہ کہنے سے تمام زندگی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ توبہ کیلئے قیام کرنا ایک مشکل کام ہے۔ گناہ سے لوٹنا اور دوبارہ نہ لوٹنے کے عزم کیلئے علمی و عملی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ انسان خود بخود توبہ کا خیال کرے یا اس میں کامیاب ہوجائے یا وہ صحیح توبہ یا توبہ کو اس کے درجہ قبولیت یا کمال تک پہنچانے والی شرائط پر عمل کرے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہو کہ توبہ کی فکر

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۵۴۔

۲۔ ''دو چیز فرزند آدمؑ کے ساتھ ایام پیری میں بھی رہے گی: لالچ اور آرزو''۔ (خصال، ج ۱، ص ۷۳، باب الاثنین، حدیث ۱۱۲)۔

کرنے یا اسے عملی جامہ پہنانے سے قبل ہی موت اسے آدبوچے اور مہلت نہ دے اور انسان گناہ ومعصیت الٰہی کے سنگین وزن اور گناہوں کی کبھی ختم نہ ہونے والی ظلمت وتاریکی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوجائے۔ اس وقت خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کس قسم کی بدبختیوں اور مشکلات میں گرفتار ہوگا۔ اگر اس کی نجات اور حسن عاقبت اور سعادت کو فرض بھی کرلیا جائے تب بھی اس عالم میں گناہوں سے نجات پانا اور اس کے عواقب سے چھٹکارا پانا کوئی آسان کام نہیں ہے، بلکہ فشار قبر و عالم برزخ، تکلیف وزحمت اور عذاب آتش کے بعد کہیں جاکر انسان شفاعت کے قابل بنتا اور ارحم الراحمین کی رحمت کو پاتا ہے۔

پس اے میرے عزیز! جتنا جلدی ہو اپنی کمر ہمت کو باندھو، اپنے عزم وارادے کو مضبوط کرو۔ جب تک جوان ہو یا اس دنیا میں زندگی بسر کررہے ہو اپنے گناہوں سے توبہ کرو، خدا کی عطا کردہ اس فرصت کو اپنے ہاتھ سے مت جانے دو اور شیطان کے حیلے بہانوں اور نفس امارہ کے مکروفریب میں نہ آؤ۔

(چہل حدیث، ص ۲۷۲)

گناہوں کی زیادتی کا برا نتیجہ

اگر گناہ ومعصیت کا درخت انسان کے باغ دل میں پرورش پاکر پھل پھول جائے اور اس کی جڑیں زمین میں گہری ہوجائیں تو اس کے بہت برے نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ چیز انسان کو توبہ سے بالکل غافل کردیتی ہے۔ ہاں! اگر کبھی اسے توبہ کا خیال آتا ہے تو اسے آج اور کل پر ٹالتا رہتا ہے اور اپنے دنوں کو مہینوں میں تبدیل کردیتا ہے اور خود سے کہتا ہے کہ میں زندگی کے آخری حصے میں زمانہ پیری میں صحیح اور مکمل توبہ کرلوں گا۔ وہ اس بات سے غافل ہے کہ اس کا یہ خیال دراصل خداوند عالم سے مکر اور حیلہ وبہانہ ہے درحالیکہ ﴿وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ﴾[1] "اور خدا بہترین تدبیر کرنے والا ہے"۔

(چہل حدیث، ص ۲۷۳)

الٰہی نیت کے ساتھ نہی عن المنکر

نفس کے مکروفریب بہت زیادہ پیچیدہ اور توجہ طلب ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ انسان کو راہ شریعت سے

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۵۴۔

منحرف کر کے اسے ہلاکت سے دوچار کر دیں۔ مثلاً علانیہ گناہ کرنے والے کی غیبت کرنا اگرچہ جائز ہے، بلکہ بعض موارد میں اسے گناہوں سے روکنے کیلئے واجب ہے اور اسے نہی عن المنکر کے مراتب میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن انسان کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھے اور دقت کرے کہ اسے گناہگار شخص کی غیبت پر ابھارنے اور دعوت دینے کیلئے کون سی چیز محرک بنی ہے، کیا وہ شرعی اور خدائی امر ہے یا وہ محرک شیطانی اور نفسانی ہے؟ اگر وہ داعی اور محرک الٰہی ہے تو اسے عبادت میں شمار کیا جائے گا، بلکہ علی الاعلان گناہ و معصیت کا ارتکاب کرنے والے کی غیبت اس پر احسان و انعام کے مصادیق میں شمار کی جائے گی اگرچہ کہ وہ خود نہیں جانتا، لیکن اگر اس کا یہ محرک برائی اور خواہش نفسانی کی بنا پر ہو اور وہ اس حالت میں نیت کی اصلاح و خلوص کی کوشش کرے اور لوگوں سے صحیح طور پر کنارہ کشی کرنے سے اعراض کرے، بلکہ نفس کو جائز غیبت کرنے کی عادت ڈالتے تب بھی اس کا یہ فعل ضرر و نقصان سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے کہ نفس ہمیشہ بری باتوں اور قبیح امور کی طرف مائل رہتا ہے اور ممکن ہے کہ جائز غیبت کے موارد سے انسان کا پرہیز نہ کرنا اسے آہستہ آہستہ حرام امور اور حرام غیبت کی طرف لے جائے۔ جیسا کہ شبہات اور شبہ آور چیزوں میں انسان کا داخل ہونا جائز ہونے کے باوجود اچھا نہیں ہے لیکن چونکہ شبہات اور شبہ آور امور کا درجہ محرمات سے تھوڑا پہلے ہے اور ممکن ہے کہ انسان ان میں وارد ہونے کے ذریعہ سے محرمات اور حرام امور میں داخل ہو جائے۔ پس انسان کو چاہیے کہ حتی المقدور اپنے نفس کو ان امور سے بچائے اور جن چیزوں میں نفس کی سرکشی کا امکان ہے اس میں داخل نہ ہو۔

(چہل حدیث، ص ۳۱۳)

برے اعمال کا قلب میں جلدی اثر کرنا

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی سند سے روایت کی گئی کہ ﴿قالَ أمیرُ المؤمنینَ ؑ: إیّاکُمْ وَالْمِراءَ وَالْخُصُومَةَ، فَإنَّهُما یُمْرِضانِ الْقُلوبَ عَلَی الاخْوانِ وَیَنْبُتُ عَلَیْهِما النِّفاقُ﴾[۱]

''اپنی گفتگو میں بحث و تکرار اور خصومت سے پرہیز کرو۔ یہ چیز برادران دینی کی نسبت دل کو بیمار کر دیتی ہے اور اس کی وجہ سے منافقت پرورش پاتی ہے''۔

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۰۰، کتاب الایمان والکفر، باب المراء والخصومہ، حدیث ۲۔

وفي الكافي أيضاً عن أبي عبدالله ؑ قالَ: ﴿إيّاكُمْ وَالْخُصومَة، فَإنَّها تَشْغَلُ الْقُلوبَ وَتُورِثُ النِّفاقَ وَتَكْسِبُ الضَّغائِن﴾ ۱ ''مخاصمت اور دشمنی سے پرہیز کرو اس لیے کہ وہ قلب کو مشغول کرتا ہے، منافقت کا باعث بنتا ہے اور دل میں کینہ پیدا کرتا ہے''۔

وفيه أيضاً عن أبي عبدالله علیہ السلام قالَ: ﴿قالَ جَبرَئيلُ ؑ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إيّاكَ وَمُلاحاةَ الرِّجال﴾ ۲ ''حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے حضرت رسول اکرمؐ سے کہا: لوگوں سے گفتگو میں جدال اور مخاصمت سے پرہیز کرو''۔

خصومت و جدل جو قلب انسان کو بیمار کرتا ہے، انسان کو اس کے دوستوں سے بدبین کر دیتا ہے اور دل میں منافقت کا سبب بنتا ہے، کا بیان یہ ہے کہ انسان کے ظاہری اعمال اس کے باطن و دل میں ان اعمال کی مناسبت سے اثر کرتے ہیں۔ اب اس بیان میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ دل میں برے اعمال کے اثرات بہت جلدی ظاہر ہوتے ہیں اور دیرپا بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ انسان اسی مادی دنیا میں پیدا ہوا ہے لہذا شہوت و غضب اور شیطنت اس کے ہمراہ اور اس پر اثر کرتی رہتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے: ﴿إنَّ الشَّيْطانَ يَجْري مَجْرَى الدَّمِ مِنْ بَني آدَم﴾ ۳ ''بے شک شیطان بنی نوع انسان میں خون کی مانند اس کی رگوں میں گردش کرتا ہے''۔ لہذا یہی وجہ ہے کہ دل کی توجہ اور خیالات ہمیشہ برائیوں اور مادیت ہی کی طرف مائل رہتے ہیں اور عالم خارج کی تھوڑی سی مدد کے ذریعہ سے خواہ وہ انسانی اعضا و جوارح کی مدد ہو یا برے اخلاق اور بدکردار دوست و رفیق کی مدد ہو، یہ برائیاں دل میں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے احادیث شریف میں برے افراد کی مصاحبت و رفاقت سے منع کیا گیا ہے۔

(چہل حدیث، ص ۳۷۵)

باطل علوم کے عواقب اور قلبی کدورت

خدا جانتا ہے کہ اگر ہم ان باطل علوم، ان برے خیالات، قلبی کدورتوں اور برے اخلاق کے ساتھ

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۰۱، کتاب الایمان والکفر، باب المراء والخصومہ، حدیث ۸۔

۲۔ سابقہ ماخذ، حدیث ۶۔

۳۔ علم الیقین، ج ۱، ص ۲۸۳۔

ساتھ اس عالم کی طرف منتقل ہو جائیں تو کس قسم کی بلاؤں اور مشکلات میں گرفتار ہوں گے اور ان کے کیا برے عواقب واثرات ہوں گے؟ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ باطل و بے کار علوم اور برے اخلاق ہمارے لیے کس قسم کی ظلمت وتاریکی، وحشت قبر اور عذاب النار کا سبب بنیں گے؟

(چہل حدیث، ص ۳۹۴)

جاہ طلب افراد کی چاپلوسی

یہ بات جاننی چاہیے کہ وہ انسان جو صرف لوگوں کی رضا اور خوشنودی کا طالب، ان کے نظروں کو اپنی جانب مائل کرنے کا خواہاں اور ان کی توجہ حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے وہ یہ سب اس لیے کرتا ہے کہ وہ انہیں ان امور میں موثر جانتا ہے کہ جن میں اسے طمع ولالچ ہوتی ہے، مثلاً مال ودولت کے پجاری اور ان سے محبت کرنے والے لوگ ارباب دولت وثروت کے سامنے خاضع ہوتے ہیں، ان کی چاپلوسی کرتے ہیں اور ذلت آمیز طریقے سے پیش آتے ہیں۔ وہ افراد جو کرسی اور ریاست اور ظاہری احترام وادب کے طالب ہیں وہ اپنے مریدوں کی چاپلوسی اور ان سے گڑگڑ ملنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان کا مطمح نظر یہی ہوتا ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے لوگوں کی توجہ اور ہمدردی حاصل کریں اور اس طرح یہ پہیہ اسی محور پر گھومتا رہتا ہے۔ ارباب ریاست کے ماتحت افراد ان سے چاپلوسی اور خوش آمدی سے پیش آتے ہیں سوائے ان افراد کے کہ جنہوں نے ارباب ریاست واقتدار اور لوگوں کے معاملے میں ریاضت نفسانی کے ذریعہ سے اپنی تربیت کی ہے۔ ایسے لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں اور دنیا و مافیہا نے اس راہ میں ان کے پائے ثبات کو ہرگز متزلزل نہیں کیا ہے۔ یہ افراد اپنی ریاست واقتدار کے زمانے میں بھی رضائے الٰہی کے طالب ہیں اور اپنی ماتحتی میں بھی خدا کے طالب اور حق خواہ ہیں۔ (چہل حدیث، ص ۵۶۰)

جہالت میں اضافے کے عواقب

انسان کی جہالت میں جس قدر اضافہ ہوگا اسی قدر اس میں خود پسندی کی صفت بھی پروان چڑھے گی۔ اسی لیے شیطان کی چھ ہزار سالہ عبادت[1] نے اسے انانیت، عجب وخود پسندی اور اپنی عبادت پر فخر کرنے

۱۔ ﴿وکان قد عبد اللہ ستۃ الاف سنۃ﴾ ''شیطان نے خدا کی چھ ہزار سال عبادت کی''۔ نہج البلاغہ، ص ۳۲۵، خطبہ ۱۹۲۔

کے سوا اسے اور کچھ نہیں دیا اور نوبت یہاں تک آئی کہ اس نے خدا کے مقابلے میں قیام کیا اور کہا: ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ ۱ ''مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا'' اور اپنی جہالت، خود بینی وخود خواہی کی وجہ سے حضرت آدمؑ کی نورانیت کو نہیں دیکھا اور قیاس ومغالطہ سے کام لیا۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۴۲)

غرور، راہ حق کی رکاوٹ

انسان اپنے کسی کمال یا باطنی جمال کی وجہ سے ہرگز مغرور نہ ہو، کیونکہ غرور ابلیس کے بڑے جالوں میں سے ایک جال ہے کہ جو سالک (راہ خدا) کو راہ حق سے باز رکھتا ہے، بلکہ اسے پیچھے کی طرف لے جاتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۵۲)

دنیا اور سالک کے انحراف کا خطرہ

انسان جب تک اس دنیا اور دار غرور میں ہے وہ یہاں روحانی کمال وجمال کے جس مرتبے اور عدالت وتقویٰ کے جس مقام ومنزلت تک پہنچے گا، اس کے پیچھے لوٹنے کا امکان ہر وقت اور ہر آن ولمحے موجود ہے، وہ بالکل تبدیل بھی ہوسکتا ہے اور عین ممکن ہو کہ اس کا انجام شقاوت ورسوائی ہو۔

پس اسے کبھی بھی اپنے آپ سے غفلت نہیں کرنی چاہیے، وہ اپنے کمال پر ہرگز غرور نہ کرے اور نہ ہی اپنے اور اپنے احوال نفس اور اس کا خیال رکھنے سے غافل ہو۔ ساتھ ہی اسے چاہیے کہ اپنے تمام حالات زندگی میں خداوند عالم کی مخفی عنایات سے تمسک اختیار کرنے سے بھی غفلت نہ کرے اور نہ ہی اپنے سلوک وریاضت اور علم وتقویٰ پر کسی بھی طرح کا اعتماد کرے۔ اس لیے کہ یہ انسانیت کو ہلاکت سے دوچار کرنے والے بڑے امور اور شیطان کے وسوسوں میں سے ہے، چونکہ یہ چیز سالک خدا کو اس کی اپنی حفاظت کرنے سے غافل کردیتی ہے، جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ۲ ''ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ کہ جنہوں نے خدا کو فراموش کردیا۔ پس خدا

۱۔ سورۂ اعراف، آیت/۱۲۔

۲۔ سورۂ حشر، آیت/۱۹۔

نے خود انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا، یہی لوگ فاسق ہیں"۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۵۲)

خود خواهی، کمالات کے حصول میں حجاب هے

خودخواہی اور خود بینی کا حجاب اور پردہ ان دبیز پردوں میں سے ایک ہے کہ جو بھی ان میں گرفتار ہو جائے وہ تمام حقائق، تمام نیکیوں اور کمالات کے حصول اور اسے اپنی بری صفات ونقائص سے دوری اختیار کرنے سے روک دیتا ہے۔ یہ حجاب دراصل ایک شیطانی حجاب ہے اور جس کسی کے سامنے یہ حجاب آ جائے وہ شیطانی ذریت سے جا ملے گا، اگر چہ وہ اپنی ظاہری شکل وصورت اور دنیوی ولادت وغیرہ کے حساب سے ذریت آدمؑ سے ہی کیوں نہ ہو۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۶۶)

شیطانی خیالات

ممکن ہے کہ ایک نامحرم پر ایک معمولی سی نظر یا ایک چھوٹی سی لغزش انسان کو مدتوں توحیدی حقائق اور اسرار سے اسے محبوب کی بارگاہ میں جلووں اور اس کے ساتھ مطلوبہ خلوت سے دور کر دے کہ جو اہل معرفت کے آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنتی ہے۔ پس اپنے کسی بھی روحانی مقام ومنزل پر متوقف ہونا، غفلت وتغافل کرنا اور مختلف عوالم ودرجات کی طرف ترقی نہ کرنا انسان کو سعادت مطلقہ سے محروم کرنے کا باعث ہوگا اور یہ امور ابلیس کے جالوں میں سے ایک جال ہے۔

مثلاً جو افراد مستحبات بجالانے اور ظاہری عبادت کرنے والے ہیں وہ اپنی عبادت پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں اور ان کی بجا آوری کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ شیطان عبادات کی اسی ظاہری صورت کو ہی ان کی نظروں میں جلوہ دیتا ہے اور انسانیت کے تمام کمالات کو صرف انہی ظاہری عبادات اور ان کے دیگر ظاہری اعمال میں ہی منحصر کر کے دیگر کمالات اور معرفت کی اہمیت کو ان کی نظروں سے گرا دیتا ہے، بلکہ ایسے افراد کو ان کمالات اور معرفتوں اور ان کے اہل افراد سے بدظن کر دیتا ہے۔ پس شیطان صاحبان معرفت وکمالات پر ان ظاہری عبادت کرنے والوں کی نظروں میں الحاد وزندیقی کی اور صاحبان اخلاق فاضلہ اور ریاضت نفسانیہ پر صوفی ودرویش ہونے کی تہمت لگواتا ہے۔ شیطان ان ظاہری عبادت والے بے چارے

لوگوں کو سالہا سال عبادت کی اسی ظاہری صورت میں ہی پھنسا کر اور اپنے دھوکے وفریب اور وسوسوں کی مستحکم زنجیروں میں قید رکھتا ہے۔ چنانچہ اس جہت سے ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے بعض افراد میں عبادت کا الٹا اثر پڑتا ہے۔ نماز جو تواضع اور خشوع کی حقیقت کا نام ہے اور جس کا مقصد انانیت کا ترک کرنا، خدا کی طرف سفر اور مومن کی معراج ہے[1] ان میں سے بعض افراد میں نماز کا نتیجہ عجب و تکبر اور خود بینی اور غرور کی صورت میں نکلتا ہے۔

اسی طرح وہ افراد جو تہذیب نفس اور اخلاق حسنہ کی راہ میں قدم اٹھاتے ہیں، شیطان کبھی انہیں بھی اپنے جال میں پھنساتا ہے اور انہی ظاہری عبادات اور حوزہ علمیہ اور جامعات میں رائج رسمی علوم اور معارف الٰہیہ کو ان کی نظروں میں بہت چھوٹا پیش کرتا ہے اور تمام کمالات و سعادت کو صرف سیر وسلوک، ریاضت اور تہذیب نفس کی صورت میں ان کیلئے خلاصہ کرتا ہے اور ان کو ان ظاہری عبادات اور رسمی علوم و معارف اور ان کے اہل حضرات سے بدبین کر دیتا ہے۔ یوں یہ لوگ علمائے شریعت، دین و دیانت سے آگاہ افراد، حکمائے ربانی اور فقہا کی نسبت اپنی زبان سے لعن و طعن اور بے ادبی کرتے ہیں اور خود کو پاکیزہ قلب، مہذب اور صاحب اخلاق فضیلہ افراد میں شمار کرتے ہیں اور خدا والوں کے درمیان اپنے سر بڑے فخر سے بلند کرتے ہیں۔

نفس کہ جو تمام رذائل نفسانیہ کا محور و مرکز ہے، کی یہ مکاریاں اور بندگان خدا کی نسبت سوء ظن کہ جو شیطان کی میراث ہے، ایسے افراد کے قلب میں اس طرح راسخ اور پختہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اور اپنے جیسے مٹھی بھر مست افراد کہ جنہیں اللہ والا کہا جاتا ہے اور جنہیں شریعت کے ظاہری علم کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہاں باطن شریعت کا علم ہوگا، ایسے افراد کے علاوہ وہ کسی کو کھوٹے سکے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ یہ صرف اسی وجہ سے ہے کہ انسان ایک مرحلے پر توقف کر لیتا ہے جو اسے تمام مراحل سے محروم کرنے کا باعث بن جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے بھی محروم ہو جاتا ہے کہ جس کیلئے وہ عبادت کرتا ہے اور جس کیلئے وہ اپنی مہارت و عبادت کا دعویدار ہے۔

۱۔ ﴿الصلاة معراج المؤمن﴾ ''نماز مومن کی معراج ہے''۔ اعتقادات، مجلسی، ص ۲۹؛ بحار الانوار، ج ۷۹، ص ۲۴۸۔

اسی طرح اگر کوئی حکیم یا عارف شیطان کے جال میں پھنس جائے اور اپنے انہی مقامات پر ہی جمود کا شکار ہو جائے تو وہ دوسروں کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا اور انہیں بے حیثیت سمجھتا ہے۔ وہ ایسی حالت میں علمائے شریعت کو بے قدر و قیمت چیزوں کا عالم اور فقہائے اسلام کو عام علوم کا فقیہ خیال کرتا ہے تو دوسروں کے متعلق اس کے نظریات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے اور اپنے ہم فکر افراد، جو صرف چند مفہوم اور اعتباری چیزوں کا ذخیرہ کرنے والے ہیں، کے علاوہ کسی اور کو کسی حساب میں ہی نہیں لاتا۔ اس آفت کی وجہ وہی اپنے علمی یا روحانی مقام پر توقف اور اس کے نفس پر شیطان کا تسلط و حکومت ہے۔

اگر یہ لوگ واقعی کسی علمی و روحانی مقام کے مالک اور مختلف عالموں میں سیر کرنے والے ہوتے یا کم سے کم علمی و استدلالی طور پر غیبی درجات، شہود نفس، عالم باطن و ظاہر کی پہچان رکھتے، درجات و مراتب کے باہمی رابطے سے باخبر ہوتے اور سیر و سلوک کی کیفیت اور مادیت و نفسانیت کے گھر سے ہجرت کرنے سے واقف ہوتے تو ابلیس کے اس جال اور شیطان کے اس تاریک زندان میں کبھی گرفتار نہ ہوتے اور کسی دوسرے کو اس طرح اپنے سے جدا کرنے کے بجائے ان کی نسبت حسن ظن رکھتے۔ ان کے درمیان اخوت وبھائی چارگی[۱] اور اسلامی مودت و محبت مستحکم ہوتی کہ جو تزکیہ نفس، تہذیب باطن اور تصفیہ کے حصول کیلئے اہم چیزوں میں سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خود خواہی، خود بینی اور عجب و خود پسندی اور استکباریت کی خلق وخو اور رنگ و بو اہم ترین نفسانی رذائل اور شیطانی دھوکے اور فریب جیسی صفات، ان کے درمیان سے کب کی رخصت ہو چکی ہوتیں۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۶۹)

غضب وشہوت کے برے آثار

ان پردوں اور حجابوں کی افزائش ایک فطری سی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تین قوتیں یعنی قوت شیطنت کہ جس کا نتیجہ عجب و تکبر، مقام منصب کا طلب کرنا، مکر و فریب، منافقت اور جھوٹ وغیرہ ہے، قوت غضب کہ انسان کی سرکشی، خودسری، جباریت، اکڑنا، قتل و غارت، فحش، مخلوق خدا کو اذیت وغیرہ دینے اور ان کے مختلف قبیح نتائج جس کا ماحصل ہیں اور قوت شہوت کہ لالچ، حرص، طمع اور بخل وغیرہ اور ان کے برے

۱۔ ﴿إنما المؤمنون أخوة﴾ "بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔ سورہ حجرات، آیت ۱۰۔

نتائج اس سے وابستہ ہیں۔ یہ تین قوتیں ایسی نہیں ہیں کہ کسی مقام پر جا کر رک جائیں اور محدود ہو جائیں، یعنی اگر انسان شیطانی لگام کو رہا کردے تو وہ کسی بھی مقام پر متوقف اور کسی بھی مرتبے پر قانع نہیں ہوگا۔ وہ اپنے مقاصد تک پہنچنے کی خاطر ہر قسم کی الٰہی حدود اور شرعی قیود کو توڑنے کیلئے تیار ہوتا ہے۔ حتیٰ وہ ایک معمولی سے مقام تک رسائی حاصل کرنے کیلئے انبیاء، اولیا، صالحین اور خداوند عالم کے عاشق علما کی بڑی تعداد کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی بقیہ دونوں قوتیں بھی اپنی سرکشی اور بے لگامی کی حالت میں اسی طرح کا عمل انجام دیتی ہیں۔

یہ بات بہت واضح ہے کہ ان تین قوتوں سے متعلق نفسانی لذتوں کا ہر درجہ و مرتبہ جب بھی انسان کو اس کی سطح کے مطابق حاصل ہو تو وہ انسان کو دنیا کا عاشق و دلدادہ اور روحانیت اور حق وحقیقت سے غافل کر دیتا ہے۔ مثلاً انسان اس عالم میں جس لذت سے بھی آشنا ہوتا ہے اگر وہ خدائی احکامات کا پابند اور مقید نہ ہو تو وہی لذت انسان کو دنیا سے نزدیک اور اس کے قلب سے دنیا کا رابطہ اور وابستگی زیادہ کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہی لذت روحانیت و معنویت سے اس کی محبت کم کر کے محبت خدا کو اس کے دل سے نکال دیتی ہے، چونکہ ہر لذت کے حصول کے بعد انسانی نفس ایک اور لذت بلکہ مختلف لذتوں کی طلب و آرزو کرتا ہے اور نفس امارہ اس کام کیلئے مخصوص قوتوں کو ترغیب دلاتا ہے۔ پس ہر دنیوی لذت کے حصول کے نتیجے میں آنے والے حجاب کے ساتھ دوسرے بہت سے تاریک اور ظلمانی حجاب بھی انسان کے سامنے آجاتے ہیں اور انہی ظاہری حواس اور اعضا کہ جن کے ذریعہ نفس، عالم مادیت اور دنیا کی طرف توجہ کرتا ہے کے ذریعہ ہمیشہ اس کے قلب و روح پر پردے پڑے رہتے ہیں کہ جو انسان کو خدا کی طرف جانے اور خدا کی معرفت حاصل کرنے سے روک دیتے ہیں۔

خسارت و حسرت بلکہ تعجب اور حیرت تو اس میں ہے کہ یہی فطرت جو اولیا ءالٰہی کیلئے براق، قرب الٰہی کی معراج اور کمال مطلق تک انسان کی رسائی کیلئے ایک اہم سرمایہ ہے، وہی فطرت سرکش اور خودسر انسان کو شقاوت کی پست ترین منزل اور خدا سے دوری کے انتہائی درجے تک پہنچا دیتی ہے اور یہ خود سب سے بڑا نقصان وخسارہ ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ﴾[۱] "بے شک

۱۔ سورۂ عصر، آیت ۱ و ۲۔

انسان گھاٹے میں ہیں"۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۸۴)

خلوص نہ ہونے کے عواقب

اگر انسان کے اعمال وافکار میں خلوص نہ ہو تو خود بخود ابلیس اس کے کاموں میں شامل ہوجائے گا اور اس پر ابلیس ونفس کے تصرف واختیار جو خود، خود خواہی اور خود پسندی کی طرف قدم ہے، سے اسے کسی بھی قسم کی کوئی معرفت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ خود یہی ناخالص علم توحید، انسان کو توحید ومعرفت الٰہی کی حقیقت سے دور اور قرب الٰہی کی محفل سے باہر نکال دے گا۔

آپ کو شیطان کی حالت دیکھیں، چونکہ اس میں خود خواہی، خود بینی اور خود پسندی تھی لہذا اسی وجہ سے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوسکا اور نہ ہی وہ راہ سعادت کو دیکھ سکا۔

حق وباطل ریاضت کا معیار و میزان ایک بہت ہی باریک عرفانی معنی کے مطابق یا نفس اور خود خواہی کا قدم ہے یا پھر حق اور حق طلبی کا قدم۔ وہ نماز جو دنیوی شہوتوں کیلئے ہو یا اخروی لذتوں کیلئے ہو، وہ نماز نہیں ہے کہ جو مومن کی معراج اور متقی افراد کے خدا سے قرب کا وسیلہ ہے[۱] ایسی نماز انسان کو حور العین سے نزدیک تو کردے گی مگر ساتھ ہی اسے قرب الٰہی کی بارگاہ سے دور کردے گی۔

عوام الناس پر اپنی علمی برتری جتانے یا علما کے درمیان اپنی شہرت کیلئے حاصل کیا جانے والا علم توحید، نورانیت سے عاری وخالی ہوتا ہے اور ایسی غذا ہے جو شیطان کے ہاتھ سے نفس امارہ کیلئے تیار کی گئی ہے۔ یہی علم توحید انسان کو خدا کی حقیقی توحید سے دور اور شرک سے نزدیک کردے گا۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۰۴)

غافل انسان کی سستی

اے بے چارے غافل انسان! تم اس زائل ہونے والی دنیا کو اتنی اہمیت دیتے ہو کہ جس کے بارے میں تم خود بھی جانتے ہو اور ہر روز دیکھ رہے ہو کہ اہل دنیا، دنیا کو ترک کر کے جارہے ہیں اور صرف حسرت

۱۔ ﴿الصلاۃ قربان کل تقی﴾ "نماز متقی کیلئے قرب کا سرمایہ ہے"۔
وسائل الشیعہ، ج ۳، ص ۳۰، کتاب الصلاۃ، باب ۱۲، ابواب اعداد الفرائض، حدیث ۱۰۲۔

ہی ان کے ساتھ جاتی ہے۔اس کے باوجود تم دنیا کی جمع آوری میں بہت محنت کرتے ہو،اس کام کیلئے ہر قسم کی ذلت وخواری اور ہر قسم کی محنت وزحمت کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو اور اس راہ میں انجام دینے والے کسی بھی کام کو اپنے لیے ننگ وعار نہیں سمجھتے ہو۔لیکن تم ایمان کے حصول کیلئے جو انسان کی سعادت ابدی کا کفیل ہے، اتنے سست وکاہل ہو کہ اتنی بڑی تعداد میں انبیاء اور اولیائے الٰہی کے مواعظ اور آسمانی کتب کے باوجود بھی بہت سستی اور سہل انگاری سے کام لیتے ہو حتی تمہیں اپنی ذلت ورسوائی اور مصیبت والے ایام (آخرت) کی کوئی فکر نہیں ہے۔قرآنی وعظ ونصیحت اور اس کے وعدے وعید کہ جو سخت چٹانوں کو بھی نرم اور عالم دنیا کے پہاڑوں کو بھی خاشع بنادیتے ہیں، تمہارے سخت دل پر اثر نہیں کر سکے!

ہاں! خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[1] ''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ یہ پہاڑ خوف الٰہی سے خاشع وذلیل ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاتے اور ان مثالوں کو ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ تفکر کریں''۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۰۸)

اخلاق حسنہ کے موانع

جو بھی غرور وتکبر سے کام لیتا ہے وہ دراصل شیطان اور نفس امارہ کے جال میں گرفتار ہے کہ جو اسے معرفت، اخلاق حسنہ کسب کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے سے روک دیتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۳۲)

غرور کے مصالحے میں تاخیر

اے میرے عزیز! اس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس شیطانی غرور سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ غرور انسان کو ابدی ہلاکت سے دوچار، خدائی راہ کے مسافروں کے قافلے سے اسے پیچھے کر دیتا ہے اور

۱۔ سورۂ حشر، آیت ۲۱و۲۲۔

معرفت الٰہی کے حصول سے روک دیتا ہے کہ جو خدا والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

جان لو کہ غرور کی موجودگی میں خدا کی نصیحت، انبیاء کی دعوت اور اولیا کے مواعظ انسان پر اثر نہیں کرتے۔ اس لیے کہ غرور و تکبر تمام چیزوں کو ان کی جڑوں سے کاٹ دیتا ہے۔ یہ غرور و تکبر ابلیس و نفس کے بڑے جالوں اور انسانیت کے خلاف اس کی بڑی مضبوط منصوبہ بندیوں میں سے ایک ہے کہ جو انسان کو خود اپنی اور اپنی روحانی بیماریوں کے علاج کی فکر کرنے سے دور کر دیتا ہے۔ انسان کا یہی غرور اس بات کا موجب بنتا ہے کہ وہ نسیان اور غفلت جیسے موذی روحانی امراض میں مبتلا ہو جائے اور اطباء نفوس اس کے علاج سے ناامید ہو جائیں۔ ایسا مغرور و متکبر انسان اس وقت بیدار ہوتا ہے کہ جب اس کی اصلاح اور بہتری کی تمام راہیں مسدود اور چارہ جوئی کے تمام دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾[1] ''لوگوں کو غم و حسرت والے دن سے ڈراؤ کہ جب تمام دروازے ان پر بند ہو جائیں گے اور لوگ شدید قسم کی غفلت میں مبتلا ہوں گے اور اس پر ایمان نہیں لائیں گے''۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۱۳۷)

حبّ نفس، ثمرۂ خبیثہ

اسی حب نفس اور حب دنیا کے شجرۂ خبیثہ کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ انسان کے آنکھ اور کان کو شہوتوں کے حصول اور دنیوی آرزوؤں تک رسائی کے علاوہ ناکارہ بنا دیتا ہے۔ اور اسے روحانی مقامات، اہل معرفت کے درجات اور اہل دل حضرات کے فضائل سے پردے میں رہنے کی وجہ سے خدا کی طرف سے انسانی نفوس کی اصلاح اور قلوب کی تربیت کیلئے آنے والی بلاؤں سے روگردان کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی طرف اپنی توجہ سے جو بدترین فتنوں اور بلاؤں سے تعلق رکھتا ہے، راضی اور خوش ہو جاتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۱۷۲)

۱۔ سورہ مریم، آیت ۳۹۔

غصے کی حالت میں انسان کی کیفیت

انسان اپنے اس غیض وغضب کی آگ میں اندھا، رشد وہدایت سے بے بہرہ اور موعظہ ونصیحت سے محروم ہوجاتا ہے، بلکہ اس حالت میں موعظہ ونصیحت اس کے غصے میں زیادتی اور آتش غضب کے شعلوں کے مزید بھڑکنے کا سبب بنتا ہے۔ایسی حالت میں ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۲۳۹)

غصے کی وجہ سے ایمان کی خرابی

ہمیں یہ بات جاننی چاہیے کہ ہم بے چارے انسان جو دنیا کی پست زندگی کے ظلمانی حجابوں اور مادیت کے خول میں گرفتار ہیں، عالم غیب، ملکوت نفس اور ان کے برے عواقب، برائیوں اور مصلحتوں اور خوبیوں سے بے خبر و بے اطلاع ہیں۔نہ ہی ہم یہ جان سکتے ہیں کہ غضب وغصے کے ذریعہ انسان کی نورانیت ایمان کس طرح زائل اور اس کی حقیقت کس طرح خراب وفاسد ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی ہم اس بات سے بھی ناواقف ہیں کہ حقیقی ایمان کے منافی امور اور بے موقع اور بے مقصد غصے وغضب کی حالت میں انسان نور بصیرت کے ساتھ ادراک نہیں کرسکتا۔

ہمارے قلب ونفوس کے مشفق اطباء کہ جنہوں نے خداوند عالم کے دیئے گئے علم اور ملک وملکوت کے باطن تک رسائی کرنے والی اپنی چشم بصیرت کے ذریعہ ہمارے قلوب کی روحانی بیماریوں، ان کے علاج اور مصالح ومفاسد کو دریافت کیا ہے، وہ ذات مقدس پروردگار کی جانب سے ہم انسانوں کے باطنی حقائق کے کشف اور ان کو ظاہر کرنے اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہم انسانوں کو بیدار کرنے کیلئے مبعوث ہوئے ہیں۔

یہ ہستیاں ہمیں ہمارے باطن قلب سے مطلع کرتی ہیں اور ہمارے نفوس کے عالم ملکوت کو ہمارے لیے منکشف کرتی ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ جس طرح سرکہ اور صَبر[۱] شہد کو بہت جلدی خراب کرتے ہیں اور اس کی لطیف شیرینی کو تلخی اور کڑواہٹ میں تبدیل کردیتے ہیں، اسی طرح آتش غضب نور ایمان کو

۱۔ صَبر، ایک قسم کی سبز رنگ کی سرخی مائل، لمبے اور موٹے پتوں والی جڑی بوٹی ہے کہ جس کی زیادہ تعداد ہندوستان کے گرم علاقوں اور شمالی افریقہ میں پائی جاتی ہے۔ (فرہنگ معین)

بجھا کر اسے فاسد اور خراب کر دیتی ہے۔

انسان کے غصے اور غضب کا اس کی زندگی میں صرف یہی کام ہے کہ وہ انسان کی حیات ملکوتی کے سرمائے یعنی ایمان کو فاسد اور خراب کر کے اس کی سعادت کے اسباب کو اس کے ہاتھ سے چھین کر اسے خالی ہاتھوں دوسری دنیا کی طرف روانہ کر دیتا ہے۔ اس کا یہی کام بہت بڑا ہے جبکہ یہ غصہ اور غضب انسان کو اس دنیا میں بھی بسا اوقات خطرات اور ہلاکتوں میں ڈال کر اسے دونوں جہانوں کی شقاوت و بدبختی سے دوچار کر دیتا ہے۔

غضب جیسی آگ کی مانند کم ہی چیزیں ہیں جو انسان کو بجلی کی تیزی کی طرح بدبختی اور ہلاکت تک پہنچاتی ہیں۔ بسا اوقات ایک لمحہ کا غصہ انسان کو دین خدا سے خارج کر دیتا ہے اور غصہ کرنے والا خدا اور اس کے انبیاء کی نسبت جسارت کرنے لگتا ہے اور بعض اوقات ایک لحظہ کا غضب بے گناہ انسانوں کے قتل پر ختم ہوتا ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۲۴۷)

راہ دین کا کانٹا

دنیا کی محبت اور حب نفس انسان کے ہر دینی مقصد کے راستے کا کانٹا ہے۔ اگر وہ اہل معرفت، خداوند عالم میں جذب افراد سے تعلق رکھتا ہے تو اس کے محبوب کی راہ میں سب سے بڑا حجاب یہی حب دنیا اور حب نفس ہے۔ تمام بتوں میں سب سے بڑا بت تمہارا نفس ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۲۵۴)

شہوت و غضب کے ظاہر ہونے کی وجہ

شہوت و غضب کی آگ کے بھڑکنے کی وجہ دراصل دنیا اور نفس کی محبت ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کی قوت واہمہ و خیال، راہ اعتدال سے خارج ہو کر شیطانی امور کیلئے تدبیریں سوچنے لگتی ہے۔

اگر انسان اپنی آخرت کی تعمیر اور اپنے اعمال کے نتیجے میں ملنے والی جنت کا خواہاں ہے تو حب دنیا کے ساتھ انسان کا راہ تقویٰ پر قدم اٹھانا اور اعمال صالحہ بجالانا بھی اسے کسی بھی منزل تک نہیں پہنچا سکے گا۔ یہ حب دنیا ہی ہے جو انسان کو خدا کے حرام کردہ کاموں کو بجالانے پر ابھارتی اور واجبات و فرائض سے سرپیچی

کرنے کا حکم دیتی ہے۔ مالی واجبات مثلاً زکات، خمس اور حج وغیرہ کا ترک کرنا دراصل مال و دولت کی جمع آوری کی حرص وطمع کی وجہ سے ہے جبکہ بدنی واجبات مثلاً نماز و روزہ وغیرہ کا ادا نہ کرنے کا سبب بھی انسان کی تن پروری ہے۔

بہر حال یہ ام الامراض (حب نفس) انسان کو انواع واقسام کی بلاؤں میں مبتلا کر کے اسے ہلاکت ابدی سے دوچار کر دیتی ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۵۵)

دل کی کدورت

برے اعمال کی بجا آوری سے انسان کے دل میں ایک کدورت اور ظلمت وتاریکی پیدا ہو جاتی ہے جو اسے مقام قرب خدا اور معرفت الٰہی سے دور کر دیتی ہے۔ یہی کدورت وظلمت اسے عالم مادہ اور دنیا سے کہ جس کی حقیقت و باطن سجین اور ہاویہ ہے، نزدیک کر دیتی ہے یہاں تک کہ اس کا قلب اور اس کی تمام غیبی استعداد و صلاحیتیں دنیا اور مادیت میں فنا ہو جاتی ہیں اور یوں روحانیت اور انسانیت کا عنوان اس سے واپس لے لیا جاتا ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۲۸۳)

تو خود حجاب خودی حافظ از میان بر خیز

خدا کی علاوہ ہر چیز سے انسان کا دل لگانا سلوک الی اللہ کا کانٹا ہے۔ پس سالک الی اللہ اور اس کی ملاقات کے طالب اور معارف الٰہیہ کی معراج کے خواہاں فرد کو چاہیے کہ ریاضت شرعی کے ذریعہ اس خار طریق کو دور کرے۔ وہ جان لے کہ خدا کے علاوہ دیگر تمام چیزوں پر انسان کا دلدادہ وعاشق ہونے اور اپنے شکم وشرمگاہ کی شہوتوں کے سامنے تسلیم ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی کمالات تک رسائی اور خداوند نے جمیل وجمال کی ملاقات کا کوئی امکان نہیں ہے، بلکہ اس کی راہ کے تمام حجاب اور پردے ایک معنی میں انسان ہی کی طرف پلٹے ہیں۔

تو خود حجاب خودی حافظ از میان بر خیز

(تم خود اپنا ہی حجاب ہو حافظ، نقاب رخ کو الٹ دو)

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۰۱)

ہر مرض کا علاج

دنیا اور اس کے زخارف کی طرف رغبت اور اس کی زرق و برق کی طرف انسان کی توجہ اور محبت، ابلیس و جہالت کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، بلکہ یہ نفس کی ان باریک جالوں اور فریب میں سے ہے کہ جس کے ذریعہ انسان بلاؤں میں پھنس جاتا ہے، راہ ہدایت و رشد سے گمراہ اور انسانیت کے اعلیٰ مقام تک رسائی اور شجر ولایت کے ثمرہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

جب انسان اس مطلب کو سمجھ جاتا ہے اور اپنی چشم بصیرت و انصاف سے اول تا آخر اپنا جائزہ لیتا ہے تو خود پر واجب کرتا ہے کہ حتی الامکان اس خار راہ کو کہ جس کا نام دنیا اور اس کے مال و منال کی طرف رغبت و محبت ہے، راہ سلوک سے نکال پھینکے۔ وہ اس بات کیلئے خود کو آمادہ اور تیار کرتا ہے کہ اس مہلک بیماری و برائی کو کہ جو تمام برائیوں کی جڑ اور ام الامراض ہے، اپنے خانہ قلب سے باہر نکال دے اور اپنے دل کو کہ جو محبوب کی خلوت گاہ اور اس کے اسرار کی تجلی کا مقام ہے، آلودگیوں سے پاک اور شیطانی لشکروں اور شرک شیطان سے بالکل صاف کر دے۔ اپنا جائزہ لینے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کے قلب میں موجود خانہ خدا کی طرف بڑھنے والے اس شیطان پلید کے دست غاصب کو کاٹ دے، اس کے اندر موجود بتوں کو ریزہ ریزہ کر دے تا کہ صاحب خانہ اپنے گھر کی طرف لطف و عنایت اور توجہ کرے اور اپنے جلوؤں سے اسے منور کر دے۔ (شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۳۰۳)

فطرت کا زنگ

انسانی فطرت سونے اور چاندی کی مانند خالص ہوتی ہے ﴿اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾[۱] "لوگ معدن و کان ہیں، سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح"۔

خالص فطرت جو خداوند عالم کہ جو کمال مطلق ہے، کی محبت کے سوا کچھ اور نہیں ہے جب یہ غیر خدا کی محبت اور اس کی طرف توجہ سے مخلوط ہوتی ہے تو ناخالص ہو جاتی ہے۔ اس کے مخلوط ہونے کی سب سے زیادہ بدتر اور بڑی قسم یہ ہے کہ یہ فطرت دنیا اور مادیت کی محبت سے مل جائے۔ جب یہ ملاوٹ اور آلودگی پیدا ہوتی

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۵۲۹۔

ہے تو انسان کا دل جو اس کی فطرت کے مطابق بالکل صاف اور شفاف ہوتا ہے، زنگ آلودہ ہو جاتا ہے اور کوئی بھی چیز اپنی اصلیت وحقیقت کے ساتھ اس میں ظاہر نہیں ہوسکتی ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی حقیقی امر اس میں ظہور نہ کرے یا اگر ظہور کرے تو انحراف اور کجی کے ہمراہ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾ [۱] ''اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں باطل کی جانب میل ورغبت ہے اپنی فتنہ جوئی اور تاویل کی طرف میل ورغبت کی وجہ سے متشابہ چیزوں کی پیروی کرتے ہیں''۔

منحرف اور کج شدہ قلوب کہ جو ہوا وہوس اور حب نفس ودنیا سے آلودہ ہیں، کتاب خدا اور اس کی تدوینی اور تکوینی آیات کی اپنی نفسانی ہوا وہوس کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔ یہ تفسیر بالرائے ہے کہ جس میں شیطان ونفس کو تصرف واختیار حاصل ہے اور یہی تفسیر باطل اور حرام ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۳۱۱)

خودپسندی اور خودخواہی کے عواقب

انسان چونکہ خودخواہ اور خود پسند ہے اور اس کی یہ خودخواہی اور اپنے نفس سے اس کی افراطی محبت اس بات کا سبب بنتی ہے کہ وہ اپنے نقائص اور عیوب سے غافل ہو جاتا ہے، اپنی برائیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، بلکہ بعض اوقات اس کی برائیاں اس کی نظروں میں اچھائی بن کر جلوہ کرتی ہیں اور اس کے موجودہ فضائل اور خوبیاں اس کی نظروں میں کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی بے شمار خوبیاں اس پر پوشیدہ اور ان کی برائیاں اس کے سامنے بہت زیادہ نظر آتی ہیں۔

پس جب وہ اپنے کمال اور خوبی اور دوسروں کے عیوب اور نقائص کو دیکھتا ہے اور اس کی اپنے نفس سے افراطی محبت بھی اس کی مدد کرتی ہے تو اس کے نفس میں اپنے لیے ایک خودپسندی اور عجب کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حالت کی پیدائش کے بعد وہ اپنے باطن میں خود کو دوسروں پر فوقیت وفضیلت دینا شروع کر دیتا ہے، وہ ایک بڑائی اور بلندی کی حالت میں رہتا ہے اور خود کو دوسروں سے بزرگ وبڑا سمجھتا ہے اور اس کی یہی حالت تکبر ہے، چونکہ اس کی یہ قلبی حالت اس کے بدن میں ظاہر ہوتی ہے تو وہ خود کو دوسروں سے

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۷۔

بلند وسرفراز خیال کرتا ہے اور اپنے ظاہری اعمال وکردار میں اپنی فوقیت جتاتا اور اکڑتا ہے اور اس کی یہی حالت تکبر کہلاتی ہے۔

لیکن اگر وہ اس حجاب سے باہر آ کر خود کو اس طرح دیکھے کہ جس طرح وہ حقیقتاً ہے، بلکہ اگر وہ بہت دقت اور توجہ سے اپنے ہر عمل کا جائزہ لے تو وہ اپنی نسبت سوء ظن پیدا کرے گا۔ پس اس جائزے کے بعد وہ اپنی ہی نظروں میں چھوٹا اور ذلیل وخوار ہو جائے گا اور ان کے اندر ذلت وفقر اور نیازمندی کی ایک حالت پیدا ہوگی۔ اگر اس کی یہ نظر ہمیشہ اس کے ساتھ رہے تو دوسروں کی نسبت حسن ظن رکھنے، مخلوقات خدا کو بڑا اور اس کے جمال وجلال کے مظاہر کو عظمت بخشنے کے خیال کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کے نفس میں تذلل وفروتنی کی حالت پیدا ہوگی اور وہ خود کو دوسروں سے بہت چھوٹا شمار کرے گا۔ اس کی یہ حالت قلبی تواضع کہلاتی ہے کہ جس کے بہترین آثار اس کے ملک بدن میں ظاہر ہوں گے۔ اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ اس شخص نے تواضع کیا اور یہ بہت متواضع انسان ہے۔ (شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۳۳۳)

خودخواہی کے نتیجے میں سینہ کی تنگی

خودخواہی اور خودپسندی بھی ضیق صدر یا سینے کی تنگی کا نتیجہ ہے اور یہی چیزیں سینے کی تنگی میں اضافہ کرتی ہیں اور ان کا نقطہ آغاز تکبر ہے۔ اس لیے کہ انسان جب کمزور قسم کی قابلیت واستعداد اور تنگ سینے کا مالک ہوتا ہے تو وہ خود میں نظر آنے والے ہر کمال اور خوبی کو بہت بڑا اور اعلیٰ درجے کا تصور کرتا ہے اور اسے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ ساتھ ہی چونکہ وہ اپنے نفس کا اسیر وغلام بھی ہے لہذا اپنے دنیوی مقاصد تک پہنچنے کیلئے اہل دنیا کے سامنے جو اس کی حرص وطمع تک اس کی رسائی کیلئے ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ذلیل وخوار ہوتا ہے اور ان کی چاپلوسی کرتا ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص۳۳۷)

بری صفت

برائی کی روک تھام کیلئے قدم نہ اٹھانا، امر بالمعروف نہی عن المنکر میں سستی اور کاہلی سے کام لینا اور ظالموں کے ظلم کے خلاف قیام نہ کرنا نہ صرف یہ کہ حلم وبردباری نہیں ہے بلکہ باطن میں گناہ ومعصیت اور ظلم

وفساد کے خلاف اٹھنے والی غضب الٰہی کی فطری اور وجدانی آگ کو خاموش کرنا اور ایک قسم کا سکوت و جمود ہے جو خود ایک بہت بری صفت ہے اور ملکات رذیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل ،ص ۳۶۹)

راہ حقیقت سے خروج

ہمیشہ اپنی غرض پر مبنی اور حریص نگاہوں اور ذاتی دوستی ودشمنی سے ہٹ کر حق طلب نگاہوں اور حق کی متلاشی فکر کے ساتھ انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ دونوں کی رفتار وگفتار کا جائزہ لے۔ اس لیے کہ انسان کی خود غرض اور حریص نگاہیں اسے حقیقت سے دور کر دیتی ہیں جبکہ اس کی ذاتی دوستی اور دشمنی حقائق پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

(کشف الاسرار ،ص ۳)

عادات، فہم احکام کے مانع بنتی ہیں

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی کوئی عادت اور اس کے کسی عمل کی تکرار اس کی عقل پر اس طرح پردہ ڈال دیتی ہے کہ اگر کوئی اس کے خلاف کوئی بات کرے تو وہ بہت زیادہ حیرت زدہ ہو کر اسے خلاف حقیقت قرار دیتا ہے۔

(کشف الاسرار ،ص ۱۷۹)

سرکش نفس سے غفلت

انسان کا نفس اتنا زیادہ سرکش اور خودسر ہے کہ اگر ہم ایک لمحے کیلئے بھی اس سے غافل ہوں تو وہ ''نعوذ باللہ'' ہم کو نہ فقط فسق وفجور کی طرف لے جائے گا، بلکہ کفر تک پہنچادے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۲، ص ۳۹)

مؤمن کی نسبت بے توجہی اور جسارت

انسان کو کسی مطلب کی جانب توجہ کیئے بغیر اسے یونہی نہیں بیان کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ انسان خدانخواستہ کسی مومن ومسلمان، کسی دینی طالب علم، کسی اہل علم وفضل اور کسی عالم ومجتہد کے بارے میں

جسارت کر بیٹھے۔ انسان کو چاہیے کہ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے اور ان چیزوں کی طرف متوجہ رہے تا کہ وہ کامیاب ہو جائے۔ (صحیفہ امام، ج ۲، ص ۴۰)

چھوٹے گناہ، کفر کا زینہ ہیں

شیطان اس بات پر قانع نہیں ہوتا ہے کہ ہم صرف فسق وفجور اور علانیہ گناہ انجام دیں، بلکہ وہ ہمارے کفر کا طالب ہے اور وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم سب کو وادی کفر میں دھکیل دے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ ہمیں ایک دم وادی کفر میں نہیں دھکیلتا ہے، بلکہ پہلے چھوٹے گناہ اور خدا کی معصیت پر ہمیں ابھارتا اور اکساتا ہے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ بڑے گناہوں میں، اس کے بعد اس سے بھی بڑے گناہوں میں اور بعد میں ایسی منزل پر پہنچا دیتا ہے کہ انسان کو خدا اور اسلام سے منحرف کر دیتا ہے۔ آپ حضرات کو چاہیے کہ اپنی حفاظت ومراقبت کریں، آپ کو چاہیے کہ صبح جب آپ نیند سے بیدار ہوتے ہیں یا اذان فجر سے یا اذان فجر سے بھی قبل، جب آپ بیدار ہوتے ہیں، رات تک اور اپنے سونے تک، اپنے اعمال اور رفتار وگفتار کی حفاظت ومراقبت کریں (تا کہ اس دوران آپ سے کوئی گناہ اور خدا کی مخالفت سرزد نہ ہو)۔

(صحیفہ امام، ج ۲، ص ۳۹)

اختلافات کی جڑ

وہ تمام اختلافات اور بحث وتکرار کہ جن کا کوئی مقدس امر اور مشخص مقصد نہ ہو، حب دنیا ہی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔ اگر آپ کے درمیان اس قسم کے اختلافات اور بحث وتکرار اور اختلاف برائے اختلاف موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے محبت دنیا کو اپنے دل سے باہر نہیں نکالا ہے اور دنیا کے بے حیثیت اور محدود منافع تک رسائی کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کسی مقام منصب کے خواہاں ہیں اور دوسرا بھی اسی مقام کا طالب ہے تو خود بخود حسد وجود بھی آتا ہے اور سبقت ورقابت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن خدائی لوگ کہ جنہوں نے محبت دنیا کو اپنے دل سے باہر نکال دیا ہے اور جو خدا کی ذات اور اس کی خوشنودی کے علاوہ کسی اور چیز کو اپنا مقصد وہدف نہیں بناتے ہیں، کبھی بھی آپس میں اختلاف نہیں کرتے اور نہ ہی اس قسم کی برائیاں اور مشکلات ان کے دامنگیر ہوتی ہیں۔ اگر آج

خدا کے تمام پیغمبر ایک شہر میں جمع ہو جائیں تو ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ان کا مقصد وہدف ایک ہی ہے۔ ان کے قلوب ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ اور محبت دنیا سے پاک وصاف رہے ہیں۔

(جہاد اکبر، ص ۴۰)

قلب کی سیاہی، وصال خدا کے مانع بنتی ہے

خدا تک رسائی کیلئے استعداد ولیاقت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کام کیلئے تیاری اشد ضروری ہے اور اپنے گناہوں سے آلودہ سیاہ قلوب کے ساتھ جو ظلمانی حجابوں میں لپٹے ہوئے ہیں، ان روحانی حقائق اور امور کا ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک یہ پردے سامنے سے نہ ہٹیں اور دل پر پڑے ہوئے خدا تک پہنچنے کی راہ میں حائل، یہ ظلمانی حجاب دور نہ ہوں تو اس وقت تک خداوند عالم کی نورانی اور عظیم محفل میں داخل نہیں ہوا جاسکتا ہے۔

(جہاد اکبر، ص ۴۶)

جان کنی کے وقت انسان کی حالت

اگر انسان دنیا پرستی اور خواہشات نفسانی کے مرض میں مبتلا ہو جائے، اور محبت دنیا اس کے پورے قلب پر چھا جائے تو وہ دنیا کے علاوہ دیگر چیزوں اور مافیہا سے بیزار ہو جائے گا، وہ خدا، بندگان خدا، پیغمبروں، اولیا اور اس کے فرشتوں سے دشمنی کرنے لگے گا اور ان سب کی نسبت کینہ وحسد اس کے دل کو پر کردے گا۔ جب خدا کے حکم سے فرشتے اس کی روح قبض کرنے آئیں گے تو وہ سب سے نفرت وبیزاری کرنے لگے گا۔ اس لیے کہ جب وہ یہ دیکھے گا کہ خدا اور اس کے فرشتے اسے اس کی محبوب ترین چیز ''دنیا ومافیہا'' سے الگ کر رہے ہیں تو ممکن ہے کہ وہ خداوند عالم سے دشمنی کی حالت میں اس دنیا سے جائے۔ شہر قزوین کے ایک بہت بڑے عالم نے نقل کیا ہے کہ میں ایک شخص کی جان کنی کے عالم میں اس کے سرہانے موجود تھا۔ اس نے زندگی کے آخری لمحات میں اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا کہ خدا نے مجھ پر جو ظلم کیا ہے وہ کسی اور نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ میں نے کس طرح خون جگر پی کر ان بچوں کی پرورش کی اور انہیں بڑا کیا اور اب خدا مجھے ان سے الگ کر رہا ہے! کیا اس سے بڑا بھی کوئی ظلم ہوگا؟! اگر انسان اپنی تہذیب نفس نہ کرے، دنیا سے اپنا دل نہ ہٹائے اور اس کی محبت کو اپنے دل سے باہر نہ نکالے تو اس کے بارے میں یہ خوف لاحق

ہے کہ وہ موت کے وقت خدا اور اولیائے الٰہی کیلئے بغض و کینے سے بھرے دل کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگا۔ انسان کو اس قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آیا ایسا بے لگام اور سرکش انسان اشرف مخلوقات ہے یا شر مخلوقات؟! (جہاد اکبر، ص ۵۳)

مادی انسان کی سوچ

وہ لوگ جو اسلام قبول نہیں کرتے ہیں اور جن کی تمام توجہ صرف اسی عالم مادہ تک ہی محدود ہے، وہ لوگ صرف اس بات کے پیچھے ہیں کہ انہیں ایک گاڑی مل جائے۔ یہ گاڑی انہیں شیطان دے دے یا خدا، انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، اسے تو گاڑی چاہیے، وہ تو باغات کا طالب ہے اور وہ آسائش والی زندگی چاہتا ہے۔ یہ آسائش والی زندگی خواہ اسے ایک چور مہیا کردے یا ایک نبی، اسے اس سے کوئی کام نہیں اور نہ ہی اس کے کام میں کوئی خلل پڑے گا۔ اس لیے کہ اسے دینے والے سے کوئی کام نہیں اسے تو عیش و عشرت والی زندگی چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۳۱)

انسانیت سے دوری کی وجہ

اگر ہم راہ مستقیم پر قدم نہ اٹھائیں، اپنی معلومات کو کنٹرول نہ کریں اور نفس کو لگام نہ دیں اور اس راہ مستقیم میں اپنے نفس کی خرابیوں اور برائیوں کا علاج نہ کریں تو ہمارا علم اور معلومات کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائیں، ہم انسانیت سے دور ہی ہوں گے اور اپنی انسانیت کی طرف ہمارا لوٹنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

(صحیفہ امام، ج ۹، ص ۴)

خواہشات نفس اور بے عدالتی

ممکن ہے کوئی اپنی خواہشات نفس کی اتنی پیروی کرے کہ وہ عدل و انصاف کا ہی مخالف ہو جائے اور دنیا میں عدل و انصاف کے قیام کو روک دے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۲۹۶)

حب نفس کی جڑ

اگر انسان کو اس بات کا یقین حاصل ہو جائے کہ تمام تعریفیں اسی ذات واحد کیلئے ہیں تو اس کے دل میں ہرگز شرک نہیں آئے گا اور وہ جس کی بھی تعریف کرے گا گویا اس نے جلوۂ خدا کی تعریف کی ہے۔ اگر وہ حضرت امیر علیہ السلام کی شان میں کوئی قصیدہ لکھے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ یہ قصیدہ دراصل خدا ہی کیلئے ہے۔ اس لیے کہ حضرت امیر المومنین" خدا ہی کا جلوہ ہیں۔ چونکہ وہ خداوند عالم کا بہت عظیم اور بڑا جلوہ ہیں لہذا ان کی مدح وثنا خدا ہی کی مدح وثنا اور اسی کے جلوے کی تعریف ہے۔

اگر انسان کو حقیقتاً اس بات کا یقین حاصل ہو جائے کہ تمام تعریفیں خدا ہی سے مخصوص ہیں تو وہ اپنی ذات کی تعریف کیلئے کبھی کوشش نہیں کرے گا۔ یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اس قدر ﴿لِمَنِ الْمُلْکُ﴾ کی صدا بلند کرتا اور اتنا مغرور ہوتا ہے، یہ صرف اسی لیے ہے کہ وہ خود کو نہیں پہچانتا ہے ﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ﴾ ''جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا''۔ وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اگر وہ یہ بات سمجھ لے اور اسے یقین آ جائے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ اسی ذات کا جلوہ ہے۔ اگر وہ اپنے ہیچ ہونے کا یقین کر لے تو وہ ﴿عَرَفَ رَبَّهُ﴾ اپنے پروردگار کو پہچان لے گا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم نہ خود اپنی پہچان ومعرفت رکھتے ہیں اور نہ اپنے خدا کو پہچانتے ہیں، ہمیں نہ اپنے اوپر ایمان ہے اور نہ اپنے خدا پر، نہ ہمیں اس بات کا ابھی تک یقین آیا ہے کہ ہم کچھ نہیں ہیں اور نہ ہمیں اس بات کا یقین حاصل ہوا ہے کہ تمام چیزیں اسی ذات واحد کی طرف سے ہیں۔ جب تک انسان کو یہ یقین حاصل نہ ہو وہ خدا پر کتنی ہی دلیلیں کیوں نہ لے آئے، ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ صرف اس کی نفسانیت اور انانیت ہی ہے جو ان تمام امور میں کارفرما ہے، میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟ ریاست وحکومت وغیرہ کے یہ کھوکھلے دعوے صرف انانیت ہی کی وجہ سے ہیں۔ جب انانیت حاکم ہوتی ہے تو انسان صرف اپنے آپ کو اور اپنے فوائد کو ہی دیکھتا اور مدنظر رکھتا ہے۔ (تفسیر سورہ حمد، ص۱۱۰)

تمام خطاؤں کی جڑ

انسان پر نازل ہونے والے تمام بلائیں اس کی حب نفس اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے اور پسند کرنے کی وجہ سے ہیں۔ لیکن اگر وہ حقیقت مطلب کا اپنے وجدان سے ادراک کرے تو وہ جان لے گا کہ اس کا نفس

کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ اسے پسند کرے، وہ اس کا اپنا نہیں ہے اور اس سے محبت دراصل دوسرے سے محبت کرنا ہے۔ غلطی سے اس کا نام نفس سے محبت رکھ دیا گیا ہے اور یہی غلطی انسان کو خراب کرتی ہے۔ ہماری تمام بدبختی اور مشکلات اسی حب جاہ اور حب نفس ہی کی وجہ سے ہے۔ یہی حب جاہ ہے کہ جو انسان کو ہلاک کرتی ہے اور اسے جہنم میں لے جاتی ہے۔ تمام خطاؤں کی جڑ یہی ہے ﴿رَاسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ﴾ تمام خطاؤں اور غلطیوں کی جڑ یہی حب جاہ اور حب نفس ہے اور انسان کی تمام خطائیں اور لغزشیں اسی سے جنم لیتی ہیں۔ انسان چونکہ صرف اپنے آپ کو ہی دیکھتا ہے اور وہ خود پسند ہے لہذا تمام چیزوں کو اپنے لیے ہی چاہتا ہے اور جو کوئی بھی حتی اس کا خیال بھی اس راہ میں مانع بنتا ہے تو اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔ چونکہ وہ ہر چیز کو اپنے لیے چاہتا ہے لہذا دوسروں کی حدود اور حقوق کا خیال بھی نہیں رکھتا ہے، لہذا اسی لیے وہ مشکلات میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سورہ حمد، ص ۱۱۱)

شیطان کے حیلے

اگر انسان نے اپنی تربیت کی ہوتی تو اگر پوری قوم بھی اس پر تنقید کرتی تو اسے ہرگز برا محسوس نہ ہوتا۔ آپ دو انسانوں کی آپس میں تنقید کو فرض کریں کہ ایک آپ ہوں اور دوسرا کوئی اور ہو اور آپ دونوں میں ایک صفت برابر پائی جاتی ہو۔ اگر آپ کا کوئی دوست اس دوسرے شخص کی اس میں موجود صفت کی وجہ سے تکذیب کرے تو آپ خوش ہوں گے، اس لیے کہ وہ دوسرا شخص آپ کے مقابلے میں ہے۔ چنانچہ اس جہت سے کہ جو صفت آپ میں ہے وہ اس میں بھی موجود ہے اور اس پر کی جانے والی تنقید اور اعتراض سے آپ خوش ہوں گے اور وہ ناراض۔ جب وہ یہ دیکھے گا کہ اسی صفت پر آپ کی عیب جوئی کی جارہی ہے تو وہ خوش ہوگا اور اسی صفت کی وجہ سے اپنی عیب جوئی سے وہ ناراض ہوگا۔ یہ سب شیطان کے حیلے ہیں اور تمام شیطانوں میں سب سے بڑا شیطان حتی اس مشہور اور معروف شیطان سے بڑا، آدمی کے نفس امارہ کا شیطان ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۹۸)

مایوسی، شیطانی لشکر کا حربہ

مایوسی اور نا امیدی دراصل شیطانی لشکر کا ایک حربہ ہے، یعنی یہ شیطان ہیں کہ جو انسان کو نا امیدی کی

چاروں طرف سے بند وادی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ پوری تاریخ میں یہ ابلیس ہی تھے کہ جنہوں نے کمزور قوموں کو مایوس کیا ہے اور پست حوصلہ عوام کے ذہن وقلب میں یہ بات بیٹھادی ہے کہ ہم نہ کچھ جانتے ہیں اور نہ ہی ہم کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ شیطان ہی تھے کہ جنہوں نے کمزور اور پست ہمت اقوام کو بیگانوں اور اغیار پر تکیہ کرنے کے بہانے یہ کہنے پر اکسا تا ہے کہ ہمیں اہل مغرب کے طرز تفکر پر سوچنا، ان کے نقش قدم پر چلنا اور انہیں اپنا آئیڈیل بنانا چاہیے، ہماری فوجی تربیت کیلئے ماہرین بھی مغرب سے ہی آئیں اور ہمارے کارخانوں کو مغرب کے تعلیم یافتہ اور ماہر افراد ہی چلائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۳۶)

دنیا پرستی اور مقام پرستی کا رابطہ

مقام ومنصب اور ریاست طلبی کا مسئلہ جو بھی ہو، جب ایک انسان کی نگاہیں دنیا کی مانند محدود ہوں تو یہ مقام ومنصب انسان کو مدہوش کر دیتے ہیں اور انسان ان بے حیثیت اور بے قدر و قیمت مقام ومنصب کو حقیقی مقام خیال کرنے لگتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۷۰)

قلبی فکر وخیالات کا تصفیہ

اگر آپ نے اپنے نفس میں اس بات کا مشاہدہ کیا کہ آپ اپنے مقام ومنصب اور اختیارات سے غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس بات کو خدا کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا ہے اور آپ بھی محدود پیمانے پر اس سے باخبر ہیں کہ یہ مقام وعہدہ جو خدا نے آپ کو دیا ہے اور لوگوں کے قلوب کو آپ کی طرف متوجہ کیا ہے اور لوگوں نے آپ کو ووٹ دے کر انتخاب کیا ہے، آپ کا مقام وکرسی آپ پر حاوی ہے اور آپ اس سے غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں گویا کہ آپ کا عہدہ آپ پر سوار ہے اور آپ کو اس کی سواری ہی تو چاہیے۔ اس وقت آپ گوشہ تنہائی ہی جا کر سوچیں اور اپنا علاج کریں اور اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھوں دنیا وآخرت میں تباہ وبرباد نہ کریں۔

خداوند عالم ہر جگہ، حاضر وناظر ہے۔ یہ تمام عالم خدا کے سامنے حاضر ہے اور اس کی بارگاہ ہے۔ ہمارے دل میں آنے والے تمام فکر وخیالات ہماری زندگی کے تمام لمحات، غرض یہ کہ ہمارے باطن اور ذہن

وقلب میں وجود میں آنے والی تمام چیزیں خدا کے سامنے حاضر ہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ خدا کی بارگاہ کی طرف لوٹ جائیں، کیونکہ ہمیں روز قیامت اس کی بارگاہ میں اپنے تمام فکر وخیالات، لمحات اور ذہن وقلب میں خطور کرنے والی تمام چیزوں کا حساب دینا ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۷۱)

مقام ومنصب کی طرف توجہ، نفس کی کمزوری کی علامت ہے

ہمیں اس بات کی قطعاً کوئی فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اب میں چونکہ صدر مملکت بن گیا ہوں لہٰذا اب ایسا یا ویسا ہونا چاہیے اور میری مقام ومنزلت ایسی ہو؟ ہرگز نہیں! یہ سب انسان کے نفس کے کمزور ہونے کی علامت ہے۔ یہ انسان کی تنگ نظری اور دل کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ہے۔ یہ مقام ومنصب اور کرسی اور عہدے سب اعتباری اور وقتی چیزیں ہیں کہ جو آج ہیں اور کل نہیں ہیں، کل اسی صدر مملکت سے اس کا عہدہ لے لیا جائے گا اور یہ اپنے دوسرے کاموں کے پیچھے چل پڑے گا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۷۲)

شیطان اور گناہ کی آلودگی

تمام انحرافی مسائل کی بنیاد انسان کا تہذیب نفس نہ کرنا اور اپنے نفس کو گناہ ومعصیت کی آلودگی میں ملوث کرنا ہے۔ ﴿دَسّٰھا﴾[۱] "نفس کو گناہ سے آلودہ کردیا" ایک شیطانی کام ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۵۰۶)

ہمارا مقصد اسلام کا نفاذ ہے

ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو نافذ کیا جائے، مقصد یہ نہیں ہے کہ میں اسے نافذ کروں۔ انسان اپنی باطنی شیطنت اور مختلف چیزوں میں گرفتار ہے، اس کا دل یہی چاہتا ہے کہ وہ تمام کاموں کا حکم دے اور سارے کام اس کے دستخط سے انجام پائیں۔ اگر کوئی کام کسی دوسرے کے ہاتھ سے بہتر طریقہ سے انجام پائے تو یہ ناراض ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کام میرے ذریعے ہوتو ہونا زیادہ بہتر ہے اور انہی چیزوں کو

۱۔ سورہ والشمس کی آیت ۱۰ کی طرف اشارہ ہے۔

انسان کی باطنی شیطنت کہتے ہیں۔انسان اپنے ان کاموں کو تقدس کا جامہ پہنادیتا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ثواب میں حاصل کروں۔اگر یہ شخص اسی ثواب کے بارے میں فکر کرے کہ اسے اس سے زیادہ ثواب دیا جائے گا اس صورت میں کہ تم اس شخص کی مدد کرو کہ جس کے ہاتھ میں اس ثواب والے کام کا اختیار ہے اور وہ تم سے بہتر طریقہ سے اس ثواب کے کام کو انجام دے سکتا ہے،تو یہ شخص ہرگز اس کام پر راضی نہیں ہوگا۔حقیقت یہ نہیں ہے کہ میں ثواب کا کام کرنا چاہتا ہوں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں دنیا کا طلبگار ہوں۔مختلف افراد کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات کی وجہ تلاش کی جائے اور وہ اپنی ذات اور باطن کے اندر جستجو کریں تو وہ دیکھیں گے کہ مسئلہ، اسلام و مسلمانوں کی مصلحت اور بہتری کا ہے یا اپنی ذات کا؟ نفسانی خواہشات اسے اس کام کو انجام دینے کیلئے کہہ رہی ہیں یا خدا اس کام کا محرک ہے۔اگر کوئی کسی ایک کام کو مجھ سے بہتر انداز سے انجام دے سکتا ہے تو آیا میں اس کے اس کام کو سنبھالنے اور انجام دینے پر خوش ہوں یا ناراض؟!اگر ایک وزیر دوسرے وزیر سے زیادہ بہتر انداز میں کسی کام کو انجام دے سکتا ہو اور اس کام میں اس کی مدد بھی کرنے پر قادر ہو تو کیا اس کا نفس اسے اس بات کی اجازت دے گا؟!اگر اس کا یہ فعل واقعاً خدا کیلئے ہے تو اس کے نفس کو ہر صورت میں اسے اجازت دینی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۵۲۹)

گناہ کو چھوٹا خیال کرنا، شیطان کا حربہ ہے

تم انسانیت و معنویت کے اس عظیم دشمن سے ہرگز غافل نہ ہونا۔جب کبھی اپنے دوستوں کی محفل انس میں ہو تو اپنے اس چھوٹے سے عضو (زبان) کے بڑے بڑے گناہوں کو جہاں تک ہو سکے شمار کرو اور دیکھو کہ (یہ عضو) تمہاری عمر کے ایک گھنٹے میں کہ جسے خداوند عالم کی رضا و خوشنودی کے حصول کیلئے خرچ ہونا چاہیے تھا کتنی زیادہ مشکلات اور مصیبتیں لاتا ہے کہ جن میں سے ایک تمہارا اپنے دینی بھائی بہنوں کی غیبت کرنا ہے۔تم کو چاہیے کہ دیکھو کہ کن لوگوں کی بے آبروئی کر رہے ہو اور مسلمانوں کے پوشیدہ رازوں کو افشا کرنے پر تلے ہوئے ہو، ان کی حیثیت و آبرو کو خدشہ دار اور معاشرے میں ان کی شخصیت کو پائمال کر رہے ہو؟اب اس شیطانی نشست کا موازنہ کرو اور ملاحظہ کرو کہ تم نے اپنے موجودہ ایک سال میں کیا افعال انجام دیے ہیں تو آئندہ پچاس سالوں میں کیا گل کھلاؤ گے اور اپنے لیے کن بدبختیوں اور مشکلات کو کھڑا

کروگے۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ تم اپنے ان گناہوں کو بہت چھوٹا خیال کرتے ہو اور اپنے گناہوں کو چھوٹا خیال کرنا دراصل خود ایک قسم کا شیطانی حیلہ اور بہانہ ہے کہ خداوند عالم اپنے لطف وعنایت سے ہم سب کو اس مصیبت سے محفوظ رکھے۔ (رہ عشق، ص ۳۸)

آفات زبان کی روک تھام

میں تم[1] اور احمد[2] سے جو محبت رکھتا ہوں اس کی بنا پر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ شیطان کی لائی ہوئی آفتوں، خصوصاً اپنی زبان کی بہت زیادہ آفتوں سے بچو اور ان سے بچاؤ کیلئے کمر ہمت باندھ لو۔ البتہ آغاز میں یہ کام قدرے مشکل ہے لیکن تمہارے عزم وارادے اور اس کے نتائج کے بارے میں تفکر سے یہ کام آسان ہو جائے گا۔ (رہ عشق، ص ۳۹)

حق تعالی کو چھوڑنے میں دنیا وآخرت کی ذلت

خداوند عالم کو فراموش کرنا دراصل اپنے نفسوں کی فراموشی کا موجب بنتا ہے۔ خواہ خداوند عالم اور حق بات سے دوری فراموشی کی بنا پر ہو یا اسے ترک کرنے کی وجہ سے ہو، ہر دو صورتوں میں کمر توڑ نتیجے کا باعث بنتا ہے۔ خداوند عالم کو فراموش کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خود کو فراموش کر دیتا ہے یا تم یہ کہو کہ خداوند عالم اسے اپنے نفس سے فراموشی کی حالت کو اس پر طاری کر دیتا ہے اور تمام سابق مراحل میں یہ بات صادق آتی ہے۔ جبکہ مرحلہ عمل میں اگر کوئی خدا اور اس کے حضور کو فراموش کرے تو وہ اپنی ذات کی فراموشی میں مبتلا ہو جاتا ہے یا فراموشی اس پر طاری ہو جاتی ہے، اس صورت میں وہ اپنی بندگی کو فراموش کر دیتا ہے اور اپنے مقام عبودیت کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔ چنانچہ جو یہ نہ جانے کہ وہ کون ہے، اسے کیا کرنا ہے، اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور اس کی عاقبت کیسی ہوگی؟ تو شیطان اس میں داخل ہو کر اس کے باطن میں بیٹھ جاتا ہے اور شیطان ہی عصیان وطغیان کا عامل ہے۔ اگر انسان اپنی ذات کی طرف متوجہ نہ ہو، خدا کی یاد کی طرف نہ لوٹے اور اسی طغیان، سرکشی اور گناہ کی حالت میں اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جائے تو وہ بارگاہ الٰہی

۱۔ امام خمینیؒ کی بہو، حجت الاسلام سید احمد خمینیؒ کی زوجہ۔

۲۔ امام خمینیؒ کی فرزند، حجت الاسلام سید احمد خمینیؒ۔

سے راندہ شدہ شیطان کی صورت اختیار کر لے گا۔ خداوند عالم سے دوری کا دوسرا معنی کہ جو ترک کا معنی ہے، بہت زیادہ دردناک ہے۔ اس لیے کہ خداوند عالم کی اطاعت کا ترک کرنا اور خدا کو چھوڑنا اس بات کا موجب بنے گا کہ خدا اسے ترک کر دے گا، اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا اور اپنے لطف و کرم کو اس سے روک دے گا اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا اور حق بات کی فراموشی اور اسے ترک کرنا، دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی پر ختم ہوتا ہے۔

(نقطہ عطف، ص ۳۹)

جوانی میں گمراہی کے اولین قدم کو روک دو

تم[1] جوان ہو اور خدا کی عطا کردہ قدرت جوانی میں پہلے پہل اٹھنے والے انحرافی قدموں کو روک سکتے ہو اور اپنے آپ کو دوسرے انحرافی قدم اٹھانے کی اجازت نہ دو۔ اس لیے کہ انحرافی راہ میں اٹھنے والے ہر قدم کے پیچھے سینکڑوں قدم اٹھتے ہیں اور ہر چھوٹا گناہ انسان کو گناہانِ کبیرہ کی طرف اس طرح کھینچ کر لے جاتا ہے کہ بڑے بڑے گناہ بھی انسان کو چھوٹے اور بے حیثیت نظر آنے لگتے ہیں، بلکہ نوبت یہاں تک آتی ہے کہ بعض افراد بعض گناہانِ کبیرہ کے ارتکاب پر آپس میں فخر و مباہات کرنے لگتے ہیں اور یوں دنیا کی ظلمت و تاریکی کی شدت اور حجابوں کی وجہ سے اچھائی برائی اور برائی اچھائی بن جاتی ہے۔

(نقطہ عطف، ص ۴۲)

۱۔ امام خمینیؒ کے فرزند، حجت الاسلام سید احمد خمینیؒ۔

ثقافت ومکتب

سامراجی ثقافت تمام بیماریوں کی جڑ ہے

یہ بات پورے وثوق واطمینان سے کہی جاسکتی ہے کہ جو چیز ام الامراض اور تمام بیماریوں کی جڑ ہے وہ روز بروز رواج پانے والی اجنبی اور سامراجی اور استعماری ثقافت ہے کہ جس نے ماضی میں ایک لمبی مدت تک اپنے مسموم افکار سے ہمارے جوانوں کی پرورش کی تھی اور سامراج کے داخلی نوکروں نے بھی اس کے ہاتھ مضبوط کیے تھے۔ یہ بات جان لینی چاہیے کہ ایک بیکار اور فاسد استعماری ثقافت سے صرف استعمارزدہ افراد ہی پرورش پاسکتے ہیں۔ آپ کو موجودہ ثقافتی کے بارے میں تحقیق کرنی چاہیے اور اسے دوسری اقوام تک پہنچانا چاہیے۔ آپ کی سعی یہ ہونی چاہیے کہ خداوند عالم کی مدد سے ایسی ثقافت کو پیچھے دھکیل کر اس کی جگہ اسلامی ثقافت کو لے آئیں تاکہ آپ کی آنے والی نسلیں انسانی تعمیر وتربیت اور عدل وانصاف کے زیر سایہ تربیت پائیں۔ (صحیفہ نور، ج ا ص ۱۶۱)

ثقافت تمام خوش بختیوں اور بدبختیوں کا نقطہ آغاز ہے

کسی بھی قوم کی ثقافت اس کی تمام خوش بختیوں اور بدبختیوں کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم کی ثقافت ہی خراب ہوجائے تو اس کے زیر سایہ تربیت پانے والے نوجوان آنے والے زمانے میں فتنہ وفساد برپا کریں گے۔ ایک استعماری ثقافت صرف استعماری فکروسوچ کے جوان ہی ملک کے حوالے کرتی ہے۔ وہ ثقافت جو بیگانے افراد اور اغیار کے منصوبہ کے مطابق بنائی جائے اور غیر ملکی ماہرین کی منصوبہ بندی کے ذریعہ سے تیار شدہ ثقافت ہمارے معاشرے میں رائج کی جائے تو ایسی ثقافت، استعماری اور دوسری اقوام کا

خون چوسنے والی ثقافت ہی ہوگی۔ یہ ثقافت تمام چیزوں حتی ان ظالموں کے اسلحے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ ان ظالم طاقتوں کے اسلحے کچھ عرصے بعد زنگ لگ کر بیکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ انہیں آج زنگ، لگ چکا ہے لیکن جب وہ اپنی زنگ خوردہ اور فاسد ثقافت ہمارے حوالے کرتے ہیں کہ جس کے نتیجے میں ہماری ثقافت خراب ہو جاتی ہے تو ہمارے وہ جوان جو آنے والے وقتوں میں ہمارے مستقبل کی بنیاد ہیں، ہمارے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، وہ دوسروں کے ٹکڑوں، ثقافت اور ٹیکنالوجی پر پلنے لگتے ہیں اور اسی طرز کی تربیت پاتے ہیں اور مغرب زدہ بن جاتے ہیں۔

وہ لوگ اسکول کے پہلے ہی دن اور ابتدائی کلاسوں سے ان نوجوانوں کے ذہنوں میں مسلسل یہ بات ڈالنے لگتے ہیں کہ جب وہ بڑے ہوں اور سن بلوغ میں قدم رکھیں تو کاملاً ہماری ثقافت کے حامل ہوں۔ لیکن اگر ثقافت، صحیح ثقافت ہو تو ہمارے نوجوان صحیح تربیت پائیں گے۔ اگر کوئی ثقافت حق کے معیار پر پوری اترنے والی اور خدائی ثقافت ہو اور اپنی قوم اور مسلمانوں کی منفعت کیلئے کام کرنے والی ثقافت ہو تو ملک پر حاکم ایسے برے افراد جو آپ دیکھ رہے ہیں، پرورش نہیں پائیں گے۔ ہماری ثقافت ایک استعماری ثقافت ہے اور ہماری اس ثقافت کے زمامدار نیک اور صالح افراد نہیں ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۳، ص ۳۰۶)

اپنی ثقافت کے مطابق تعمیر کی جائے

ہماری ثقافت ایک استعماری ثقافت ہے۔ ثقافت ہماری اپنی ہونی چاہیے۔ یہ غیر ملکی ثقافتیں ایسی ثقافتیں ہیں جو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتی ہیں کہ ہمارے بچے اسلامی ثقافت کے زیر سایہ پروان چڑھیں۔ کسی کو گلے کی گلٹی کا آپریشن کرانا ہوتا ہے تو اس کام کیلئے یورپ سے ماہرین جراحی بلائے جاتے ہیں اور وہ گلے کا آپریشن کرتے ہیں۔ بہت خوب جناب! آپ تو یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے ملک کو ترقی کی اوج تک پہنچا دیا ہے تو پھر آپ گلے کی گلٹی کے آپریشن کیلئے دوسرے ممالک جاتے ہیں یا دوسرے ملک کے ماہرین آپریشن کیلئے کیوں بلائے جاتے ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے!

(صحیفہ امام، ج ۳، ص ۵۰۶)

صحیح ثقافت اور صحیح تربیت

دشمن نے ہماری ثقافت اور تہذیب وتمدن کا بغور مطالعہ کیا ہے کہ اگر ان کی ثقافت بیگانوں کی قید و بند سے آزاد اور ایک خودمختار ثقافت ہوگی تو ان کے درمیان سے مختلف استقلال طلب سیاسی اور امانتدار گروہ پیدا ہوں گے جو ان کیلئے بہت نقصان دہ ثابت ہوں گے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ایک طرف اسلام اور علما کو اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے تو دوسری جانب انہیں اس بات کا بھی احتمال تھا کہ ان کی ثقافت اگر ایک استقلال طلب ثقافت ہو تو ان کے درمیان ایسے جوان اور افراد تربیت پائیں گے کہ ملکی مستقبل کے فیصلے لامحالہ انہی کے ہاتھوں انجام پائیں گے۔ لیکن ان سب موانع اور احتمالات کے باوجود وہ یہی کوشش کرتے ہیں کہ یہ جوان اپنے آرزوؤں تک نہ پہنچ سکیں۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۱۶)

ثقافت اور تمدن کا باہمی رابطہ

ہر قوم کی ثقافت اس کی تہذیب وتمدن پر مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ ثقافت کو تمدن سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری ثقافت دوسروں سے وابستہ، غیر ترقی یافتہ اور انحطاط پذیر ہے کہ جو ہمارے نوجوانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ وہ کسی مقام اور حد سے آگے قدم بڑھائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۲۶۹)

استقلال طلب جوانوں کی تربیت اور ثقافت

ہماری اس ثقافت کو تبدیل ہونا چاہیے[1] اور ایک استعماری ثقافت کو ایک خودمختار اور مستقل ثقافت میں تبدیل ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس کام کیلئے صحیح اور اچھے معلموں اور استادوں کا انتخاب کرنا ضروری ہے تاکہ وہ ہمارے نوجوانوں کو اغیار اور بیگانوں کے بھروسے پر زندگی گزارنے کے بجائے ان کی صحیح تربیت کریں۔ جیسا کہ ابھی تک یہی ہوا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو مغرب زدہ کیا گیا ہے لیکن اب آپ کو زندگی کے ہر شعبے

۱۔ امام خمینیؒ کا یہ خطاب، اسلامی انقلاب کے اوائل میں ایران میں رائج شاہ کی موجودہ ثقافت کے بارے میں ہے۔ (مترجم)

میں خود مختار ہونا چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۶، ص ۳۹۶)

ثقافت، قوم کی بنیاد ہے

ثقافت کسی قوم وملت کی بنیاد ہے، اس ملت کی ملیت اور اس کے ایک قوم ہونے کی علامت ہے اور کسی ملت کے استقلال کی مضبوط بنیادوں کی نشانی ہے۔ لہذا دشمن نے کوشش کی ہے کہ ہماری ثقافت کو استعماری بنادے اور ان کی جدوجہد صرف اس بات کیلئے تھی کہ ہمارے ملک میں صحیح معنی میں کوئی انسان پیدا نہ ہو۔ یہ لوگ ایک صحیح انسان سے ڈرتے ہیں۔ ان گزشتہ سالوں میں خصوصا گزشتہ پچاس سالوں میں ان کی یہی کوشش رہی ہے کہ بابصیرت افراد ایران میں پیدا نہ ہوں۔ انہوں نے علم ودانش اور تحصیل علم کے مراحل کو اس طرح ترتیب دیا تھا کہ کوئی بھی علمی رشد اور انسانی درجات تک نہ پہنچے۔ ہم کو اتنا خوفزدہ کیا تھا اور اپنے پروپیگنڈے سے ہمیں اتنا ڈرایا تھا کہ ہم اپنے آپ سے بھی خوف کھانے لگے تھے اور اپنی ذات پر بھی اعتماد کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو ہم اسے یہی کہتے تھے کہ اپنے معالجہ کیلئے باہر چلے جاؤ جبکہ ملک میں ہمارے پاس ڈاکٹر موجود تھے۔ یہ تھا ان کا ہمارے ساتھ سلوک کہ ہمیں بے انتہا ڈرایا گیا تھا اور ہماری قابلیت وصلاحیت ختم کر کے ہمیں اندر سے خالی کر دیا گیا تھا۔ اگر ہم سڑک بنانا چاہتے تو یہی کہتے کہ اس کا ماہر باہر ملک سے آنا چاہیے۔ جبکہ ہمارے ملک میں ماہروں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ انہوں نے ہمیں یہ باور کرادیا تھا کہ ہماری فوج کو بہتر انداز میں چلانے کیلئے باہر کے ماہرین کی ضرورت ہے اور ہمارے تیل کے ذخائر کو صحیح انداز سے آئندہ سالوں تک چلانے کیلئے ضروری ہے کہ غیر ملکی ماہرین اس کا نظام سنبھالیں جبکہ سب کچھ ہمارے پاس موجود تھا۔ یہ صرف اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے ہمیں اپنے آپ سے بیگانہ اور ہمیں اپنی قابلیت وصلاحیت سے ناآشنا کر دیا تھا، انہوں نے ہمارے ذہنی غسل (برین واشنگ) کے ذریعہ ہم سے خوداعتمادی چھین لی تھی۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۷)

بے نیاز ترین ثقافت

ہرصورت میں ہم سب مسلمانوں خصوصا عالم، دانشمند اور مفکر طبقے، مسلمان مصنفین اور مقررین کا

فریضہ ہے کہ وہ ان تمام مسلمان ممالک کو ہوشیار اور آگاہ کریں کہ ہمارے پاس اپنی بھی ایک ثقافت ہے جو بے نیاز ترین ثقافت ہے۔ اسلامی ثقافت، ایسی ثقافت ہے کہ جو باہر ممالک میں صادر کی گئی ہے اور انہوں نے ہم سے ہی لی ہے۔ ایران اور دیگر اسلامی ممالک میں تحریر شدہ بہت سی کتابوں کو انہوں نے ہم سے لے کر ان سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کیا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں موجود ہم مسلمانوں کی یہ ثقافت سب سے زیادہ بے نیاز ثقافت تھی اور آج بھی ہے لیکن افسوس یہی ہے کہ مسلمانوں نے اپنی ثقافت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۳۱۹)

تعمیر انسانیت کا کارخانہ

ثقافت دراصل انسانی تعمیر اور پرورش کا کارخانہ ہے چنانچہ انبیا بھی انسان کو انسان بنانے کیلئے آئے تھے۔ تعلیم، انبیاء کے کاموں میں سرفہرست تھی، اسی کام کیلئے خداوند عالم نے انہیں مامور کیا تھا۔ خدا کی طرف سے ان کو یہی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ دنیا میں آئیں اور انسان کی تربیت کریں۔ چنانچہ وہ لوگ جو انبیاء اور ان کی تعلیمات سے زیادہ نزدیک ہیں وہی مقام انسانیت کے زیادہ قریب ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۲۷)

ثقافت کے ذریعہ مشکلات کا حل

ایک صحیح اور کامل ثقافت مشکلات کو حل کرسکتی ہے۔ اگر ایک ثقافت ایسی ثقافت بن جائے کہ جو کامل، صحیح، ذمہ دار، غیب پر ایمان رکھنے والے اور خدا کے سامنے جوابدہ باایمان انسانوں کی تربیت کرسکے تو وہ ایک ملک کی بھی حفاظت کرسکتی ہے۔ یہی ثقافت ہے کہ جو ملک سے ہونے والی خیانت کے نتیجے میں دشمن سے ملنے والی تمام چیزوں کو ٹھوکر مارسکتی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۳۲)

ثقافتی انقلاب کی ضرورت

سب سے بڑا انقلاب ثقافت میں آنا چاہیے اس لیے کہ ثقافت سب سے بڑا وہ قومی ادارہ ہے جو یا کسی قوم وملت کو تباہ وبرباد کرسکتا ہے یا اسے عظمت وقدرت کی بلندی تک پہنچا سکتا ہے۔ ثقافتی پروگراموں میں

تبدیلی کی اشد ضرورت ہے اور ثقافت کو ہر حال میں تبدیل ہونا چاہیے۔ کسی بھی ثقافت کا انتظام سنبھالنا دوسرے تمام اداروں کے انتظام سے یکسر مختلف ہے اور اس کا معاملہ دوسرے تمام معاملات سے مختلف ہے۔ اس بنا پر مشکلات زیادہ ہیں لیکن اس کے باوجود میں اس بات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ معاشرے کے غریب اور پست طبقے کیلئے ہر قسم کی خدمت کرنے کیلئے تیار ہیں اور آپ کا یہ کام خدا اور اس کی مخلوق کے نزدیک بہت اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن آپ کا اساسی اور بنیادی کام ثقافت سے مربوط ہے۔ آپ کا لوگوں کی خدمت کرنا ایک مادی کام ہے اور ان کے فقر سے متعلق ہے لیکن آپ کا یہی دوسروں کی مدد کرنا بہت قدر و قیمت رکھتا ہے اور اس کی اخلاقی اور معنوی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ لیکن آپ کا سب سے اہم معنوی کام یہ ہے کہ آپ ثقافت کی اصلاح کیجئے اور اسے ایسا بنائیے کہ یہ آپ کی قوم و ملت کیلئے مفید ثابت ہو اور یہ کام ایمان کی طاقت کے علاوہ کسی اور طریقے سے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۷۳)

خدمت گزار ثقافت و تربیت

ایک قوم کی تربیت کے صحیح ہونے کا تعلق اس کی ثقافت کے صحیح ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ اس بات کی کوشش کریں کہ آپ کی ثقافت ایک خود مختار، دوسروں کی مداخلت سے پاک، اسلامی ثقافت ہو۔ کل کو اس ثقافت کے زیر سایہ تربیت پانے والے جوان ہی ملک کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں لیں گے۔ اگر ان سب کی صحیح تربیت و پرورش ہو جائے تو یہ سب لوگوں کے خدمت گزار، بیت المال کے امین اور اسلام کی رہبری کے سائے تلے، قدم اٹھائیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۸۸)

امانتدار انسان، تربیت کرنا

اگر ہم اپنی ثقافت کو ایک اسلامی ثقافت میں تبدیل کرنے اور اپنے اسکولوں اور مدارس کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس وقت جو افراد ان اسکولوں، مدارس اور ثقافت میں تربیت پائیں گے وہ صحیح معنی میں انسان ہوں گے۔ وہ امانتدار اور رحیم ہوں گے اور ایسے ماحول میں انسانوں کا اچھے

(دینی)، بہن بھائیوں سے رفتار وسلوک رحم دلی اور ہمدردی کی بنیاد پر ہوگا۔

(صحیفہ امام، ج۸، ص۱۰۸)

مغرب میں تعمیر انسانیت نہیں

مغرب انسان کی تربیت نہیں کرتا ہے۔ یہ صرف الٰہی مکتب ہیں جو انسان کی صحیح تربیت کرتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج۸، ص۹۶)

واحد انسان ساز مکتب

وہ الٰہی مکاتب فکر کہ جو صحیح معنوں میں انسان کی تربیت کے خواہاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ سب ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت اور آرام سے زندگی بسر کریں، کے برخلاف اہل مغرب کے یہ مادی مکتب سب صرف اسی ہدف کے پیچھے رواں دواں ہیں کہ کس طرح فلاں جگہ پر قبضہ کریں، کس طرح دوسروں کو اپنا غلام بنائیں اور قتل وغارت کریں۔ (صحیفہ امام، ج۸، ص۱۰۰)

مغرب پرستی کا علاج

سب سے بڑی مصیبت جو ایران اور عالم مشرق کے تقریباً تمام ممالک پر آئی ہے، یہ ہے کہ وہ صرف یہ سوچتے ہیں کہ اہل مغرب کیا کرتے ہیں، ان کی باتیں کیا ہیں اور وہ کیا عمل انجام دیتے ہیں اور یوں مسلمانوں نے اپنے آپ کو، اپنے فکری استقلال اور اپنے مکتب کی گہرائی اور عمق کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ یہ وہ ضرر ونقصان ہے جو تیل کی صنعت کے ضائع ہونے کے نقصان سے زیادہ ہے۔ ان تمام نقصانات کا ازالہ صرف ایک صحیح ثقافت ہی کر سکتی ہے اور ہماری ثقافت کو ایسا ہونا چاہیے کہ چند سالوں بعد انشاء اللہ اس ثقافت سے ایسے افراد تربیت پائیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور قابلیت پر بھروسہ کریں نہ کہ غیر ملکی ماہرین کی راہ تکیں اور نہ ہی دوسروں کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ جو کچھ اہل مغرب نے کیا ہے ہم بھی وہی کچھ کریں۔ ایسے افراد کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملک کو آزاد، خودمختاری اور استقلال کے سائے میں ترقی کرتا ہوا دیکھیں، وہ خود اپنے ملک کی باگ ڈور سنبھالیں اور وہی ہوں جو اپنی

فکری استقلال کے ساتھ اپنے ملک کی مصلحت اور بہتری کو تشخیص دیں اور اسے چلائیں۔

(صحیفہ امام، ج۹، ص ۷۵)

توحیدی مکتب کا امتیاز

عالم میں موجود تمام مکاتب فکر میں سے توحیدی مکتب فکر کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ انسانوں کی تربیت کرتا ہے اور انہیں ظلمات اور تاریکیوں سے نکال کر نور کی جانب ہدایت کرتا ہے۔ تمام غیر توحیدی مکتب، مادی مکتب ہیں اور یہ تمام مکتب انسانوں کو عالم نور سے نکال کر انہیں ظلمت و تاریکی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور انہیں نورانیت سے منحرف کر کے مادیت کی طرف لے جاتے ہیں یا انہیں مادیت ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ انہیں دوسری چیزوں، یعنی لوگوں کو عالم نور کی طرف دعوت دینے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال ہر دو مکتب خواہ وہ توحیدی مکاتب فکر کے مخالف ہوں یا انہیں توحیدی مکاتب فکر سے کوئی کام نہ ہو، توحید کی نسبت بے خیال ہیں، یہ اپنا کام انجام دیتے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت صرف مادیت سے مربوط ہے۔ یہ لوگوں کو فقط مادیت اور ظلمت و تاریکی میں غرق کر کے انہیں توحید اور اس کے نور کی طرف حرکت سے روک دیتے ہیں۔

لیکن تمام توحیدی مکاتب کہ جن میں سرفہرست اسلام ہے، درعین حال مادیت سے بھی سروکار رکھتے ہیں لیکن ان کا اس مادیت سے رابطہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کی اس طرح تربیت کریں کہ یہ مادیت ان کی معنویت کی راہ میں حجاب نہ بنے اور وہ مادیت کو معنویت کیلئے ہی استعمال کریں۔ وہ مادیت اور دنیوی زندگی پر پوری توجہ دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مادیت کی تاریکی سے نجات دے کر انہیں معنویت وروحانیت کی طرف لے جاتے ہیں۔ مادے اور مادیت کی طرف اس طرح توجہ دینا کہ انسان کی تمام توجہ اور اس کا ہم وغم صرف مادیت ہی ہو، ظلمت و تاریکی ہے، بلکہ تاریکیاں ہے اور انسان کو تاریکیوں ہی کی طرف لے جانا ہے۔ یہی مادیت کی طرف انسان کی توجہ اسے ایسی چیزوں کی طرف کھینچتی ہے کہ جسے آپ تمام غیر توحیدی مکاتب فکر میں ملاحظہ کر رہے ہیں، وہ لوگوں کا قتل عام کرتے ہیں، جنگ وجدل کرتے اور لوگوں کا خون بہاتے ہیں۔ کمیونزم دراصل خونریزی اور لوگوں کا ہر طرح سے گلا گھونٹنے والا مکتب ہے کہ جس کے ہر شعبے میں بشریت کا گلا گھونٹا جاتا ہے۔ آپ کمیونزم کے برسراقتدار آنے والے ابتدائی سربراہوں کو دیکھئے کہ

جب انہوں نے پہلے پہل تسلط حاصل کیا تھا تو ہزاروں، بلکہ لاکھوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ مادیت جو امریکہ اور اسی جیسے دوسرے غیر کمیونسٹ ممالک میں موجود ہے، اس میں بھی تمام جنگ وجدل اور نزاع ایسی مادیت ہی کیلئے ہے، انہیں صرف مادیت سے دلچسپی ہے۔ اسی لیے لوگوں کو خاک وخون میں غلطاں کرتے ہیں۔ آج بھی آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ یہی دو مکتب اور گروہ (امریکی بلاک اور کمیونسٹ بلاک) دنیا میں لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ایک گروہ افغانستان میں اور دوسرا گروہ دوسرے ممالک میں سرگرم عمل ہے۔ لیکن توحیدی مکتب ایسے نہیں ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ ممالک پر اپنا جھنڈا گاڑیں اور نہ ہی ان کی یہ روش ہے کہ لوگوں سے سختی سے پیش آئیں۔ یہ مکاتب چاہتے ہیں کہ لوگوں کو مادیت کی تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جائیں، خدا کی طرف دعوت دیں اور انہیں ہر وقت خدا کی یاد کے ساتھ زندگی گزارنے والا بنا دیں۔ لہذا تمام غیر مادی مکاتب فکر میں جہاں تک ہوسکتا ہے لوگوں سے مدارا کرنے، نرم سلوک اختیار کرنے، خوش اخلاقی اور اچھائی کی طرف دعوت دینے کا اصول کارفرما ہے۔ ان توحیدی مکاتب فکر میں جہاں تک ممکن ہوسکتا ہے لوگوں کو دعوت دے کر عالم نور کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور کبھی بھی پہلے مرحلے میں جنگ وجدل سے کام نہیں لیا جاتا۔ مگر جب یہ مکتب اس بات کا احساس کرتے ہیں کہ کوئی سازش ہے تو پھر قرآن واسلام کے دستور کے مطابق نہایت سختی سے اس کے ساتھ نمٹا جاتا ہے جب تک سازش کا انکشاف نہ ہو وہ لوگوں کو آزاد چھوڑتے ہیں کہ جو چاہیں اختیار کریں لیکن سازش کے وقت ان کا سختی سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج۹، ص۴۸۸)

صحیح ثقافت کی منصوبہ بندی

آپ کوئی منصوبہ بندی کیجیے تاکہ انشاء اللہ اس پر عمل کیا جائے اور انشاء اللہ ہم بھی اسے عملی جامہ پہنا سکیں۔ لیکن یہ منصوبہ بندی دراز مدت کیلئے ہو، ایک مختصر سے عرصے میں یہ بڑی تبدیلی ممکن نہیں اور آپ کی دراز مدت کی یہ منصوبہ بندی ایک ثقافت کو تدریجی انقلاب کے ذریعہ صحیح کردے۔ اگر آپ علم کے ذریعہ ثقافت میں انقلاب کے خواہاں ہیں تو اسے بہترین اور صحیح علم ہونا چاہیے۔ نہ یہ کہ وہ صرف ایک کتابی علم ہو کہ جسے معاشرے اور ثقافت کی اصلاح کیلئے لایا جائے تاکہ وہ ایک خاص اور محدود مدت کیلئے ہماری حفاظت

کرے اور اس کے بعد اس کی کوئی خبر تک ہو۔ (صحیفہ امام، ج۱۰، ص۲۳۲)

اسلامی ثقافتی قدروں کی طرف توجہ

مغربی ثقافتوں کو آپ نے ان پچاس سالوں میں اچھی طرح آزما لیا ہے۔ اس قوم پر جو کچھ بلائیں نازل ہوئی ہیں وہ اسی مغربی ثقافت ہی کے ذریعہ آئی ہیں اور ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہونے والے ہر انحراف کا سبب یہی مغربی ثقافت تھی۔ ہمارے روشن فکر حضرات کو چاہیے کہ وہ اس بات کی طرف توجہ کریں کہ ملک میں دسیوں سال مغربی ثقافت کی حکومت کے بعد اب چند سال کیلئے اسلامی ثقافت کو حاکم ہونا چاہیے اور وہ اس کا تجربہ کریں اور دیکھیں کہ اسلامی ثقافت کے ذریعہ سے کیا نتائج نکلتے گے۔

(صحیفہ امام، ج۱۲، ص۳۹۲)

ثقافت کا ملکی مسائل میں سرفہرست ہونا

ثقافت اور تعلیم و تربیت کا مسئلہ کسی ملک کا سب سے اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ اگر ملکی بہتری اور ترقی کے تقاضوں کے مطابق ثقافتی اور تعلیم و تربیت کی مشکلات حل ہو جائیں تو دوسرے تمام مسائل با آسانی حل ہو جائیں گے۔ شاہ کی طاغوتی حکومت کی خراب ثقافت سے ملک کو ہونے والے نقصان کا اقتصادی اور دوسرے شعبوں پر وارد ہونے والے نقصان سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان طاغوتی باپ بیٹے (شاہ ایران اور اس کے باپ رضا خان) کے زمانے میں غیر ملکی دخالت بہت زیادہ ہو گئی تھی ارو ہمارے تعلیمی مراکز کہ جنہیں قوم کی پناہگاہ ہونا چاہیے تھا، قومی مفادات کے مخالف مراکز میں تبدیل ہو گئے تھے۔ البتہ ہماری ثقافت کے انحراف کی تاریخی جڑیں بہت پرانی ہیں اور اسی لیے آج ہمیں اسلامی اور ملکی منافع و مصلحت کے سراسر خلاف اسی مغربی ثقافت و تربیت کے سائے میں پرورش پانے والے استادوں اور معلموں کا سامنا ہے۔ ملک میں موجود غیر ملکی طاقت و قدرت سے وابستہ افراد اور غیر ملکی ٹیکنالوجی، علم اور پیشرفت کے ٹکڑوں پر پلنے والے حضرات سب مغربی جامعات سے فارغ التحصیل تھے۔ ان غیر ملکیوں اور اغیار نے اپنی فعالیت سے ہمارے اسکولوں اور جامعات کو حقیقی علمی عمق و گہرائی سے خالی کر دیا تھا۔ (صحیفہ امام، ج۱۵، ص۳۰۹)

آزادی اور استقلال کی بنیاد

آج کا ایران اب مشرق و مغرب کے خائن نوکروں کے افکار کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ ہمیں اپنی پوری توانائی سے اپنے ثقافتی استقلال تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ ثقافتی خودمختاری اور استقلال ایک آزاد اور خودمختار ملک کی بنیاد ہوتی ہے۔ ہمارے بہترین استادوں کو اس بات کا کاملاً یقین رکھنا چاہیے کہ یہ ایران کی اسلامی ثقافت ہی ہے جو ہمارے ملک اور قوم وملت کو نجات دے سکتی ہے۔

معلم حضرات اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان خائن باپ بیٹے (شاہ ایران اور اس کے باپ) کے زمانے میں استعماری ثقافت نے اس ملک وملت پر کیا کیا بلائیں نازل کی ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ایران کی اسلامی ثقافت پر ہی تکیہ کریں اور اس بات کا اطمینان رکھیں کہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ اپنی کلاسوں میں اپنے شاگردوں کی اس طرح تربیت کیجئے کہ جب وہ فارغ التحصیل ہوں تو اپنے معاشرے کیلئے کارآمد اور فعال ہوں اور وہ اس بات کو پورا یقین رکھتے ہوں کہ ان کی جو بھی بدبختی اور مصیبت تھی وہ مشرق ومغرب کی آمرانہ طاقتوں اور ان کی ثقافت کو قبول کرنے کی وجہ سے تھی۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲)

ثقافت اور قومی انقلاب

شاہ کی حکومت کے افراد کو اس قوم اور ملک کی حفاظت کرنی چاہیے تھی۔ وہ حفاظت کرنے کے بجائے یا اپنی دھونس جماتے تھے یا چوری اور مالی خورد برد کرتے تھے۔ انکا کام یا رشوت لینا تھا یا لوگوں پر دباؤ ڈالنا۔ یہ ہماری اس وقت کی فوجی اور حکومتی صورتحال تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر تھی۔ جو لوگ زیادہ معلومات رکھتے ہیں آپ ان سے سوال کریں تو آپ کو پتا چلے گا۔

اس صورتحال کا آج کی صورتحال، یعنی ہمارے محترم پاسداروں، ہماری فوج اور محکمہ پولیس سے موازنہ کریں۔ اس وقت وہ صورتحال تھی کہ وہ لوگ غیر ملکیوں اور اغیار کے سامنے عاجز اور ناتوان تھے اور آج صورتحال یہ ہے کہ ہمارے نوجوان امریکہ کے سامنے کھڑے ہو کر نعرے لگاتے ہیں: ''امریکہ مردہ باد''۔

ہماری فوج اور سپاہ پاسداران میں جو انقلاب آیا اور انقلاب سے پہلے ہمارے نوجوان سوچ بھی نہیں

سکتے تھے کہ وہ جنگ بھی کر سکتے ہیں یا مختلف جنگی زاویوں سے لڑ کر جنگ جیت سکتے ہیں، وہ کبھی ایک خودمختار فوج کے مالک ہوں گے، وہ اپنے عوام میں عزت سے سربلند کرسکنے کے بھی قابل ہوں گے اور اپنے لوگوں کی خودحفاظت کرسکیں گے، ان سب حقائق کا راز کیا ہے اور ان دو زمانوں کی حکومت کے درمیان کس چیز کا فرق ہے؟ فرق صرف ثقافت کا ہے، کیونکہ اس زمانے کی ثقافت آج کی ثقافت سے بہت مختلف تھی۔ آپ اس زمانے کی جامعات سے لے کر حکومتی اداروں، محکموں، فوج، محکمہ پولیس اور پوری عوام الناس اور نوجوانوں کا جائزہ لینا شروع کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اس زمانے کی فوج، عوام، حکومت اور پارلیمنٹ وغیرہ باہر سے درآمد شدہ ثقافت کی وجہ سے کس حال میں تھی؟

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۱۳۶)

مغربی ثقافت کے خلاف جدوجہد

مغرب کی بدآموز ثقافت کی دلدل سے نکلنا، اس کی جگہ اسلامی اور قومی ثقافت کا جاگزین ہونا اور ملکی سطح پر تمام شعبوں میں ثقافتی انقلاب کا آنا بہت محنت اور جدوجہد کا طالب ہے کہ جسے عملی جامہ پہنانے کیلئے لمبی مدت تک جدوجہد اور مغربی ثقافت کی گہری اور مضبوط جڑوں کو اکھاڑنے کیلئے جنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۱۱۰)

اقدار میں تحول

آپ محترم زائرین اس ملک سے خانہ خدا کی طرف سفر کرنے جا رہے ہیں۔ یہ آپ ہی تھے کہ جنہوں نے خداوند عالم کے لطف و کرم کے سائے تلے اور حضرت امام ولی عصرؑ (روحی فداہ)، کی دعا کی برکت سے تمام مصیبتوں، بلاؤں اور سختیوں کو جھیلا اور برداشت کیا اور الحمدللہ تمام میدانوں میں کامیاب ہو گئے ہیں اور آج اپنے ہدف کی ابتدائی منازل کو طے کر رہے ہیں۔ آپ نے آج ثقافتی لحاظ سے مشرق و مغرب کی بوسیدہ اور عصر شہنشاہی کی منحرف ثقافت کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا ہے کہ جو ہمارے نوجوانوں کو جوق در جوق فساد و برائی کے مراکز کی طرف کھینچ رہی تھی اور ہماری جامعات کو مغرب کی غلامی اور کبھی مشرق کی نوکری کی طرف لے جاتی تھی۔ آج آپ نے ان تمام ثقافتوں کے بڑے بڑے بتوں کو اپنی ٹھوکر مار کر پاش

پاش کر دیا ہے کہ جنہوں نے ہماری قوم کو دوسروں کے وسائل، قابلیت اور ٹیکنالوجی پر بھروسہ کرنے والی اور بڑی طاقتوں کی خدمت گزار قوم بنا دیا تھا۔ یہی ثقافتیں تھیں کہ جو فحش وعریانیت، ہیروئن و چرس اور دیگر برائیوں کو روز بروز رواج دے رہی تھیں اور اخلاق اور انسانیت سے یکسر عاری تھیں۔ یہ آپ ہی ہیں کہ جنہوں نے انسانی شرافت، تقویٰ، شہامت و بزرگی، شجاعت وصبر، استقامت، مروت و بھائی چارے، نیکی اور تقویٰ میں تعاون اور ملکی وقومی منافع کی طرف توجہ کو اس ثقافت کی جگہ جاگزین کر دیا ہے۔ آج آپ سرفراز ہیں اور خدا پسند ثقافت کی پیش رفت کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۳۳۷)

اسلامی ثقافت کے زندہ کرنے میں خواتین کا کردار

آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس تمام مدت میں اسلامی ثقافت مظلوم تھی، ان چند صدیوں میں پیغمبر اکرم ؐ کے بعد سے لے کر آج تک مظلومیت کا شکار رہی ہے اور اسلامی احکامات بھی ظلم کا شکار رہے ہیں۔ لہٰذا اس ثقافت کو زندہ کرنا چاہیے۔ جس طرح یہ مرد حضرات اپنی فعالیت انجام دے رہے ہیں اور علمی اور ثقافتی محاذوں پر ڈٹے ہوئے ہیں، آپ خواتین کو بھی اسی طرح مشغول ہونا چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۰، ص ۹)

حکومت اور قانون

اسلامی حکومت میں تربیت کی اہمیت

جو بات ہم کہہ رہے ہیں اور آپ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ہے کہ کوئی بھی حکومتی نظام، اسلامی حکومت کی مانند انسان اور قوموں کی تربیت اور دیکھ بھال نہیں کرسکتا ہے کہ جس طرح کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام غیر اسلامی اور انبیاء کے علاوہ دوسروں کے ذریعہ سے وجود میں آنے والی حکومتیں اس قدر بصیرت کی مالک نہیں تھیں۔ اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ یہ حکومتیں سو فیصد امین اور قوموں کی ہمدرد ہیں لیکن پھر بھی انسانی فکر کی بلندی اور بصیرت کو دیکھنا چاہیے کہ اس کی پہنچ کہاں تک ہے اور خود انسان کی رسائی کہاں تک ہے اور انسان کی احتیاج اور ضرورت کتنی ہے۔ آیا ان غیر الٰہی حکومتوں کی فکر انسانی وجود کی وسعت اور انسانی رشد کی قابلیت کے برابر ہوسکتی ہے اور کیا وہ انسانی ترقی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے؟ اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ کچھ رحم دل افراد ہیں جو قوموں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو کیا وہ واقعاً لوگوں کی خدمت کرسکتے ہیں یا واقعاً ان کی فکر اور سوچ ایک حد تک محدود ہے؟ اور اگر اس کے باوجود وہ لوگوں کی خدمت کرنا چاہیں تو کیا وہ اس محدود حد تک خدمت کرسکتے ہیں؟

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۱۱)

حکومت کی ذمہ داری، نوجوان طبقہ کی نجات

آپ کو چاہیے کہ اپنے نوجوان طبقہ کو نجات دیں۔ یہ حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمارے نوجوانوں کو ہلاکت و بربادی سے نجات دلائیں اور اسی طرح ہماری جامعات پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہمارے نوجوانوں کی نجات کا سامان مہیا کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۳۶۲)

انسانی تربیت میں الٰہی اور غیر الٰہی حکومتوں کے درمیان فرق

دنیا میں رائج انسان کی بنائی ہوئی ہر قسم کی حکومتوں اور ہر طرح کے نظام حکومت اور خدائی اور قوانین الٰہی کی تابع حکومت کے درمیان سب سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ بقیہ تمام حکومتیں جو اچھی، عادل اور انصاف پسند حکومتیں ہیں ان کا دائرہ کار صرف مادیت تک محدود ہے۔ آپ شاید کسی بھی حکومت کی ایسی مثال نہیں لا سکتے کہ وہ حکومت یہ چاہتی ہو کہ وہ لوگوں کیلئے ان کی تہذیب نفس کی راہ فراہم کرے، ہرگز! کسی بھی حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ایسی حکومتیں صرف اس بات کی خواہاں ہیں کہ ملک میں بدنظمی نہیں پھیلے اور امن و امان کی صورتحال برقرار رہے۔ جو شخص بھی اپنی چار دیواری میں جو بھی کام کرے ایسی حکومتیں اسے نہیں روکتی ہیں وہ صرف چاہتی ہیں کہ انسان باہر نکل کر سڑک پر نعرے نہ لگائے، معاشرتی نظم کو خراب نہ کرے لیکن اپنے گھر میں جو کام بھی کرنا چاہے وہ آزاد ہے۔ یہ فقط خدائی حکومتیں ہی ہیں کہ جن کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو جس طرح تربیت پانا چاہیے، اس طرح اس کی تربیت کریں۔ انسان پہلے ایک حیوان ہے، بلکہ دیگر حیوانات سے زیادہ بدتر، اگر یہ خودسر ہو جائے اور اسی طرح پرورش پائے تو کوئی بھی حیوان شہوت پرستی، درندگی اور شیطانیت میں انسان کی برابری نہیں کر سکتا ہے۔ دوسرے حیوانوں کی حیوانیت اور شیطانیت، شہوت اور درندگی محدود ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۱، ص ۴۴۹)

کسی ملک کی ترقی اور زوال میں تربیت کا کردار

آپ تمام ملک کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے معلم حضرات اور جامعات میں موجود پروفیسر حضرات اس امانت کی نسبت ذمہ دار ہیں کہ جو خداوند عالم، ان بچوں کے والدین اور ان کے سرپرست حضرات نے آپ کو دی ہے اور آپ سب خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ آپ یہ گمان نہ کیجئے کہ پچاس طالب علم آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ انہی چند طالب علموں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ یہ خیال کریں کہ ان طالب علموں کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور آپ ان کی تعلیم میں سنجیدگی اختیار کرنے کے بجائے خیال کریں کہ دوسرے آئیں اور انہیں تعلیم دیں۔ ممکن ہے کہ انہی پچاس طالب علموں میں کوئی ایک ایسا شخص پیدا ہو کہ جو ایک اعلیٰ منصب تک پہنچے، صدر مملکت بن جائے، وزیراعظم کی کرسی سنبھالے اور اعلیٰ

عہدوں پر فائز ہو جائے۔ چنانچہ اگر یہی ایک طالب علم جو آپ کے پاس تھا (صحیح تعلیم نہ دینے کی وجہ سے) بعد میں دوسرے لوگوں کے پاس چلا جائے اور غلط تربیت کی وجہ سے بگڑ جائے، یعنی اس کو تعلیم تو دی جائے لیکن معلم حضرات کو اس سے کوئی کام نہ ہو کہ اس کی تربیت ایک انسانی تربیت ہو یا خدانخواستہ ایک معلم منحرف ہو جائے اور یہ بچہ اپنے ابتدائی تعلیمی مراحل سے لے کر آخر تک ایک انحرافی تربیت کے زیر سایہ پروان چڑھے تو ممکن ہے کہ یہی ایک طالب علم پورے ملک کو تباہ و برباد کر دے۔

رضا خان (شاہ ایران کا باپ) بھی ایک انسان ہی تھا جب وہ تہران آیا تو وہ ایک فوجی کی شکل میں ایک انسان تھا اور ایک چھوٹے سے عہدے پر فائز تھا۔ لیکن وہ افراد کہ جو اس مملکت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنا چاہتے تھے انہوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ شخص ان کیلئے کیا خدمات انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے لے کر آئے اور اس وقت کے انگلینڈ کے ریڈیو نے اعلان کیا کہ اس شخص کو ہم لے کر آئے ہیں لیکن بعد میں جب اس نے خرابی پیدا کی اور خطا و خیانت کی تو ہم نے اسے اقتدار سے ہٹا دیا! ممکن ہے کہ آپ معلموں کی صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے زیر سایہ تعلیم پانے والوں میں سے بھی کوئی ایک رضا خان یا محمد رضا بن کر نکلے۔ آپ کو علم تو نہیں ہے کہ یہ بچہ جو آپ کے سامنے ہے فرض کریں کہ ایک کسان یا دوکاندار کا بچہ ہے، یہ بڑا ہو کر کیا بنے گا۔ رضا خان بھی ایک آدمی تھا کہ جو ایک پست طبقہ سے تعلق رکھنے والے آدمی کا بیٹا تھا۔ چونکہ اس کی تربیت ایک انسانی اور اسلامی تربیت نہیں تھی لہذا وہ فاسد اور خراب انسان کی شکل میں پروان چڑھا اور اس نے ملک کو ایک بڑے عرصے کیلئے خراب کر دیا۔ آپ نے خود ملاحظہ کیا ہے کہ یہ باپ اور بیٹے بھی انسان تھے۔ چنانچہ اپنی انسانی اور اسلامی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ بیرونی طاقتوں کا صرف ایک مہرہ تھے کہ جو ملک میں ان کیلئے کام کرتے تھے۔ پس آپ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ آپ کے سامنے صرف ایک کسان یا دوکاندار کا بچہ ہے اور یہ بڑا ہو کر دوکاندار ہی بنے گا۔ آپ یہ سوچئے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ممکن ہے کہ ایک ملک کا صدر یا فوج کا سربراہ بنے۔ پس اگر اس کی صحیح تربیت نہ ہو تو یہ صدر یا فوج کا سربراہ بن کر اپنے ملک اور فوج کو تباہی سے دوچار کرے گا۔

وہ افراد جو کسی ملک کو ترقی یا تنزل دیتے ہیں ہمیشہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ آپ کو اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہیے کہ اگر آپ کی طرف سے دی جانے والی تربیت خدانخواستہ انسانی اور اسلامی نہ ہو تو تربیت

پانے والے افراد ہر برا کام جو انجام دیں گے آپ بھی ان کے جرم میں شریک ہوں گے۔ لیکن اگر آپ کی یہی تربیت انسانی اور فطری تقاضوں کے مطابق ہو تو تربیت پانے والے یہی افراد بعد میں جو بھی اچھا اور نیک انجام دیں گے تو آپ بھی ان کے اچھے کاموں میں شریک ثواب ہوں گے۔

(صحیفہ امام، ج۱۲، ص۳۳)

دلوں پر خدا کی حکومت

بعثت یہ ہے کہ خدائی حکومت لوگوں کے قلوب پر حکومت کرے تاکہ وہ دوسرے معاشروں پر بھی حکومت کر سکے۔ جب تک تزکیہ نفس اور تصفیہ دل کی اعلیٰ منازل حاصل نہ ہوں تو ہمارا ملک اور دیگر تمام ممالک بھی اصلاح نہیں پاسکیں گے۔ (صحیفہ امام، ج۱۲، ص۳۹۳)

فاسد حکومت اور عوام کا اخلاقی انحراف

عراقی عوام کو اس بات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ جب تک صدام عراق پر حاکم رہے گا وہ اپنی عوام اور نوجوانوں کو برائی کی طرف کھینچتا رہے گا۔ خدا ہی بہتر ہی جانتا ہے کہ اس کافر بعث پارٹی کے ذریعہ عراق اور اس کے نوجوانوں پر کیا کیا بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوئی ہیں اور انہیں اخلاقی طور پر کتنا زیادہ نقصان ہوا ہے! جو چیز انسانوں اور ممالک کیلئے باعث خطر ہے یہی اخلاقی انحراف ہے۔ ورنہ اسلحہ تو بذات خود کسی کیلئے نقصان دہ نہیں ہوتا۔ (صحیفہ امام، ج۱۶، ص۱۶۹)

مفکرین کی تشویق، حکومتی ذمہ داری

اگر ہماری عوام اور مفکروں کو اس بات کا موقع فراہم کیا جاتا کہ وہ ملکی باگ ڈور کو خود سنبھالیں اور اس کام کیلئے لوگوں کو ترغیب دی جاتی تو ہمارے ملک کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ آج ہمیں اس اسلامی حکومت کو ایک غنیمت خیال کرتے ہوئے اپنے ملک اور اسلام کیلئے کام کرنا چاہیے اور اپنی زندگی کو یونہی ضایع نہیں کرنا چاہیے۔

آج عوام کو حکومت کے حالات کا اچھی طرح علم ہے اور آپ لوگ بھی حکومت کی پشت پناہی کو لازم

وضروری سمجھتے ہیں۔حکومت آپ کی حمایت اور پشت پناہی کے بغیر کوئی کام نہیں کرسکتی اور ہر قومی ادارے اور محکمے کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ وہ خدا کی خوشنودی کے حصول کیلئے لوگوں کو اپنی فعالیت اور کارکردگی سے راضی کرے۔اگر آپ ملک کی گزشتہ پچاس سالہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس وقت آپ اپنی ذمہ داری کو جان جائیں گے کہ عوام کے ساتھ ہونے کا کیا مطلب ہے اور جب قوم حکومت کی پشت پناہ نہ ہو تو اس کا کیا نقصان ہوتا ہے۔ہم سب کو چاہیے کہ اس پوری تاریخ میں زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رہ جانے والے افراد کی خدمت کیلئے کوشش کریں،حکومت کو بھی چاہیے کہ ایسے افراد کو دوسروں پر مقدم قرار دے اور عوام کے مفکرین، دانشمندوں اور خدمت کرنے والے افراد کی تشویق کرے اور ان کی فعالیت کو سراہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اس ملک میں پیدا ہونے والے ایسے افراد جو خود اپنے زور باوز اور اپنی مدد آپ کے تحت کاموں کو انجام دیتے ہیں، سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور بتدریج ہم اس منزل پر پہنچ جائیں کہ ہمیں غیر ملکی امداد اور ماہرین کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے۔ (صحیفہ امام، ج۱۸، ص۴۹۳)

عظیم علمی و عملی جدوجہد

میں یہاں اپنے ملک کے بہترین نوجوانوں، ملکی سرمائے، خداوند عالم کے بہترین تحفے اور جہان اسلام کی معطر اور نئی کھلنے والی کلیوں کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ آپ اپنی زندگی کے ان ایام جوانی کی شیرینی کے لمحات کی قدر و قیمت جانیئے اور اسلامی انقلاب کے اعلیٰ مقاصد تک رسائی کیلئے خود کو ایک عظیم علمی اور عملی مبارزے کیلئے آمادہ کیجئے۔

میں نوجوانوں کے امور سے مربوط تمام اعلیٰ حکام اور ذمہ دار حضرات کو بھی سفارش کرتا ہوں کہ آپ ان نوجوانوں کے علمی فنی اور اخلاقی اور اعتقادی ارتقا کیلئے ہر ممکن وسائل کو فراہم کریں،ان کو بہترین اسلامی اقدار اور روشن فکری، جدت طلبی کی اوج تک پہنچانے میں ان کی مدد کیجیے اور خود کفائی اور استقلال کی روح کو ان کے اندر زندہ رکھیے۔ (صحیفہ امام، ج۲۱، ص۹۶)

گھرانہ

بچوں کی عملی تربیت

بچے چونکہ ہمیشہ یا اکثر و بیشتر اپنے والدین کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لہذا ان کی تربیت کو عملی ہونا چاہیے، یعنی اگر فرض کریں کہ بچے کے ماں یا باپ اگر خود اچھے اخلاق اور اعمال صالحہ کے مالک نہیں ہیں تو بچے کے سامنے اپنے آپ کو سختی کے ساتھ مجبور کرتے ہوئے خود کو نیک اور اچھا بنا کر پیش کریں تا کہ وہ بچے کیلئے عملا مربی بن جائیں اور ان کا یہ کام خود ان کی اصلاح کا نقطہ آغاز بن جائے۔ اس لیے کہ حقیقت کے برخلاف اپنے آپ کو سختی کے ساتھ مجبور کرتے ہوئے صاحب اخلاق فاضلہ بنانے کی راہ اپنے اعمال کو ظاہر میں اخلاق سے آراستہ کرنا ہے۔

والدین کا خراب ہونا دوسری چیزوں سے زیادہ سب سے پہلے بچوں میں سرایت کرتا ہے۔ بسا اوقات ایک بچہ اپنے والدین کے سائے میں بری تربیت حاصل کرتا ہے تو پھر مربی حضرات کی محنت اور کوشش کے باوجود آخر عمر تک اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ تربیت کا اچھا ہونا اور والدین کا اصلاح یافتہ ہونا جبری اور قہری توفیقات اور غیر اختیاری سعادتوں سے تعلق رکھتا ہے کہ جو کسی طفل کو نصیب ہوتی ہیں۔ اسی طرح والدین کی بدکرداری اور بری تربیت بھی ان بدبختیوں اور قہری سوء اتفاقات سے تعلق رکھتی ہے کہ جو بغیر کسی ارادہ واختیار کے انسان کو ملتی ہیں۔ (شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۱۵۵)

بچوں کی خدا پسند تربیت

آپ اس بات کی کوشش کیجئے کہ اپ کے اعمال، نیک اور صالح ہوں۔ آپ خدا ہی کیلئے قیام کریں

اور آپ کے اعمال سو فیصد خدا ہی کیلئے ہوں۔ آپ میں جو بھی صاحب اولاد ہے اسے چاہیے کہ ان کی خداپسند تربیت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے ہاتھوں شیطان بن جائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۱۰۶)

ماں کی آغوش سے تربیت کا آغاز

گھر کا پرسکون ماحول اور ماں کی آغوش دراصل ایک بچہ کی تربیت کا نقطہ آغاز ہے۔ اگر گھر کے ماحول اور ماں کی آغوش جو ایک بچہ کیلئے سب سے بڑی تربیت گاہ ہے، سے ایک بچہ اچھی تربیت نہ پائے تو یہ بچہ زمانہ طفولیت کی اسی تربیت پر زندگی کے آخری لحات باقی رہتا ہے مگر یہ کہ بہت ہی مضبوط عوامل اسے اس کی بری تربیت سے لوٹا دیں۔ (صحیفہ امام، ج ۲۱، ص ۵۵۳)

خواتین سے اسلام کی توقع

اسلام آپ سے اس بات کا خواہاں ہے کہ آپ اپنی آغوش میں اپنے بچوں کو اچھی تربیت دیں اور انہیں نورانی بنائیں۔ یہ فرزندان اسلام ہیں اور اسلام کے یہ عاشق بچے اس نور کے ذریعہ سے مقدرات اسلام اور اپنے ملک کی مستقبل کو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۳۹)

گھر مدرسہ کی مانند ہے

خواتین کو اپنے بچوں کیلئے معلم ہونا چاہیے اور وہ اپنی آغوش میں ایک شفیق معلم اور استاد کی حیثیت سے ان کی تربیت کریں، ساتھ ہی والدین کو بھی اپنی اولاد کیلئے معلم ہونا چاہیے۔ آپ کے گھر کو آپ کے بچوں کیلئے اسلامی احکام کی تعلیم دینے اور اپنے نونہالوں کی تہذیب اخلاق کیلئے مدرسہ ہونا چاہیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو تہذیب یافتہ بنا کر استادوں کے پاس اسکول بھیجیں اور استاد پہلے سے زیادہ تہذیب نفس کیلئے محنت کریں۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۶۲)

خواتین بچوں کے اعمال کی ذمہ دار ہیں

آپ خواتین کے کاندھوں پر جو سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے ان نومولود بچوں کے افعال اور اعمال کی ذمہ دار اور جوابدہ ہیں کہ جن کے خالی نفس، تربیت اور ہر اچھائی برائی کو بہت جلدی قبول کرتے ہیں اور یہ بچے آپ کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اگر آپ ایک بچہ کی اچھی تربیت کریں تو ممکن ہے کہ یہی بچہ ایک ملت کو سعادتمند بنا دے۔ اس طرح ایک برا بچہ خدانخواستہ کہ جس نے آپ کی گود میں پرورش پائی ہو ممکن ہے پورے معاشرے کو خراب کردے۔ آپ یہ گمان نہ کریں کہ یہ تو صرف بچہ ہے، یہی ایک بچہ جب اپنے معاشرے میں قدم رکھتا ہے تو پورا معاشرہ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ایک فقیر آدمی کا بچہ ایک معاشرے کا سربراہ بن جائے۔ اگر آپ کے ہاتھوں تربیت پانے والے بچوں کی تربیت اگر صحیح تربیت ہو اور ایک قوم کا مقدر اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس قوم کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ اس کے اس کام کی نورانیت دراصل آپ کی تربیت کی وجہ سے ہے، یعنی یہ آپ تھیں کہ آپ نے ایک قوم کی سعادت وکامیابی کو بیمہ کیا ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ صورتحال اس کے برعکس ہو کہ ایک ماں کی گود میں پرورش پانے والے بچہ کی تربیت اسلامی اور انسانی اصول ومعیار کے مطابق انجام نہ پائے اور وہ منحرف ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہی ایک بچہ پورے معاشرے کو خراب کردے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۸۳)

سب سے پہلا مدرسہ

بچے کا سب سے پہلا مدرسہ اس کے ماں کی گود ہے۔ ایک اچھی اور نیک سیرت ماں ہی اچھا بچہ تربیت کرتی ہے اور خدانخواستہ اگر ماں خراب ہو تو اس ماں کی آغوش سے پرورش پانے والا بچہ بھی منحرف نکلے گا۔ بچے ماں سے جتنی محبت کرتے ہیں کسی اور سے نہیں کرتے۔ لہذا ماں کی پرمشفقت آغوش ہی ان کی تمام آرزوؤں کا خلاصہ ہوتی ہے اور وہ اپنی تمام خواہشات، بلکہ اپنی پوری دنیا کو ماں کی ذات میں ہی سمٹا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ ماں کی باتیں، ماں کا اخلاق اور اس کا عمل سب بچے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک بچہ آغوش مادر میں کہ جو بچے کیلئے ابتدائی کلاس کی حیثیت رکھتی ہے، اگر یہ آغوش پاکیزہ اور طاہر ہو تو وہ اسی میں بہترین اخلاق، تہذیب نفس اور بہترین اعمال کے ساتھ رشد کرنے لگتا ہے۔ بچہ جب ماں کی آغوش میں

دیکھتا ہے کہ ماں اچھے اخلاق، اعمال صالحہ اور نیک گفتار کی مالک ہے تو اس بچے کے اعمال یہیں سے ماں کی تقلید میں اچھے ہو جاتے ہیں، چونکہ ماں کی تقلید سب سے بڑی تقلید ہے اور ماں کے اعمال، بچہ پر غیر مستقیم اثر چھوڑتے ہیں جو دیگر تمام اثرات سے زیادہ موثر ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۸۳)

فردی تربیت کا معاشرے پر اثر

آپ اپنی اولاد کو اسکول بھیجتے ہیں، اگر کوئی معلم صحیح معلم ہو تو اس اسکول سے نیک اور اچھے افراد فارغ التحصیل ہوں گے اور نتیجتاً ایک اچھا معاشرہ تشکیل پائے گا۔

آپ انشاء اللہ بعد میں معلم اور استاد اور صاحب اولاد ہو جائیں گی۔ آپ اپنے مادری روپ میں بچوں کی تہذیب نفس کی کوشش کیجئے اور اپنے معلم کے روپ میں بھی اس بات کی کوشش کیجئے، صحیح افراد کو معاشرے میں بھیجیں تاکہ آپ ایک معاشرے کو صحیح کر سکیں۔ اگر خدانخواستہ حقیقت اس کے برعکس ہو تو اس کا وبال بھی آپ کی گردن پر آئے گا۔ ان افراد کے ہاتھوں انجام پانے والا ہر اچھا کام آپ کیلئے بھی اچھا ہے اور آپ کو بھی اس کا اجر و ثواب ملے گا، کیونکہ آپ نے اس اچھے کام کی بنیاد ڈالی ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ آپ نے برے افراد کو معاشرے کے حوالے کیا اور وہ جا کر برے اعمال انجام دیں تو اس کا گناہ و عذاب آپ کے حصے میں بھی لکھا جائے گا۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۸۶)

عورت کے تربیتی کردار کو مٹانے کی سازش

ہم نے دیکھا کہ کشف حجاب یا خواتین سے پردہ چھیننے کی تحریک کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا کہ جس کے ذریعے یہ لوگ خواتین کی کوئی خدمت کرنا چاہتے تھے، بلکہ یہ لوگ چاہتے تھے کہ خواتین کے پاکیزہ وجود کو زور اور دباؤ ڈال کر نابود کر دیں۔ خواتین کے پاکیزہ وجود کے اثرات، ان کے ذریعہ ملت کیلئے انجام پانے والی خدمات اور دیگر ذمہ داریوں کو کہ جنہیں یہ خواتین اپنے ذمے لیے ہوئے ہیں، ان کے ہاتھ سے چھین لیا جائے۔ انہیں اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ کوئی بنیادی اور بہتر خدمت کریں اور ملک کا مستقبل سنبھالنے والے بچوں کی تربیت کریں۔ وہ اس بات سے خوف کھاتے تھے کہ بچے ان خواتین کے دامن میں کہیں متقی

نہ بن جائیں اور اسلامی تربیت حاصل نہ کرلیں۔ جب یہ ابتدائی اسکولوں اور اس کے بعد ہائی اسکولوں میں جائیں تو وہاں بھی ان حکومتی افراد کی طرف سے ہونے والے پروپیگنڈے، ان کی طرف سے مقرر کیے گئے استادوں اور انہی کی بات کو دہرانے والے ان بچوں کو اس بات کو موقع فراہم نہ کرے کہ وہ اچھائی کی طرف قدم اٹھائیں۔

اس بنا پر ان کا منصوبہ یہ تھا کہ ان خواتین کو ان کے عظیم اور بلند ترین مقام سے ہٹا دیا جائے اور ان کے اپنے خیال کے مطابق یوں ایران کی آدھی آبادی کو آزاد کر دیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۳۱)

عورت معاشرے کی مربی ہے

عورت ایک انسان ہے اور وہ بھی ایک عظیم انسان، عورت معاشرے کی مربی اور تربیت کرنے والی ہے۔ عورت کی آغوش سے بڑے بڑے انسان پرورش پاتے ہیں۔ ہر اچھے مرد اور عورت کی تربیت کا ابتدائی مرحلہ ایک عورت کی آغوش سے شروع ہوتا ہے۔ عورت انسانوں کی مربی ہے اور ممالک کی سعادت اور بدبختی وجود زن سے وابستہ ہے۔ ایک عورت اپنی اچھی اور صحیح تربیت سے بڑے بڑے انسان پرورش کرتی ہے اور اس کی صحیح تربیت سے ملک آباد اور ترقی کرتے ہیں... لہذا عورت ہی تمام خوش بختیوں کا مرکز ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۳۹)

عورت کی گود سے ہی مرد معراج پر جاتا ہے

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت کا دن، خواتین کا دن ہے یہ دراصل بہت عظیم اجتماع عظیم کا دن ہے۔ یہ دن عورت کی کامیابی اور عالم میں اس کیلئے مثالی نمونہ پیش کرنے کا دن ہے۔ عورت معاشرے میں بہت عظیم کردار کی حامل ہے اور عورت بشریت کی آرزوؤں کو عملی جامہ پہنانے کا مظہر ہے۔ عورت عظیم مرد وخواتین کی پرورش کرتی ہے اور یہ عورت ہی ہے کہ جس کی گود سے صحیح پرورش وتربیت پاکر مرد معراج حاصل کرتا ہے اور اس کی آغوش عظیم خواتین اور مردوں کی تربیت گاہ ہے۔ آج بہت عظیم دن ہے اس لیے کہ آج اس عورت نے دنیا میں قدم رکھا ہے کہ جس کی تربیت کے ثمرات کے سامنے تمام مردان

تاریخ کا عمل بیچ ہے، ایسی عورت جو انسان کیلئے کامل نمونہ ہے، وہ خاتون کہ جس میں انسانی حقیقت کے تمام پہلو جلوہ گر ہیں۔ پس آج کا دن بہت عظیم دن اور آپ خواتین کا دن ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۴۱)

بچہ کی تربیت، سب سے زیادہ عظیم کام ہے

اپنی آغوش میں بچہ کو پرورش دینے والے ماں کی ذمہ داری بہت سنگین ہے کہ جو بچہ کی تربیت کا بہت ہی عظیم کام انجام دیتی ہے۔ اس عالم کا سب سے عظیم کام ایک بچہ کی صحیح تربیت اور ایک انسان کو معاشرے کے سپرد کرنا ہے۔ یہ وہی کام ہے کہ جس کیلئے خدا نے اتنے انبیاء کو نازل کیا اور حضرت آدمؑ سے خاتمؐ تک تمام انبیاء اسی لیے تشریف لائے کہ انسان کی تربیت کریں۔ بچوں کی تربیت بہت بڑی ذمہ داری ہے لیکن افسوس کہ اہل مغرب نے اس کام اور ذمہ داری کو ہماری نظروں میں بہت خراب بنا کر پیش کیا ہے اور انہوں نے بچوں کو ان کی ماؤں کی ''آغوش'' سے دور کر دیا تا کہ بچے صحیح پرورش و تربیت نہ پا سکیں۔ بعد میں جب وہ اسکول جانے لگے اور باپ کے سایہ پدری میں پروان چڑھے تو اس کے والد کیلئے بھی کوئی ایسا کام کریں کہ اس کی اپنے بچہ پر توجہ نہ ہو اور اس کی صحیح تربیت انجام نہ پا سکے۔ اس کے بعد جب وہ ہائی اسکول اور اس کے بعد دیگر تعلیمی اداروں اور آنے والے زمانوں میں ان کی یہی کوشش رہی کہ کوئی صحیح انسان اس ملک میں پرورش نہ پائے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۶۴)

گھر، علمی اور دینی تربیت کا مرکز

محترم خواتین! آپ اور ہم سب خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ آپ تربیت اولاد کی ذمہ دار ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی آغوش میں اولاد کو با تقویٰ بنائیں، ان کی صحیح تربیت کریں اور انہیں صحیح و سالم معاشرے کے سپرد کریں۔ ہم سب کا فریضہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں لیکن بچے آپ خواتین کی گود میں بہترین تربیت پاتے ہیں اور ایک ماں کی آغوش اس کی اولاد کیلئے بہترین تربیتی مکتب ہے۔ لہذا آپ اپنے بچوں کی تربیت اور اپنے ملک کے روشن مستقبل کے سلسلے میں سنگین ذمہ داری کی حامل ہیں۔ آپ ایسے بچے تربیت کر سکتی ہیں جو ایک ملک کو آباد اور انبیاءؑ کی تحریک اور ان کی تعلیمات کی حفاظت کریں۔ آپ کو

اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرنی چاہیے تاکہ آپ کا گھر تربیت اولاد کا بہترین مرکز، علما کی پرورش گاہ اور بچوں کی علمی، دینی اور اخلاقی تربیت گاہ بن جائے۔ بچوں کی ذمہ داری ماں اور باپ دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن مائیں زیادہ ذمہ دار ہیں، کیونکہ ماؤں کا رتبہ زیادہ باشرف ہے۔ ماؤں کی شرافت، باپ کی شرافت سے زیادہ اور بچوں کی نفسیات اور روح پر ان کی تربیت کا اثر باپ سے زیادہ ہوتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۰۲)

ماں سے دوری کے نتیجے میں بچہ کی نفسیاتی مشکل

بچہ روز اول سے اگر آغوش مادر سے دور ہو تو وہ نفسیاتی مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ معاشرے کی اکثر برائیاں بچوں میں پیدا ہونے والی انہی نفسیاتی مشکلات کی وجہ سے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۵۵)

ماں اور بچہ کے درمیان جدائی کی سازش

شہنشاہی دور حکومت میں ارباب اقتدار نے کوشش کی کہ ماؤں کو ان کی اولاد کی تربیت سے دور کر دیں۔ انہوں نے ماؤں کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ بچہ کی تربیت کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ لہذا آپ بھی مختلف اداروں میں جا کر نوکری کر سکتی ہیں۔ یوں انہوں نے ان معصوم بچوں کو ان کی تربیت گاہ سے جدا کر دیا کہ جنہیں حتماً اپنی ماؤں کی آغوش میں تربیت پانا چاہیے تھا۔ چنانچہ وہ بچوں کو ایسی پرورش گاہوں میں لے گئے کہ جہاں اجنبی خواتین، بے رحم افراد، تربیت کی اہمیت سے ناآشنا اور دین سے دور افراد ان کی خراب تربیت کرتے تھے۔ بچہ جب اپنی ماں سے جدا ہو جائے تو جس کسی کے پاس بھی جائے گا اس میں ایک نفسیاتی مشکل پیدا ہو جائے گی کہ جس کے نتیجے میں بہت سی برائیاں جنم لیں گی۔ دنیا میں ہونے والے اکثر قتل و غارت کی وجہ بچہ کی ماں سے جدائی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یہی نفسیاتی مشکل ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۹، ص ۱۳۶)

خیر وبرکات کا نقطہ آغاز

سورۂ حمد کی دوسری آیت میں خداوند عالم نے تزکیہ نفس کو کتاب وحکمت کی تعلیم پر مقدم قرار دیا ہے۔ چنانچہ کتاب اور حکمت کی تعلیم کو تزکیہ نفس کا مقدمہ ہونا چاہیے۔

انبیاء اسی لیے تشریف لائے ہیں کہ وہ انسانوں کی تربیت کریں اور ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ افراد جو بشر ہیں اور اس جہت سے ان میں اور دیگر حیوانات میں کوئی فرق نہیں ہے، انہیں انسان بنائیں، ان کا تزکیہ کریں اور انہیں پاکیزگی کی اوج پر لے جائیں۔ یہ انبیاءعلیہم السلام کا کام ہے اور اپنی آغوش میں بچوں کو تربیت دینے والی ماؤں کی ذمہ داری بھی یہی ہونی چاہیے۔ وہ اپنے بچوں کا روز اول ہی سے تزکیہ کریں اور بچے اچھے اخلاق واعمال کیلئے اپنے استادوں کی بہ نسبت اپنی ماؤں کی گود میں زیادہ بہتر تربیت پاتے ہیں۔ بچہ اپنی ماں سے جو پیار ومحبت کرتا ہے وہ کسی اور سے نہیں کرتا۔ ایک بچہ اپنے زمانہ طفولیت میں اپنی ماں سے جو بات سنتا یا عمل دیکھتا ہے وہ آخر عمر تک اس کے قلب پر نقش ہو جاتا ہے۔ لہذا ماؤں کو چاہیے کہ اس مطلب کی حساسیت کی طرف توجہ کریں اور اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں اور کوشش کریں کہ ان کی گود بچوں کیلئے ایک علمی اور ایمانی مدرسہ ہو۔ یہ ایک بہت بڑی بات ہے کہ جو ماؤں سے متعلق ہے اور اتنی سنگین ذمہ داری ہے کہ جس کو ماں کے علاوہ کوئی اور بطریق احسن نہیں نبھا سکتا۔ بچہ اپنی ماں سے جتنی بات سنتا ہے اتنی بات کسی اور سے نہیں سنتا اور بچپن میں ایک بچہ پر اس کی ماں کے اخلاق کا جتنا زیادہ تر ہوتا ہے اتنا وہ کسی اور سے اثر نہیں لیتا۔ مائیں خیر وبرکات کا نقطہ آغاز ہیں اور اگر ایک ماں بچہ کی غلط تربیت کرتی ہے تو گویا وہ شر وفساد کی بنیاد رکھ رہی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ماں بچہ کی اچھی تربیت کرے اور وہ قوم کو نجات دے اور اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ ایک ماں کی غلط تربیت کے نتیجے میں کسی بچہ ایک قوم کی نابودی اور ہلاکت کا سبب بن جائے۔ (صحیفہ امام، ج ۹، ص ۱۳۵)

تمام برائیوں کا سرچشمہ

وہ بچے جو اپنی ماؤں سے جدا ہو کر پرورش گاہوں میں غیروں کے ہاتھوں محبت مادر سے دور پرورش پاتے ہیں، نفسیاتی مشکلات اور الجھنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بشریت کو لاحق تمام برائیوں یا اکثر برائیوں نے انہی نفسیاتی مسائل کی وجہ سے جنم لیا ہے۔ دنیا میں ہونے والی یہ جنگیں ان نفسیاتی مشکلات کا نتیجہ ہیں جو

ان خونخواروں کے دلوں میں موجود ہے، یہ چوری اور یہ خیانت وغیرہ میں سے اکثر کا سبب ماں کی محبت نہ ملنے پر دل میں اٹھنے والی کسک اور کمی ہے۔ اگر آپ کی اولاد کو آپ سے دور کردیا جائے تو ماں کی شفقت ومحبت نہ ملنے پر وہ بچے نفسیاتی الجھنوں میں پڑ کر برائیوں کی طرف گامزن ہوجاتے ہیں۔ پرورش گاہوں میں موجود افراد اس بات پر مامور تھے کہ ہمارے بچوں کو خراب کریں۔ چنانچہ انہوں نے ابتداہی سے یہی کوشش کی کہ کوئی بھی بچہ ماں کی پرمحبت آغوش میں پرورش نہ پائے اور یوں وہ نفسیاتی الجھن کا شکار ہوجائے۔ بعد کے مراحل کیلئے انہوں نے اسکولوں میں اپنے ہم فکر استادوں اور اپنی جامعات میں پروفیسروں تک، نیچے سے اوپر تک برائی کا ایک نظام بنایا ہوا تھا جو انہیں نور سے نکال کر تاریکی کی طرف لے جاتا تھا تاکہ ایک بھی بچہ انسانی تربیت نہ پاسکے۔ (صحیفہ امام، ج۹،ص۲۹۳)

ماں کی خدمت، استاد کی خدمت سے زیادہ عظیم ہے

معاشرے میں ایک عورت، مرد سے زیادہ فعال کردار کی حامل ہے اس لیے کہ وہ معاشرے کے مختلف شعبوں میں فعال ترین کردار ادا کرنے کے علاوہ اپنی آغوش میں معاشرے کے کارآمد اور فعال افراد کی تربیت کرتی ہے۔ ایک ماں کی اپنے معاشرے کی خدمت ایک استاد کی خدمت سے زیادہ ہے، بلکہ دوسرے تمام شعبوں سے وابستہ افراد کی خدمت سے زیادہ قدر و قیمت کی حامل ہے۔ یہ وہ کام ہے کہ جس کیلئے انبیاءؑ کو بھیجا گیا۔ انبیاء کی یہی خواہش تھی کہ یہ صنف نازک اپنے معاشرے کی تربیت کرنے کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائے اور اپنی تربیت سے شیردل مرد و خواتین اپنے معاشرے کو پیش کرے۔

(صحیفہ امام، ج۱۴،ص۱۹۷)

شہداء کی ماؤں کا افتخار

جس طرح ان خواتین نے اپنے نوجوانوں کی تربیت کی، انہیں محاذ جنگ پر بھیجا اور ان کے نوجوان محاذ جنگ پر شہید ہوگئے، ایسی مائیں خوشی اور مسرت سے اس بات پر فخر کرتی ہیں کہ ان کا جوان بیٹا راہ اسلام میں شہید ہوا ہے، اس کے باوجود وہ کہتی ہیں کہ ہمارے دوسرے بیٹے بھی ہیں کہ ہم اسلام کی خاطر انہیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ (صحیفہ امام، ج۱۴،ص۳۵۶)

حضرت فاطمہؑ کے چھوٹے سے گھر میں تربیت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے اس چھوٹے سے گھر اور اس گھر میں تربیت پانے والے ان چار پانچ افراد نے درحقیقت خداوند عالم کی تمام قدرت کو دنیا کو دکھا دیا اور انسانیت کی ایسی عظیم خدمات انجام دی ہیں کہ جس پر ہماری، آپ کی اور تمام بشریت کی عقلیں دنگ ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۸۷)

شہدا کی ماؤں کو خراج تحسین

بعض افراد عمداً یا از روئے نا آگاہی لوگوں کے درمیان ایسے سوالات اٹھاتے ہیں کہ انقلاب کیلئے بہنے والے اس خون، شہادت اور اس ایثار و فداکاری کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ شبہات پیدا کرنے والے افراد یقیناً عالم غیب اور فلسفہ شہادت سے بے خبر ہیں اور وہ اس بات سے بھی لاعلم ہیں کہ جو رضائے الٰہی کی خاطر جہاد پر گیا ہے اور جس نے خلوص اور بندگی خدا کے سامنے اپنے سر کو جھکا دیا ہے، زمانہ کا اتار چڑھاؤ اور نشیب فراز اور مختلف حادثات و واقعات ان شہدا کے زندہ جاوید ہونے، ان کی بقا اور ان کے رفیع و بلند مقام کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ ہمیں اپنے شہیدوں کی راہ اور ان کے اس عظیم کام کی قدر و قیمت کے ادراک کیلئے بہت لمبا فاصلہ طے کرنا ہوگا اور زمانہ گزرنے، تاریخ انقلاب کے مکمل احاطے اور آئندہ نسل سے آگاہی کے بعد ہی ہم ان کی عظمت تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ بات مسلم ہے کہ شہدا کے خون نے اسلام اور انقلاب کو بیمہ کر دیا ہے، یہ شہیدوں کا خون ہی ہے کہ جس نے اہل دنیا کو استقامت کا درس دیا ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ شہادت کی یہ راہ مجاہدین کے قدموں کے نشان سے کبھی خالی ہونے والی نہیں ہے۔ آنے والی قومیں اور نسلیں راہ شہدا پر قدم اٹھائیں گی اور شہدا کی یہی پاک و پاکیزہ قبور ہیں جو خدا کے عاشقوں، عارفوں اور تڑپنے والے اہل دل کیلئے قیامت تک زیارت گاہ اور قید سے رہائی پانے والے غازیوں کیلئے دارالشفا بن جائیں گی۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ افراد کہ جنہوں نے راہ شہادت کا انتخاب کیا۔ خوشا بحال کہ جنہوں نے اس قافلہ نور میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ خوشا بحال ان ماؤں پر کہ جنہوں نے ایسے گوہروں کی اپنے دامن میں پرورش کی۔

(صحیفہ امام، ج ۲۱، ص ۹۲)

اسکول اور یونیورسٹی

دیندار معلم کا انتخاب

ماں باپ کی تربیت کے بعد بچے کیلئے معلم، استاد اور مربی حضرات کی تربیت کا مرحلہ آتا ہے اور اس مرحلہ کا ذمہ دار خود والد ہوتا ہے اور اس مرحلے کی اچھائی اور برائی بھی اسی کی گردن پر عائد ہوتی ہے۔ ہاں! البتہ خوش اخلاق، دیندار اور مضبوط عقائد کے معلم کا اخلاق، اچھا اسکول اور اسی طرح بچے کو گھر آ کر مہذب اور با اخلاق معلم کا انتخاب بچہ کی ابتدائی تربیت میں پوری طرح تاثیر گزار ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک بچے کی شقاوت و سعادت اسی مرحلہ میں اس کے دامنگیر ہو جاتی ہے۔ معلم و استاد کی تربیت یا بچہ کیلئے شفا کا درجہ رکھتی ہے یا زہر قاتل کا کہ ان سب کی ذمہ دار والد پر عائد ہوتی ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل و جہل ص ۱۵۶)

استاد اور صحیح تربیت

انشاء اللہ ہمیں امید ہے کہ آپ معاشرے کے تمام طبقوں کی مدد اور تعاون سے ان مغرور اور غیر ملکوں میں پناہ لینے والے افراد کے ہاتھوں اس خراب شدہ اور عقب ماندہ مملکت کو اپنے اتحاد و اتفاق اور محنت سے دوبارہ آباد کریں گے۔ ہمارے استادوں اور معلموں کو چاہیے کہ ہماری نوجوان نسل کی اچھی تربیت کریں، ہمارے ماہرین اور انجینئر حضرات اور تمام شعبوں سے وابستہ افراد ملک کی ترقی کیلئے سودمند اقدامات کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۱۰۴)

شیطانی تربیت نہ کریں

آپ کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ آپ کے اعمال، صالح اور نیک ہوں اور آپ کا قیام اور عمل صرف خدا ہی کیلئے ہو۔ جو بھی صاحب اولاد ہے وہ اپنی اولاد کی خدا کی پسندیدہ اور اچھی تربیت کرے، ایسا نہ ہو کہ آپ بچوں کی شیطانی تربیت کریں۔ آپ اسکول اس لیے جاتے ہیں تاکہ آپ کی الٰہی اور پسندیدہ تربیت ہو۔ آپ میں سے جو بھی اسکول کا معلم اور استاد ہے اسے چاہیے کہ وہ بچوں کی اچھی اور نیک تربیت کرے اور شیطانی تربیت کے تمام دروازوں کو ان پر بند کردے۔

(صحیفہ امام، ج۶، ص۱۰۶)

مستقبل کیلئے بچوں کی تربیت

''علوی'' اسکول کے معلم حضرات اور استادوں کے بارے میں جیسا کہ مجھے خبر دی گئی ہے، کارکردگی بہت اچھی ہے۔ آپ نے ہمارے بچوں کی اچھی تربیت کی ہے۔ فقط ایک نکتہ کی جانب توجہ بہت ضروری ہے اور آج کے بعد آپ بھی اس مسئلہ پر غور وفکر کریں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بچوں کی ان کے اپنے زمانے کے مطابق تربیت ہونی چاہیے۔

روایات میں بھی اس مطلب کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنے بچوں کی اپنے زمانے کے مطابق تربیت کرنے کے بجائے خود ان کے آنے والے زمانے کے لحاظ سے تربیت کریں۔ اس لیے کہ یہ مستقبل میں ملک کی باگ ڈور سنبھالیں گے۔ اس لیے اپنے بچوں کو سیاست کی سوجھ بوجھ، فکرودانش اور ملک کے مستقبل سے وابستہ امور سے جدا نہ کریں۔ نوجوان نسل کو سیاست سے دور کرنا اس بات کا باعث بنے گا کہ جب وہ اپنے معاشرے میں قدم رکھیں گے تو وہ معاشرتی مسائل اور اس کے نشیب وفراز سے بالکل نابلد ہوں گے۔ وہ افراد جو اس ملک میں زندگی گزارنا اور ملکی مستقبل کے مالک بننا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ ان تمام مسائل سے آگاہ ہوں۔ استعمار کی تمام چالوں، دھوکہ وفریب اور ملک وقوم کو پسماندہ کرنے کیلئے ان کے تمام اقدامات کو آپ معلم حضرات اور آپ کی تعلیم کے ذریعہ نوجوان نسل تک پہنچنا چاہیے۔ آپ کو چاہیے کہ نوجوانوں کو ان مسائل اور موجودہ زمانے کے تمام نشیب وفراز سے آگاہ کریں۔ اگر خدانخواستہ اس میں کوتاہی سے کام لیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ موجودہ زمانے کی سیاست اور دیگر مسائل سے آگاہ یہ منحرف

افراد ان مسائل سے دور اور ناآگاہ افراد پر غلبہ پالیں گے۔ تعلیم وتربیت کو تمام جہات پر حاوی ہونا چاہیے، یعنی ملک میں موجود ہر انسان کی فردی ضروریات کی تمام جہات کو تعلیم وتربیت بیان کرے۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۱۹۹)

اسلامی تربیت میں خیانت کا نہ ہونا

آپ میں سے جو حضرات معلم اور جامعات میں استاد ہیں، انہیں چاہیے کہ اپنی صحیح تربیت سے انسانوں پر مشتمل قوت تشکیل دیں۔ پرائمری اور سیکنڈری اسکولوں میں اور ان مراکز میں کہ جہاں بچوں کو تربیت کیلئے داخل کرایا جاتا ہے، یہ حضرات ان کی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ انہیں چاہیے کہ ان کی صحیح اور اسلامی تربیت کریں، کیونکہ اسلامی تربیت میں تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں، یعنی اگر ایک مسلمان اس طرح پرورش پائے کہ جس طرح اسلام چاہتا ہے تو اس بات کا امکان نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک وقوم، اپنے برادر دینی، ہمسائے، ہم وطن یا ایک اجنبی شخص سے خیانت کرے۔ درحقیقت اسلامی تربیت پانے والے سے خیانت کا عنصر دور ہو جاتا ہے۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں کی نیک اور اچھی تربیت کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۲۷۷)

نوجوانوں میں خود اعتمادی کو مضبوط بنانا

آپ کی ذمہ داری ہے کہ جوانوں کو خود اعتمادی اور نفسیاتی استقلال پر مبنی تربیت کریں، نیز، غیر ملکی آسائشوں اور بیہودگیوں کی فکر سے آزاد اور خود مختار روح کے ساتھ تربیت کیجئے۔ معلم حضرات! آپ کی ذمہ داری ہے کہ نوجوانوں کو روحی اور فکری استقلال کے ساتھ پروان چڑھائیں اور انہیں اپنی قابلیت وصلاحیت پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کی تعلیم دیں۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۷)

استقلال کے محافظ

معلم حضرات بہت بلند مقام کے حامل ہیں اور ان کی ذمہ داری بھی بہت سنگین ہے۔ اگر معلم حضرات تعلیم دینے میں کوتاہی کریں تو وہ جوابدہ ہیں۔ یہ معلمین ہی ہیں جو ملک اور اس کے استقلال کی

حفاظت کر سکتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۶۲)

معلّمین بیدار ہو جائیں

ہماری نوجوان نسل کو جو مستقبل میں اس ملک کے عہدیدار اور ملکی تقدیر کی مالک ہوگی، معلم حضرات کے زیر سایہ تربیت پانا چاہیے۔ اگر ان کی اچھی تربیت کی جائے تو ہمیں ایک اچھا اور ترقی یافتہ ملک نصیب ہوگا لیکن اگر خدانخواستہ ان کی تربیت اچھی نہ ہو تو یہ ملک ہاتھ سے نکل جائے گا لہذا ان معلّمین کو بیدار رہنا چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۶۲)

مہذب نونہالوں کی تربیت

خواتین کو بھی اپنے بچوں کیلئے معلم ہونا چاہیے اور وہ اپنی آغوش میں استاد اور معلم کی مانند نوجوان نسل کی تربیت کریں۔ اسی طرح والد حضرات کو بھی اپنی اولاد کیلئے معلم ہونا چاہیے۔ آپ کیلئے ضروری ہے کہ اپنے گھر کو اسلامی تعلیمات، احکامات اور نونہالوں کی تہذیب اخلاق کا مدرسہ قرار دیں۔ بچوں کو مہذب بنا کر معلّمین کے پاس بھیجنا بھی والدین ہی کی ذمہ داری ہے اور معلّمین کو چاہیے کہ بچوں کی تہذیب نفس کیلئے پہلے سے زیادہ کوشش کریں۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۶۲)

تمام افراد یا معلم ہیں یا شاگرد

پوری قوم کو اپنی اولاد اور نوجوان نسل کا معلم ہونا چاہیے۔ اسلام کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والے تمام افراد کو یا معلم ہونا چاہیے یا شاگرد۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۶۲)

ملکی ترقی وزوال میں معلمین کا کردار

کسی ملک کے مستقبل کے فیصلوں، انسانوں کی انسانی تربیت اور نوجوان نسل کی صالح تربیت کے ذمہ دار معلّمین ہیں۔ لہذا انسان انہی کے زیر سایہ ہی تربیت حاصل کرے۔ ایک ملک کے مستقبل کے فیصلے اور ملکی تقدیر انہی افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جو بہترین ثقافت اور ان اساتید اور معلّمین کے زیر سایہ

تربیت پاتے ہیں۔ ہر ملک کی ترقی اور زوال میں معلم حضرات اور استادوں کا بہت بڑا کردار ہے۔ یہ معلم ہی ہے کہ اگر خدانخواستہ اس کی تربیت میں پرورش پانے والا کوئی بچہ منحرف ہوجائے تو وہ پورے ملک کو خراب اور تباہ کردے گا۔ یہ معلم ہی ہے جو یا انسانوں کی تہذیب یافتہ تربیت کرتا ہے، انہیں ملک کی نسبت ذمہ دار اور جوابدہ فرد کی حیثیت سے پروان چڑھاتا ہے یا انہیں دوسری طاقتوں کی ٹیکنالوجی، طاقت وقدرت، قابلیت وصلاحیت اور ثقافت پر اعتماد و بھروسہ کرنے اور انہی کے بل بوتے پر زندگی گزارنے والا بناتا ہے۔

تمام خوش بختیوں اور بدبختیوں کا مرکز اسکول ہے اور اس کی چابی معلم حضرات کے ہاتھ میں ہی ہے۔

معلّمین کو سب سے پہلے اپنے کام کی جانب توجہ دینی چاہیے کہ ان کا کام وہی ہے جو انبیاءؑ کا کام ہے، دوسری بات یہ کہ ان کی ذمہ داری وہی انبیاء کی ذمہ داری ہے۔ انبیاء اپنے کام کے ذمہ دار ہیں لیکن وہ اپنی ذمہ داری کو بطریق احسن انجام دیتے ہیں، صحیح عمل بجالاتے ہیں اور امتحان میں بھی اچھے امتیازات سے قبول ہوتے ہیں۔ وہ تربیت پر مامور ہیں لہٰذا تربیت کرتے ہیں اور جتنا ان سے ہوسکتا ہے عمل کرتے ہیں۔

آپ کی بھی وہی ذمہ داری ہے اور آپ بھی انبیاء کی مثل اسی شرافت وبزرگی کے حامل ہیں۔

پس معلّمی، نبوت کا اور معلّمین نبی کا سایہ ہیں۔ پس یہ سایہ اسی طرح عمل کرے کہ جس طرح صاحب سایہ عمل کرتا تھا۔ یہ جو ہم نے سائے کا لفظ استعمال کیا ہے چونکہ سائے کا اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جس طرح جب ایک شخص کا سایہ زمین پر پڑتا ہے تو سایہ کا اپنا کچھ نہیں ہوتا ہے، حرکت اس شخص کی ہوتی ہے اور اس کا سایہ اس شخص کی حرکت اور اعمال کا تابع ہوتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۲۸)

خدا کے سامنے جوابدھی

آپ اور تمام معلم حضرات کو انبیاء کا سایہ ہونا چاہیے۔ وہ تمام افراد جو انبیاء کے مثل کام انجام دیتے ہیں جیسا کہ معلم حضرات یہ کام انجام دے رہے ہیں، ان تمام افراد اور معلّمین کی ذمہ داری بہت زیادہ اور سنگین ہے جیسا کہ علمائے دین کی ذمہ داری سنگین ہے۔ آپ سب کی ایک ذمہ داری ہے اور سب خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ آپ ان نوجوانوں کے ذمہ دار ہیں جو آپ کی کلاس میں آپ کے زیر سایہ تربیت پا رہے ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ انہیں انسان بنائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۲۹)

کلید سعادت وشقاوت اور معلّمین

ہم سب کا کام، میرا اور آپ کا کام وہی ہے جو انبیاء کا کام ہے۔ اگر ہم نے اپنے اس کام میں خیانت کی تو گویا ہم نے انبیاء اور خداوند عالم سے خیانت کی ہے اور ہماری خیانت یہ ہے کہ ایک نوجوان جسے ہمارے پاس اچھی تربیت پانی چاہیے تھی، خراب تربیت پائے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی نوجوان نسل کو استقلال اور انسانی صفات کے ساتھ پروان چڑھائیں۔ اگر آپ اس بات کے خواہاں ہیں کہ آپ کا ملک اور دین محفوظ رہے تو اس کی کلید آپ معلم حضرات کے ہاتھ میں ہے۔ جان لیجئے کہ ایک قوم کی سعادت وشقاوت کی چابی معلّمین کے پاس ہے۔ اگر استاد اچھا ہو تو ملک بھی اچھا ہوگا، اگر معلم واستاد منحرف ہو تو ملک بھی خراب ہو جاتا ہے۔ پس یہ آپ ہیں کہ جو ایک ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں، اس کی معنویت کو بھی اور مادیت کو بھی۔ اسی طرح ایک ملک کو اور اس کی معنویت ومادیت کو خدانخواستہ پستی وزوال کی طرف دھکیلنا بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پس آپ کے اس مقدس کام کی ذمہ داری بہت سنگین ہے اور اس کام میں ہم آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ مقدس کام دراصل وہ امانت ہے کہ جو خدا نے آپ (معلّمین) کو عطا کی ہے۔ چنانچہ اس میں ہمیں خیانت نہیں کرنی چاہیے، انشاءاللہ۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۳۲)

صحیح تربیت کے ذریعہ دین ودنیا کی حفاظت

آپ نوجوانوں، آپ خواتین اور ہم سب کیلئے ایک طویل المدت منصوبہ یہ ہے کہ اگر آپ ایک مذہبی انسان ہوں تا کہ آپ اسلامی مقاصد کو آگے بڑھا سکیں۔ اگر یہ خواتین اپنی آغوش میں بچوں کو تہذیب اخلاق کے ساتھ پروان چڑھائیں اور ان کی اسلامی تربیت کریں تو آپ کا دین اور دنیا دونوں محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن اگر خدانخواستہ بچے ان کی گود سے غیر اخلاقی وغیر اسلامی تربیت پائیں، آپ کے سائے میں بچے غیر اسلامی آداب کے ساتھ پروان چڑھیں، پرائمری اسکولوں میں جانے والے ہمارے بچے اسلامی آداب سے مودب اور مہذب نہ ہوں، سیکنڈری اسکول میں ان کی تہذیب نفس کا کوئی انتظام نہ ہو اور ہماری جامعات بھی اسلامی رنگ وبو سے خالی وعاری ہوں اور ان میں اسلامی احکام وعلوم کا دور دور تک نام ونشان نہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ ہم رو بہ زوال ہیں، یعنی اسلام بھی تباہ ہو رہا ہے اور ملک بھی پستی کی

طرف گامزن ہے۔ (صحیفہ امام، ج۷، ص۴۶۳)

شیاطین سے حفاظت

اگر ہماری جامعات کی اصلاح نہ ہو اور ہمارے اسکولوں کا نظام تعلیم اچھا نہ ہو تو ہمیں اسلامی نظام بنانے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اگر ان دو طبقوں کی اس طرح اسلامی و انسانی تربیت ہو جائے کہ جس طرح اسلام چاہتا ہے تو نہ صرف یہ کہ ہمارا ملک شیاطین کے تصرف و اختیار سے محفوظ ہو جائے گا، بلکہ کسی بھی غیر ملکی طاقت وقدرت سے وابستہ ہوئے بغیر اور بغیر کسی داخلی خیانت کے اپنی مدد آپ کے تحت ترقی کرے گا اور ساتھ ہی آپ کو ہر شعبے میں ترقی حاصل ہوگی۔ (صحیفہ امام، ج۹، ص۳)

سب سے پہلا معلم

ایک معاشرے میں استاد و معلم کا کام، انبیاء کا کام ہے اور انبیاء بھی بشریت کے معلم تھے۔ معاشرے میں معلم کا کردار بہت حساس اور اہم ہے اور اس کی ذمہ داری بھی بہت سنگین ہے۔ ایک معلم بہت اہم کردار کا مالک ہوتا ہے، یعنی تربیت اور تاریکیوں سے نور کی طرف نکالنا ﴿اللهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ معلم کا کام ہے۔ خداوند عالم نے بھی اس کام کو اپنی ذات سے نسبت دی ہے کہ خداوند عالم مومنین کا ولی ہے اور ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ سب سے پہلا معلم خود خداوند عالم ہے کہ جو اپنے انبیاء کے ذریعہ لوگوں کو ظلمات و تاریکیوں سے نجات دلاتا اور وحی کے ذریعہ نور، کمال، عشق، محبت اور انسانی کمالات کی طرف دعوت دیتا ہے۔ خدا کے بعد اس کی طرف سے آنے والے انبیاء ہیں کہ جو اسی کتب الٰہی کی ترویج کرتے ہیں، ان کا کام بھی تعلیم دینا ہی ہے اور وہ بشریت کے معلم و استاد ہیں۔ ان کا کام یہ ہے کہ لوگوں کی تربیت کریں، انسانوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ حیوانیت سے آگے بڑھ کر مقام انسانیت تک جا پہنچیں۔ (صحیفہ امام، ج۹، ص۲۹۱)

انقلاب کے بعد معلم حضرات کی ذمہ داری

اسلامی انقلاب کے بعد آپ معلم حضرات اور تعلیم و تربیت کے شعبہ سے وابستہ تمام افراد کی ذمہ داری یہ ہے کہ جابرانہ حکومت اور غیر ملکی طاقتوں کے تسلّط کے چالیس پچاس برسوں میں ہماری نوجوان نسل کے مغرب زدہ ذہنوں کو نجات دلائیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۳۵۶)

اخلاقی تربیت کی ضرورت

تمام جامعات، تمام تربیتی مراکز اور تمام قدیم دینی مدارس میں ایسے افراد کو ہونا چاہیے کہ جو نوجوانوں کی اخلاقی تربیت کریں۔ اسی طرح علمائے اخلاق پر لازم ہے کہ وہ یونیورسٹی اور دینی مدارس میں اور تمام جگہ اخلاقی تربیت کریں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۵۰۰)

دینی مدارس، اسکول، یونیورسٹی میں تربیت وتزکیہ

آپ نے تربیت معلم کیلئے قیام کیا ہے اور جس نے بھی اس امر کیلئے قیام کیا ہے اسے جاننا چاہیے کہ وہ خدائی کام انجام دے رہا ہے، کیونکہ خداوند تبارک وتعالیٰ معلّمین، یعنی انبیاءؑ کا مربی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تربیت اور تزکیہ، تعلیم پر مقدم ہے۔ ہمارے اسکول، کالج، جامعات، تمام دینی مدارس میں اگر طالب علموں کی تربیت وتزکیہ کا صحیح انتظام ہو تو وہ ملک وقوم کی خدمت بھی کر سکتے ہیں اور بشریت کو سعادت سے ہمکنار بھی۔ بشر کی تمام سعادت وخوش بختی، علم وایمان اور تزکیہ نفس کی وجہ سے ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۶)

اقدار کی طرف دعوت

اگر ایک معلم لوگوں کو نور، اصلاح، اسلام، اخلاق حسنہ اور خدا کی پسندیدہ انسانی اقدار کی طرف دعوت دے اور لوگوں اور نوجوان نسل کو ظلمات اور تاریکیوں سے نکال کر وادی نور میں داخل کرے تو ایسے معلم کا کام، انبیاء کا کام ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۵۰۹)

انسان، معلم کے پاس امانت ہے

معلم وہ امانتدار انسان ہے کہ جو دیگر امین افراد سے بالکل مختلف ہے اور اس کی امانت، انسان ہے۔ اگر کوئی اپنے پاس دوسروں کی امانت میں خیانت کرے تو اس نے خلاف شریعت کام انجام دیا ہے، اگر وہ ایک قالین کو جو اسے امانت دیا گیا ہے، خراب کردے تو معاشرے کا کوئی نقصان نہیں ہوا، فقط ایک شخص کو نقصان ہوا ہے اور خائن کو چاہیے کہ اس کے نقصان کی تلافی کرے۔ لیکن اگر امانت خود انسان اور بچہ ہو جو قابل تربیت تھا، خدانخواستہ اس امانت میں خیانت کی جائے تو یہ پوری قوم، معاشرے اور اسلام کے ساتھ خیانت ہے۔ چنانچہ اس بنا پر یہ کام جو بہت مقدس، اہمیت کا حامل اور تربیت کیلئے تشریف لانے والے انبیاء کا کام ہے اور ساتھ ہی بہت عظیم و سنگین ذمہ داری بھی ہے جیسا کہ انبیاء کی ذمہ داری بہت سنگین تھی۔

آپ کو اس جانب بہت توجہ کرنی کی ضرورت ہے کہ آپ کوئی عام انسان نہیں ہیں۔ آپ فرض کریں کہ کوئی اگر کسی ادارے میں یا حکومتی محکمہ میں کوئی غلط کام انجام دیتا ہے تو یہاں انجام پانے والا غلط کام تعلیم و تربیت کے مراکز اور وزارت تعلیم میں ہونے والے غلط کام سے بہت مختلف ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی حکومتی محکمہ میں ہونے والا غلط کام ایسا ہو کہ پورے ملک کو نابود کردے، ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ لیکن اگر تعلیم و تربیت کے مراکز میں ایک بچہ بری تربیت پائے اور اس کے اخلاق شیطانی اور استکباری ہوں تو اس بات کا امکان ہے کہ یہ بچہ برے اخلاق اور بری تربیت سے ملک اور بہت سے افراد کو تباہ و برباد کردے۔ آپ جو اس مقدس اور عظیم کام میں مشغول ہیں، آپ آنے والی نسلوں کی تمام اچھائیوں میں بھی شریک ہیں اور تمام برائیوں میں بھی۔ کبھی آپ کا نام نوجوان نسل کے جرم کے ساتھ پکارا جائے گا اور کبھی آپ کے حساب میں ان کی نورانیت لکھی جائے گی کہ جس کا سبب خود آپ ہیں، چنانچہ آپ کو اس امر کی جانب بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ آپ کوئی عام انسان نہیں ہیں۔ آپ اس نسل کے معلم ہیں جو مستقبل قریب میں ملکی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں میں لے گی لہذا آپ ایک ایسی نسل کے معلم ہیں، آپ کی طرف سے دی جانے والی تعلیم کو تربیت کے ہمراہ ہونا چاہیے۔ یہ صرف دینی علوم کے معلمین کا فریضہ نہیں ہے، بلکہ مختلف جامعات میں تعلیم دینے والے یہ تمام علوم کے معلم حضرات کا فریضہ ہے۔

اسی طرح دینی علوم کے معلم اگر دینی علوم کی تعلیم دینا چاہتے ہوں اور دینی اخلاق اور اس طفل یا نوجوان کی روحانی تربیت کی جانب ان کی توجہ نہ ہو تو ممکن ہے کہ وہ ایک فساد انگیز شخص کو پروان چڑھائیں جو ملک کو تباہ و برباد کردے۔ اس کام میں دینی علوم کے علاوہ دوسرے علوم پڑھانے والے معلم حضرات بھی شریک ہیں۔ جس علم میں بھی تعلیم دی جائے اور خدانخواستہ اس میں انحراف ہو اور معلم یا استاد ہوں کہ جو اس انحراف کی بنیاد رکھیں تو ان تربیت پانے والے افراد کے جرم میں یہ بھی شریک ہیں اور امکان ہے کہ ان کا ملک تباہی سے دوچار ہو جائے۔ یہ صرف دینی علوم کے معلمین کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ تعلیم دیں، بلکہ یہ آپ سب کی ذمہ داری ہے کہ تربیت کیلئے آپ کے پاس آنے والوں کو صحیح طرح تعلیم دیں اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ تربیت کی اہمیت کو تعلیم سے زیادہ جانیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۳۵)

بچوں کی نورانیت کی پھلنا

آپ کو بہت ہی زیادہ آنکھیں کھول کر چلنا چاہیے، کیونکہ آپ نے جس کام کا انتخاب کیا ہے وہ بہت مقدس اور عظیم کام ہے۔ لہذا آپ کو اس کی ذمہ داری کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ آپ تربیت کر رہے ہیں، تربیت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے، صرف علم تنہا فائدہ نہیں دیتا، بلکہ جو علم تربیت سے الگ ہو مضر اور نقصان دہ ہے۔ یہ بارش جو رحمت الہی ہے، جب پھولوں پر برستی ہے تو فضا میں خوشبو پھیل جاتی ہے اور جب گندگی کے ڈھیر پر پڑتی ہے تو بدبو فضا کو خراب اور آلودہ کردیتی ہے، علم بھی اسی طرح ہے۔ علم اگر ایک تربیت شدہ قلب میں داخل ہو تو اس کی خوشبو پورے عالم کو معطر کردے گی اور اگر یہی علم ایک غیر مہذب یا خراب دل میں وارد ہو تو پورا عالم اس سے خراب ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ﴿اذا فسد العالِم فسد العالَم﴾ ''جب ایک عالم، گمراہ ہو جائے تو وہ پورے عالم کو اپنے ساتھ گمراہ کرے گا''۔ لیکن اگر وہی عالم نیک اور صالح ہو تو وہ پوری دنیا کو اچھا بنا دیتا ہے۔ ایک نیک معلم کی نورانیت بہت زیادہ ہے کہ جو لوگوں کو صلح، اصلاح اور اچھائیوں تک پہنچاتی ہے اور آپ ایسے ہی عظیم کام کے حامل ہیں۔ آپ اس ذمہ داری کے حامل ہیں کہ اس عالم کو تاریکیوں سے نکال کر نور میں لے جائیں اور ان نورانی بچوں کی نورانیت کو مزید پھلنے پھولنے اور زیادہ کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کے کندھوں پہ یہ ذمہ داری ہے کہ آپ بچوں کی اسلامی

تربیت کریں تا کہ انشاء اللہ آپ کا ملک مقام سعادت تک پہنچ جائے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۴۰)

اسلام کو عملی بنانے کی ضرورت

جو چیز آپ کیلئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ طالب علموں کیلئے اسلامی انجمن یا تنظیم بنائیں اور خصوصاً آپ حاضرین کیلئے کہ جنہوں نے سیکنڈری اسکولوں اور کالجوں میں اسلامی تنظیموں کے امور کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ یہ ایک بہت ہی ذمہ داری کا کام ہے کہ جسے آپ نے اپنے ذمے لیا ہے، چنانچہ آپ کو چاہیے کہ اپنے آپ سے شروع کریں، خود کو اسلامی اخلاق سے زینت دیں اور غیر اسلامی اخلاق سے پرہیز کریں۔ یہ اس لیے ہے کہ آپ اپنے سیکنڈری اسکولوں اور کالجوں میں اسلام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی ہرگز یہ خواہش نہیں ہے کہ دوسروں کی مانند آپ کی تنظیم یا انجمن کا نام صرف اسلامی ہو بلکہ آپ تو اس بات کے خواہاں ہیں کہ اسلام کو ان سیکنڈری اسکولوں اور کالجوں میں نافذ کریں کیونکہ ان تعلیمی اداروں کی بہت اہمیت ہے۔ یہ کام صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب آپ خود بھی صحیح اسلامی عقائد کے مالک ہوں اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۲۳۴)

عظیم ذمہ داری

ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی ذات سے شروع کرے اور اپنے عقائد، اخلاق اور اعمال کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے۔ جب اپنی اصلاح کر لے تو اس وقت وہ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرے۔ خصوصاً آپ حضرات جو اسکولوں اور کالجوں میں ہیں اور آپ کا واسطہ بچوں اور نوجوانوں سے ہے اور یہ درحقیقت ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنے اسکول و کالج کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، یہ بہت ہی عظیم کام ہے۔ یہ بچے آپ کے اسکول و کالج سے نکل کر جامعات میں داخل ہوتے ہیں اور یہی ہیں کہ جو مستقبل میں ملک کی باگ ڈور سنبھالتے ہیں۔ اگر یہ نوجوان بچے اخلاق اسلامی کے سائے میں تربیت پائیں اور اس کے بعد معاشرے میں قدم رکھیں تو تب وہ ملک کی اچھائی اور بہتری اور اس کے استقلال کا دفاع کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۲۳۴)

مستقبل کیلئے اپنی ذات کی اصلاح

آپ حضرات، تمام معلموں، استادوں اور تمام شاگردوں کو میرا سلام کہیے گا۔ آپ کلاسوں میں جا کر انہیں میرا یہ پیغام دیجئے گا کہ وہ مستقبل کیلئے اچھی طرح اپنی تربیت کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۱۹۰)

حوزہ ہائے علمیہ، علما اور مساجد

علما کے ذریعہ سے خدا کی پہچان

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی خدا کی شناخت کا طالب ہے اور اپنی استعداد کے مطابق اس کے احکام کو جاننا اور اس کی عبادات کی عظمت و بزرگی کو سیکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے عالم کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرے کہ جس نے پیغمبر اکرمؐ سے بلاواسطہ یا باواسطہ تعلیمات حاصل کی ہیں۔

(کشف الاسرار، ص ۶۹)

محکمۂ پولیس کے برابر حوزہ علمیہ کی فعالیت

اے علم و دانش سے بے بہرہ لوگو! جان لو کہ ایک دینی مملکت، زمین پر جنت کا ٹکڑا ہے جو ایک پاک اور نیک عالم دین کے ذریعہ وجود میں آتی ہے۔ یہی انتھک محنت کرنے والے علما ہیں جو اس ملک کے دو تہائی حصے یا اس سے زیادہ کو بغیر کسی منت سماجت کے چلا رہے ہیں اور تم لوگوں کو اس کی بالکل کوئی خبر نہیں ہے، بلکہ تم ان کی مخالفت پر اتر آتے ہو۔ اس ملک کی ایک تہائی یا اس سے بھی کم آبادی کے یہ تمام فتنہ و فساد، چوریاں، خیانتیں، خون ریزی، آبروریزی اور یہ تمام غارت گری کا علما سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر تم فتنہ انگیز اور بے عقل لوگ عوام کو علما سے رابطہ کا موقع فراہم کرتے تو ہمیں ان محکمۂ پولیس کی بالکل ضرورت نہ ہوتی۔ ایک دینی مدرسہ سو پولیس اداروں کے برابر کام انجام دیتا ہے اور تم سب اس سے غافل ہو۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپ لوگ زندانوں میں قیدیوں کے جرائم کی فائلیں ملاحظہ کرو تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں پر اہل مسجد و عبادت کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ جان لیں کہ آپ کی جو یہ خواہش ہے کہ علما کی قوت کو کم کریں اور لوگوں کے سامنے انہیں بے حیثیت و بے آبرو کریں تو یہ ملک کے ساتھ بہت بڑی خیانت ہے۔

علما کے میدان سے نکلنے کے بعد ملکی فضا میں ایسا خلل ایجاد ہوگا کہ سینکڑوں عدالتیں اور پولیس ادارے بھی ان میں سے کسی ایک کی بھی اصلاح نہیں کرسکتیں گے۔ (کشف الاسرار، ص ۲۰۲)

چراغ راہ

علما کہتے ہیں کہ مخلوط نظام تعلیم میں نوجوان لڑکیوں اور جوان شہوت پرست لڑکوں کا ایک اسکول میں زیر تعلیم پانا ان میں عفت، زندگی کی بنیاد اور جوانمردی کی اساس کو متزلزل کر دیتا ہے، ملک کے مادی اور معنوی نقصان کا باعث ہے اور خدا کے فرمان کے مطابق حرام ہے۔ علما یہ کہتے ہیں کہ شراب فروشی کی دکانوں، نشہ آور چیزیں بنانے والی فیکٹریوں نے ہماری نوجوان نسل کی ذہنوں کو مفلوج اور ملک کی اکثریتی آبادی کی عقل وصحت، مزاج، عفت، شجاعت اور شہامت کو بیکار اور ناکارہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ حکم خدا کے مطابق انہیں بند کردینا چاہیے اور شراب پینا اور شراب بیچنا اسلامی نقطہ نگاہ سے حرام ہے۔ علما یہ کہتے ہیں کہ انسان میں عشق بازی، شہوت پرستی اور عفت کے منافی کاموں کی وجہ دراصل موسیقی ہے جو شہامت وشجاعت کو اس سے چھین لیتی ہے۔ یہ موسیقی قانون شریعت کے مطابق حرام ہے اور اسے اسکولوں کے غیر نصابی سرگرمیوں میں شامل نہیں ہونا چاہیے تاکہ یہ دو لطیف اور جلد متاثر کرنے والے عنصر (شہوت وموسیقی) آپس میں نہ ملیں۔

علما کے پاس کہنے کیلئے بہت سی باتیں ہیں، آپ دین اور اپنے ملک کی اصلاح کیلئے ایک قدم اٹھایئے تاکہ علما جو چراغ راہ کی مانند ہیں، آپ کے دوسرے قدم کیلئے راہ کو روشن کریں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم (کسروی) اور تم جیسے لوگ، سب علما کے مخالف ہو اور اپنی اور دوسروں کی خرابیوں کو بغیر کسی وجہ کے علما کے سر ڈالنا چاہتے ہو اور تمہاری خواہش ہے کہ لوگوں کو ان سے دور کرو تاکہ اپنے مذموم مقاصد تک پہنچ سکو۔

(کشف الاسرار، ص ۲۱۳)

نصیحت نہ کرنے کا گناہ

علمائے اسلام کی اسلامی ممالک اور اسلامی قوانین سے وابستگی اور تعلق ایک ایسا خدائی رشتہ ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ ہم خداوند عالم کی طرف سے اسلامی ممالک اور ان کے استقلال کے محافظ ہیں اور

اسلام اور ملکی استقلال کو لاحق خطرات کے مقابلہ میں ہر قسم کے سکوت و جمود اور ترک نصیحت کو جرم اور بہت بڑا گناہ تصور کرتے ہیں اور اسے سیاہ موت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہمارے رہبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام ظالم کے مقابلہ میں سکوت اور خاموشی کو جائز نہیں جانتے تھے اور ہم بھی اسے جائز نہیں جانتے ہیں۔ ہماری ذمہ داری قوم، حکومتوں اور تمام اداروں کی ہدایت ہے اور فرمان خدا کے مطابق کبھی بھی اپنی اس ذمہ داری سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ آج کے دور میں ظالم کے مقابلہ میں سکوت اور خاموشی دراصل ظالموں کی بہت بڑی خدمت و مدد ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱، ص ۸۵)

علماء مؤمنین کی تربیت کیلئے ہیں

مستطاب الاسلام سید العلماء محترم جناب سعیدی صاحب[۱] (دامت افاضاتہ)

آپ کا نامۂ گرامی موصول ہوا۔ میرا خیال تھا کہ میں نے آپ کو جواب دے دیا ہے، چونکہ اپنے مکتوبات میں جواب کو نہیں پایا اور جواب نہ دینے کا احتمال بھی موجود تھا۔ بہرحال ہر صورت میں آپ کے شاگردوں اور ارادتمندوں کی گفتگو سے پتا چلا ہے کہ الحمدللہ آپ کو اہل ایمان کی تربیت اور ترویج دین کی کامل توفیق حاصل ہوگئی ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۲، ص ۲۰۲)

اسلام کی حفاظت، سب سے بڑی ذمہ داری ہے

ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کی حفاظت کریں اور یہ ذمہ داری بہت سے واجبات سے زیادہ اہم ہے حتیٰ نماز اور روزے سے زیادہ واجب ہے۔ یہی ذمہ داری اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس راہ میں خون بہایا جائے، امام حسینؑ کے خون سے بڑھ کر قیمتی کس کا خون ہوگا کہ جو اس راہ میں بہا ہے۔

یہ اسلام کی ہی عطا کردہ قدر و قیمت ہے، چنانچہ ہمیں چاہیے کہ اس معنی کو خود بھی سمجھیں اور دوسروں کو بھی تعلیم دیں۔ آپ اسی صورت میں اسلام کے نمائندے ہیں کہ جب آپ لوگوں کو اسلامی تعلیمات دیں۔

۱۔ آیت اللہ سید محمد رضا سعیدی ؒ کا تعلق مجاہد علما میں سے ہے کہ جنہیں صیہونیوں کی ایران میں سرمایہ گزاری کے راز کو افشا کرنے پر شاہ ایران کی حکومت نے گرفتار کر کے شہید کر دیا تھا۔

یہ نہ کہیں کہ یہ سارے کام چھوڑ دو اور امام زمانہؑ خود تشریف لا کر سارے کام خود ہی انجام دے دیں گے۔ کیا آپ نماز کو بھی اس لیے نہیں پڑھتے ہیں کہ جب امام زمانہؑ تشریف لائیں گے تو پڑھیں گے؟ یہ نماز کا حال ہے تو اسلام کی حفاظت نماز سے زیادہ واجب ہے۔ کہیں آپ حاکم خمین کی طرح نہ کہنے لگیں کہ جو یہ کہتا تھا کہ ہمیں گناہوں کو رواج دینا چاہیے تا کہ امام زمانہؑ جلدی سے ظہور کریں! جب تک برائیاں نہیں پھیلیں گی اس وقت تک امام زمانہؑ ظہور نہیں فرمائیں گے! آپ یہاں بیٹھ کر صرف مباحثہ نہیں کریں، بلکہ اسلام کے تمام احکامات کا مطالعہ کریں، حقائق کو منتشر کریں، چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھیں اور انہیں چھاپیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں یقیناً اثر رکھتی ہیں اور میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ ان کا بہت اثر ہوتا ہے۔

(ولایت فقیہ، ص ۵۷)

تبلیغ و تعلیم، فقہا کی دو اہم ذمہ داری

تبلیغ و تعلیم ہماری دو اہم اور بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ فقہا کی ذمہ داری ہے کہ وہ عقائد، اسلامی احکامات اور اس کے نظام کو تبلیغ کے ذریعہ بیان کریں اور لوگوں کو تعلیم دیں تا کہ معاشرے میں اسلامی نظام کی برقراری اور اس کے احکام کیلئے زمین ہموار ہو سکے۔ آپ نے روایات میں اس بات کو ملاحظہ کیا ہے، پیغمبر اکرمؐ کے جانشینوں، یعنی فقہا کی صفات کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ﴿یعلمونها الناس﴾ یعنی لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں، مخصوصاً آج کے زمانے میں کہ جب استعمار، ظالم و خائن سلاطین مملکت، یہود، نصاریٰ اور مادی نظریات کے حامل افراد کی سیاست ہی یہ ہے کہ وہ اسلامی حقائق میں تحریف اور مسلمانوں کو گمراہ کریں۔ ان حالات میں تبلیغ و تعلیم کی ہماری ذمہ داری پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان یہودیوں کہ خدا انہیں ذلیل و رسوا کرے، نے قرآن میں بھی تحریف کی ہے اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں جو قرآن چھاپے ہیں ان میں تبدیلیاں کیں ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس خیانت و تحریف کا راستہ روکیں، یہاں فریاد بلند کرنی اور لوگوں کو خبردار کرنا چاہیے تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ یہودی اور ان کے آقا و پشت پناہ ایسے لوگ ہیں جو اسلام کی بنیاد و اساس کے مخالف ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ دنیا میں (فقط) یہودی حکومت بنائیں۔

(ولایت فقیہ، ص ۱۱۶)

شبہات کا جواب

آپ کا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات میں جو کچھ آپ نے تفکر اور غور وخوض کیا ہے اسے لوگوں میں بیان کریں اور جو کچھ آپ نے سیکھا ہے وہ لوگوں کو سکھائیں۔ روایات میں اہل علم وفقیہ کی جو کچھ تعریف وتمجید بیان کی گئی ہے، اسی لیے ہے کہ وہ اسلامی احکامات، عقائد اور اسلامی نظام کو لوگوں میں بیان کرتا اور انہیں سنت رسولؐ سے آشنا کرتا ہے۔ آپ کو بھی چاہیے کہ اپنی تبلیغ وتعلیم کے ذریعہ سے اسلام کی شناخت وترویج کی کوشش کریں۔

ہمارا فریضہ ہے کہ اسلام کیلئے جو شکوک وشبہات ایجاد کیے جاتے ہیں، انہیں دور کریں، کیونکہ اگر ہم نے ان کو لوگوں کے اذہان سے دور نہیں کیا تو پھر ہم کوئی کام بھی انجام نہیں دے سکتے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو اور آنے والی نسلوں کو مجبور کریں اور انہیں اس بات کی تاکید کریں وہ بھی آنے والی نسلوں کو اس بات پر مامور کریں کہ ان چند صدیوں میں دشمن طاقتوں کی طرف سے ہونے والے پروپیگنڈے کے نتیجے میں لوگوں کے اذہان میں حتیٰ بہت سے پڑھے لکھے افراد کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں جو شکوک وشبہات پیدا ہوئے ہیں، انہیں دور کریں اور کائنات کے متعلق اسلامی آئیڈیالوجی اور اسلام کے اجتماعی نظام زندگی کی شناخت کرائیں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی حکومت کو شناخت کروائیں تاکہ لوگ جان لیں کہ اسلام کیا ہے اس کے قوانین کیسے ہیں؟ آج حوزہ علمیہ قم ومشہد اور دیگر حوزہ ہائے علمیہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کریں۔ لوگ اسلام سے واقف نہیں ہیں، یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنے آپ کو، اسلام کو، اسلامی رہبری اور حکومت اسلامی کی زندہ مثال کو دنیا کے سامنے پیش کریں خاص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ اور یونیورسٹی سے وابستہ افراد کیلئے، کیونکہ یونیورسٹی کے طالب علم کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ آپ مطمئن رہیں کہ اگر آپ نے اس مکتب کو پیش کیا اور اسلامی حکومت کو اس کی حقیقی شکل کے ساتھ یونیورسٹیوں میں پہچان کروائی تو وہاں موجود طالب علم اس کا استقبال کریں گے۔ یونیورسٹی کے یہ طالب علم استبدادیت کے مخالف ہیں، وہ استعماری حکومتوں اور ان کی غلام حکومتوں کے خلاف ہیں، وہ ہر قسم کی زور وزبردستی اور عوامی دولت کی غارتگری کی سختی سے مخالفت کرتے ہیں اور وہ حرام خوری اور جھوٹ وکذب کے مخالف ہیں۔ وہ اسلام جو اجتماعی طرز حکومت کا حامل اور اجتماعی نظریات رکھتا ہو

اس کی نہ کوئی یونیورسٹی مخالفت کرتی ہے اور نہ کوئی طالب علم۔ یونیورسٹی کے طالب علموں کی نگاہیں حوزہ علمیہ نجف پر جمی ہوئی ہیں کہ وہ ہمارے لیے کوئی راہ تدبیر نکالیں۔ کیا ہم علما ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں کہ یہ یونیورسٹی کے طالب علم ہیں، امر بالمعروف کریں اور ہمیں ہماری ذمہ داری کی ادائیگی کی دعوت دیں؟ یورپی ممالک میں رہنے والے یہ نوجوان ہم علما کو کہ جنہوں نے یہ حوزہ علمیہ (نجف) بنایا ہے، امر بالمعروف کریں کہ آپ نوجوان طالب علم ہماری مدد کریں؟ (ولایت فقیہ، ص ۱۱۸)

لوگوں کی فکری اور سیاسی رشد کی طرف توجہ

آپ کو چاہیے کہ اس مطلب کو لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی فکری اور سیاسی رشد کا انتظام کریں۔ ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم کس طرح کی حکومت کے خواہاں ہیں، حکومتی امور کو چلانے والے افراد اور زمامدار افراد کی کیا صفات ہوں اور ان کی سیاست اور رفتار و کردار کا حدود اربعہ کیا ہو۔

(ولایت فقیہ، ص ۱۱۹)

حقائق کے بیان کے ذریعہ عوامی تحریک کا آغاز

اب آپ اسلام کے دلیر فرزندوں کو کھڑا ہو جانا اور لوگوں کیلئے بولنا چاہیے۔ آپ حقائق کو آسان زبان میں لوگوں کیلئے بیان کریں اور انہیں جوش و خروش کے ساتھ حرکت میں لے آئیں۔ یہ آپ کا کام ہے کہ کوچہ و بازار میں بسنے والے لوگوں، باایمان مزدوروں، پاک دل کسانوں اور بیدار صفت یونیورسٹی کے طالب علموں سے مجاہد تیار کریں اور اس طرح تمام لوگ مجاہدین بن جائیں گے۔ معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے مختلف افراد اس بات کیلئے تیار ہیں کہ اپنی قوم کی آزادی، استقلال اور سعادت و خوش بختی کیلئے جنگ کریں اور یہ بات جاننی چاہیے کہ آزادی اور سعادت سے جنگ کرنے کیلئے دین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام کو جو مکتب جہاد اور دین مبارزہ ہے، لوگوں کے سامنے پیش کریں تا کہ اس کے مطابق اپنے عقائد و اخلاق کی اصلاح کریں اور ایک بڑی طاقت بن کر استعماری اور ظالمانہ سیاسی نظام کو سرنگوں کر کے اسلامی حکومت قائم کریں۔ (ولایت فقیہ، ص ۱۲۱)

عوام کا علما کی اقتدا کرنا

ہماری ذمہ داریاں بہت دشوار ہیں اور ہم پر لازم ہے کہ خود کو روحانی اور طرز زندگی کے لحاظ سے کامل بنائیں۔ ہمیں چاہیے کہ پہلے سے زیادہ پاک و پاکیزہ بنیں اور دنیوی مال و منال سے منہ موڑ لیں۔ آپ حضرات کو چاہیے کہ خود کو امانت خدا کی حفاظت کیلئے تیار کریں، امین بنیں اور دنیا کو اپنی نظروں سے گرا دیں۔ یقیناً آپ حضرت امیر المومنین ؑ جیسے ہرگز نہیں بن سکتے ہیں کہ جو یہ فرماتے تھے کہ دنیا میری نگاہوں میں بکری کے آب بینی کی مانند ہے، لیکن آپ کو چاہیے کہ دنیوی مال و منال سے پرہیز کریں، اپنا تزکیہ نفس کریں، خداوند عالم کی طرف توجہ کریں اور متقی بنیں۔ اگر خدانخواستہ آپ تعلیم اس لیے حاصل کرتے ہیں کہ کل مقام و منصب تک پہنچیں تو نہ آپ فقیہ بنیں گے اور نہ اسلام کے امانتدار۔ آپ کو چاہیے کہ خود کو آمادہ کریں کہ آپ کا وجود اسلام کیلئے مفید ثابت ہو، آپ امام زمانہ ؑ کے سپاہی بنیں تا کہ خدمت کرسکیں اور عدل و انصاف کو پھیلا سکیں۔ صالح اور نیک افراد ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا وجود معاشرے کیلئے اصلاح کرنے والے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایسے افراد کی نشست و برخاست اور معاشرت اختیار کرنے سے انسان پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ ایسا کام کیجئے کہ آپ کے کام و اخلاق اور مال دنیوی سے آپ کی روگردانی سے لوگوں کی اصلاح ہو اور وہ آپ کی اقتدا کریں، آپ لوگوں کے مقتدیٰ، خدا کا لشکر اور اس کے سپاہی بنیں تا کہ اس طرح آپ اسلام اور حکومت اسلامی کو متعارف کرا سکیں۔

(ولایت فقیہ، ص ۱۳۷)

آداب اسلامی کے ذریعہ لوگوں کی تربیت

آپ کو حوزہ ہائے علمیہ میں اپنی ایسی تربیت کرنی چاہیے کہ جب آپ ایک شہر یا گاؤں میں جائیں تو وہاں باشندوں کی ہدایت کرسکیں اور انہیں مہذب بنا سکیں۔ آپ سے اسی بات کی توقع کی جاتی ہے کہ جب آپ مرکز فقاہت سے لوٹ کر آئیں تو آپ نے اپنی تربیت کر لی ہو اور آپ مہذب بن چکے ہوں تا کہ لوگوں کی ہدایت اور اسلامی و اخلاقی آداب و دستور کے مطابق ان کی تربیت کرسکیں۔

(جہاد اکبر، ص ۱۳)

دینی مدارس میں تہذیب نفس کی اہمیت

کیا ہی خوب ہو کہ فقہا عظام اور محترم معلمین، مدرسین حضرات جو حوزہ علمیہ میں توجہ کا مرکز ہیں، اپنے درس و بحث کے ساتھ ساتھ طالب علموں کی تربیت اور تہذیب نفس کی بھی کوشش کریں اور اخلاقی اور معنوی مسائل کو زیادہ بیان کریں۔ اسی طرح حوزہ علمیہ کے طالب علموں پر بھی لازم ہے کہ ملکات فاضلہ اور تہذیب نفس کے حصول کیلئے جدوجہد کریں اور اپنے کندھوں پر عائد سنگین ذمہ داری اور اہم فرائض کو اہمیت دیں۔

(جہاد اکبر، ص ۱۲)

معاشرے میں علما کے اخلاق کی اہمیت

اگر آپ کے غیر مناسب سلوک اور برے اعمال و کردار کے سبب ایک آدمی بھی گمراہ ہو گیا اور اس نے اسلام سے منہ موڑ لیا تو آپ نے بہت بڑا گناہ کبیرہ انجام دیا ہے اور مشکل ہے کہ آپ کی توبہ قبول ہو۔ اسی طرح اگر آپ کے ہاتھوں ایک آدمی بھی ہدایت پا جائے تو روایت کے مطابق یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔

آپ کی ذمہ داری بہت سنگین ہے اور آپ کے فرائض عوام الناس کے فرائض سے بالکل الگ ہیں۔ بہت سے ایسے کام ہیں جو عوام الناس کیلئے مباح ہیں لیکن آپ کیلئے جائز نہیں ہیں، بلکہ ممکن ہیں کہ وہ حرام ہوں۔ (آپ کے عظیم مرتبے کی وجہ سے) لوگوں کو آپ سے اس بات کی کوئی توقع نہیں ہے کہ آپ بہت سے مباح کاموں کو انجام دیں تو کجا پست وگھٹیا اور حرام کام کہ اگر خدانخواستہ آپ ایسے اعمال کا ارتکاب کریں تو اس سے لوگ اسلام و علما سے بدگمان ہو جائیں گے۔

(جہاد اکبر، ص ۱۳)

علما اور انسانوں کی تربیت

ان چند علما نے جو جاں فشانی سے کام لیا ہے اور خود کو فدا کیا ہے اور آپ ان پر یونہی اعتراض کر رہے ہیں۔ آپ کو حقیقت کا علم نہیں ہے، نہ آپ سوء قصد رکھتے ہیں اور نہ سوء نیت، بلکہ آپ صرف حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اگر مجھ میں اس بات کی قدرت ہوتی کہ ایک سلطان جائر کو سیدھی راہ پر لے آؤں تو میں جاتا

اور اس کا درباری بن جاتا، آپ کی بھی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر آپ ایک ظالم حکمران کی اصلاح کر سکتے ہیں تو جا کر درباری بن جایئے۔ اس نیت کے ساتھ انسان درباری نہیں بنتا ہے، بلکہ یہ دراصل انسان کی تربیت کرنا ہے، نہ یہ کہ یہ درباری علما بن کر مادی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں، نہیں، یہ انسانوں کی تربیت چاہتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۳، ص ۲۴۱)

ایرانی معاشرے میں فکری انقلاب

یقیناً ہم علما نے لوگوں کی ہدایت کی اور طاغوتی حکومت کے تمام جرائم کو ظاہر کیا ہے۔ الحمد للہ علما کی یہ کاوش مفید واقع ہوئی ہے کہ جس کے نتیجہ میں لوگ بھی آگاہ ہو گئے ہیں اور ایرانی معاشرے میں ایک فکری انقلاب وجود میں آیا ہے اور یوں سب عوام ایک آواز ہو کر ایک مقصد کے پیچھے چل پڑے ہیں اور وہ چیز اس شاہی خاندان کی نابودی، شہنشاہی نظام حکومت کی بساط کا لپیٹا جانا اور اسلامی حکومت کی تشکیل ہے اور پورا ایران اس ہدف کے پیچھے رواں دواں ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۱۸۲)

علما اور بدعتوں کا مقابلہ

اگر دین میں بدعتیں پیدا ہو جائیں تو علما پر لازم ہے اپنے علم و دانش کو ظاہر کریں اور اس بات کی اجازت نہ دیں کہ بدعت ایجاد کرنے والوں کی زیرکی و چالاکی اور فریب و دھوکہ دین اور لوگوں پر اثر انداز ہوں اور وہ انہیں منحرف کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۵، ص ۳۸۹)

علما کی سنگین ذمہ داری

اگر تمام لوگ اس طرف متوجہ ہو جائیں کہ علما اور دینی علوم کے طلبا اپنی خواہشات نفسانی پر عمل کرنے کے نتیجے میں آپس میں اختلافات کا شکار ہیں تو وہ آپ سے منہ موڑ لیں گے اور اگر وہ آپ سے بدظن ہو جائیں تو جان لیں کہ یہ آپ کی شکست کا سبب ہے اور آپ کی شکست، اسلام کی شکست ہے۔ چنانچہ آپ کی ذمہ داری بہت سنگین ہے اور آپ کو چاہیے کہ اپنے اخلاق اور اعمال سے لوگوں کو دعوت عمل دیں۔ آپ لوگوں کے ہادی ہیں۔ لہٰذا آپ کو چراغ راہ کی مانند ہونا چاہیے جو اپنی روشنی و نور سے راہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ

آپ کو تہذیب نفس کی کوشش کرنی چاہیے۔
(صحیفہ امام، ج ۶، ص ۲۸۲)

مدرسہ فیضیہ، علم اور احکام کو بیان کرنے کی جگہ

مدرسہ فیضیہ، وہ مقدس جگہ ہے کہ جہاں سے علم چار سو پھیلتا ہے اور احکام الہٰی کو بیان کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سے علم تمام جگہ پھیلا اور اسی علم کے نتیجے میں جہاد اور جہادی روح تمام جگہ پہنچی ہے۔
(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۳۲)

حفاظت دین علما کے ہاتھ میں ہے

ہم سب کے کام، آپ کا پیشہ اور میرا کام، یہ سب انبیاء سے ہمیں ملے ہیں۔ اگر ہم اپنی اس ذمہ داری میں خیانت کریں تو ہم نے انبیاء اور خداوند عالم کے ساتھ خیانت کی ہے۔ ہماری خیانت یہ ہے کہ ہمارے ہاتھوں تربیت پانے والے نوجوان، ہماری غلطی کی وجہ سے غلط تربیت پائیں۔ چنانچہ آپ کو چاہیے کہ نوجوانوں کی صحیح اور انسانی تربیت کریں۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپ کا ملک اور دین محفوظ رہے تو ان کی حفاظت، آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ملک کی سعادت وشقاوت استاد و معلم سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر تعلیم وتربیت کے شعبہ سے وابستہ افراد نیک اور صالح ہوں تو ملک بھی اچھا بن جاتا ہے۔ اگر معلم واستاد اچھا ہو تو اس کے نتیجے میں ایک مملکت بھی اچھی بن جاتی ہے۔ لیکن اگر یہی استاد و معلم منحرف ہو جائے تو وہ پورے ملک کو منحرف کردے گا۔ یہ آپ لوگ ہیں کہ جو ایک ملک کو اور اس کی معنویت و مادیت کو ترقی سے ہمکنار کر سکتے ہیں اور اسے پستی کی طرف بھی دھکیل سکتے ہیں۔ پس آپ کی یہ ذمہ داری بہت بڑی ہے اور مقدس بھی اور یہ مقدس کام آپ کے کندھوں پر ہے اور ہم بھی آپ (اساتذہ) کے ساتھ ہیں اور یہ وہ امانت ہے کہ جسے خدا نے آپ کو عطا کیا ہے اور ہمیں چاہیے کہ اس امانت میں خیانت نہ کریں، انشاءاللہ۔
(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۳۳۲)

ایک ہی راستہ

علما اور یونیورسٹی کے شعبہ تدریس سے وابستہ افراد ایک ہی راستے کے راہی ہیں اور ان دونوں کی

ذمہ داری دوسرے شعبوں سے وابستہ افراد کی ذمہ داری سے بہت زیادہ ہے۔ اگر ان کا کام مقدس ہے تو اس لیے کہ اگر ان کی ذمہ داری اور کام کے تقاضوں پر عمل کیا جائے تو ایک نیک انسان وجود میں آتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ یہ انبیاء کا کام ہے۔ تمام انبیاء انسانوں کی تربیت کیلئے تشریف لائے تھے اور قرآن بھی جو انسانی تربیت کی کتاب ہے، اسی لیے نازل ہوا ہے۔ پس یہ کام بہت ہی مقدس کام ہے اور اس کی ذمہ داری بھی بہت سنگین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں تعلیمی اداروں، یعنی دینی مدارس اور جامعات میں ملکی تقدیر و مستقبل کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور ایک مملکت کے تمام اصلاحی کاموں کا نقطہ آغاز انہی دو اداروں سے ہوتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۶۸)

جب چور چراغ لے کر آئے...

اگر آپ یا ہم یہ گمان کریں کہ علم سعادت وخوش بختی کا سبب ہے خواہ کوئی سا بھی علم ہو تو یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے، کیونکہ یہی علم کبھی کبھی بہت سی بدبختیوں اور شقاوت کا سبب بن جاتا ہے۔ حکیم سنائی کا شعر ہے کہ:

چون دزدی با چراغ آید گزیدہ تر برد کالا

(جب چور چراغ لے کر آئے تو وہ بہتر سامان چرا کر لے جاتا ہے)

اگر ایک عالم دین علم رکھتا ہو لیکن ایمان سے خالی ہو تو اس کا راستہ انبیاء کا راستہ نہیں ہو سکتا ہے اور وہ بہت سی برائیوں کا سبب بنے گا۔ مختلف قسم کے مذاہب ایسے ہی علما کے ذریعہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ عالم دین کہ جس کے خیال میں صرف علم ہی کافی ہے، ایسے علما میں سے کوئی ایک بھی انبیاء کی راہ پر گامزن نہیں تھا۔ اگر ہماری جامعات صرف اس بات کی فکر کریں کہ ایرانی نوجوانوں کے علم و معلومات کو زیادہ کر دیں اور ان کا ڈھیر لگا دیں تو یہ بات ہماری قوم کی سعادت کیلئے یا فائدہ مند نہیں ہے یا نقصان دہ ہے۔ ایک یونیورسٹی سے فارغ التحصیل شخص کا انحراف وبگاڑ ایک عام انسان اور ایک کسان کے انحراف و بگاڑ سے بالکل مختلف ہے، اسی طرح ایک عالم دین کا گمراہ ہونا ایک عام انسان ومزدور کے انحراف سے فرق رکھتا ہے۔ اگر ایک دکاندار، مزدور، کسان اور اسی جیسے دیگر افراد اگر کسی برائی کا شکار ہو جائیں تو ان کی یہ برائی اور انحراف شخصی اور ذاتی ہے لیکن یونیورسٹی کے استادوں کا انحراف اور برائی صرف ان کی ذات سے مربوط نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ

ایک گروہ اور طبقہ کا انحراف بن جاتا ہے۔ کون سا طبقہ؟ وہ طبقہ جو ایک مملکت کو چلانا چاہتا ہے۔ ایسے افراد کا انحراف بعض اوقات ایک ملک کے انحراف پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ایک عالم دین کی برائی اور انحراف، اس کی ذاتی برائی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک قوم کی برائی اور انحراف ہے۔ اس بنا پر یہی دو گروہ ہیں کہ جو خدمت کر سکتے ہیں اور کسی ملک کو نجات دے سکتے ہیں اور اگر ان دونوں کا راستہ حق کا راستہ نہ ہو تو یہ اپنے ملک کو تباہی سے بھی دوچار کر سکتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۶۷)

دینی مدارس اور یونیورسٹی میں مومن انسان کی تربیت

تمام خیر و برکت اور مادی اور معنوی جہات میں ایک ملک کی ترقی اور پیشرفت کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ ہر کام میں ایمان کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ہمیں آپس میں ہاتھ میں ہاتھ دے کر آنے والی نسل کیلئے کہ جس کے ہاتھ میں ملکی باگ ڈور ہے، ایمان پیدا کرنا چاہیے۔ آپ جامعات سے مومن طالب علموں کی پرورش کریں اور ہم دینی مدارس سے باایمان علما کو معاشرے میں بھیجتے ہیں۔ ہم عالم محض نہیں چاہتے۔ ایک عالم صرف اپنے علم کے ساتھ سودمند ثابت نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح مومن انسان بھی تن تنہا بہت زیادہ فائدہ مند نہیں ہے۔ لیکن جب ایک عالم دین باایمان اور مومن و متقی بن جائے تو اس وقت تمام خیر و برکت اور ایک ملک کی حفاظت کا نقطہ آغاز بن جاتا ہے لیکن انحراف کی صورت میں وہی عالم خدانخواستہ، پورے ملک کو تباہ کر سکتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۴۷۳)

دینی مدارس اور یونیورسٹی کی ذمہ داری

کسی مملکت کی تربیت کا ذمہ لینے والے تربیتی اور تعلیمی ادارے خواہ وہ علما کے دینی مدارس ہوں یا یہ آپ کی یونیورسٹی، ان سب کو انسانوں کی تربیت کا عہدہ دار ہونا چاہیے، یعنی جب یہ نوجوان یونیورسٹی سے باہر آئیں تو انسان بن کر باہر نکلیں اور وہ مغرب سے متاثر نہ ہوں، بلکہ وہ اسلامی فکری کے حامل ہوں۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۹۶)

حکومتوں میں دانشمندوں کا کردار

خواجہ نصیر الدین اور انہی جیسے دیگر افراد کے واقعہ سے آپ واقف ہیں کہ خواجہ نصیر الدین کسی حکومتی ادارے میں جاتے تھے تو اس لیے نہیں کہ وزیر بنیں، بلکہ وہ انسانوں کی تربیت کے خواہاں تھے۔ وہ اس لیے نہیں جاتے تھے کہ ان کے زیر اثر رہیں، بلکہ ان کی یہ خواہش تھی کہ جہاں تک ہو سکے ان کو مہار کریں۔ وہ کام جو خواجہ نصیر الدین نے مذہب کیلئے انجام دیئے، وہ کام جنہوں نے خواجہ نصیر الدین کو خواجہ نصیر الدین بنایا وہ نہ ان کی طب تھی، نہ ان کی ریاضیات۔ خواجہ نصیر الدین جو ہلاکو اور اسی جیسے دوسرے افراد کے پاس گئے تو اس لیے نہیں کہ ان سے کوئی وزارت وعہدہ لیں یا اپنے لیے کوئی مقام ومنصب حاصل کریں، بلکہ وہ اس لیے گئے تا کہ انہیں مہار کریں اور اپنی قدرت وطاقت کے مطابق خدا اور عالم اسلام کی خدمت کریں۔ اسی طرح محقق ثانی، علامہ مجلسی اور اسی طرح کی دوسری شخصیات۔ علامہ مجلسی جو صفوی خاندان کی حکومت میں تھے، انہوں نے صفوی خاندان کو علما کا خاندان بنا دیا نہ کہ خود کو صفوی بنایا! وہ صفوی خاندان کو مدرسہ اور علم ودانش کی وادی میں لے گئے اور جہاں تک ان سے ہوا انہوں نے کوشش کی۔ ہمیں صرف موجودہ حالات کو ہی مدنظر نہیں رکھنا چاہیے کہ جب علما دربار میں جاتے تھے، بلکہ آج بھی ہم اگر یہ کام کر سکیں تو ہماری یہ ذمہ داری ہوگی۔ اگر ہم اس وقت بھی اس کام پر قدرت رکھتے ہوتے تو حکومتی اداروں میں داخل ہو جاتے۔ اس لیے کہ مقصد یہ ہے کہ انسان کی تربیت کریں۔ اگر انسان اس کام پر قدرت رکھتا ہو کہ محمد رضا پہلوی (شاہ ایران) کو انسان بنا سکے تو یہ بہت اچھا کام ہے۔

(صحیفہ امام، ج۸، ص۲۳۶)

انسانی تربیت کی شرط

اگر یونیورسٹی کے شعبہ تدریس سے وابستہ افراد اور علما کی ذمہ داریوں کے تقاضوں پر اگر عمل کیا جائے تو نیک انسان وجود میں آتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ (معلّمی کا) کام، انبیاء کا کام ہے۔

(صحیفہ نور، ج۱۱، ص۹۶)

معاشرہ کی اصلاح وفساد، تربیت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہے

معاشرے کے ان دو طبقوں (استاد اور علما) کی اصلاح سے پورا معاشرہ اصلاح پا جاتا ہے۔ یہ دو طبقے

کہ ﴿اذا فسدَ العالِمُ فسدَ العالَمُ﴾ ''جب ایک عالم خراب ہو جائے تو پورا عالم خراب ہو جاتا ہے'' یہ عالم میں نہیں ، بلکہ آپ ہیں اور ہم سب ہیں۔ آپ سب علما کے زمرے میں آتے ہیں کہ خدانخواستہ اگر آپ خراب ہو گئے تو پورا عالم خراب ہو سکتا ہے اور اگر آپ نیک اور صالح ہوں تو پوری دنیا کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ معاشرے کی اصلاح و فساد اور برائی اس معاشرے کی تربیت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ مربی آپ اور علما ہیں، وہ ایک طرح سے مربی ہیں اور آپ ایک دوسری طرح سے۔ البتہ یہ دونوں طبقے معاشرے کے مربی ہیں۔

اگر بنا علمی تربیت پر ہی ہو تو پھر اگر آپ ایک طبیب بنانا چاہتے ہیں لیکن آپ کی توجہ اس طرف نہ ہو کہ وہ طبیب کیسا ہو تو یہ طبیب کل ایک دوکاندار کی مانند عمل کرے گا جو ایک مریض کو بار بار بلائے گا تاکہ اس کی فیس سے اپنی جیب بھر سکے۔ بالفرض یہ بہت اچھا طبیب بنا ہے، اپنی طبابت اور شعبے کے لحاظ سے حاذق طبیب ہے لیکن چونکہ اس کا اخلاق صحیح نہیں تھا، اس نے تہذیب نفس نہیں کی تھی، وہ متقی اور خداشناس نہیں تھا، اسی لیے اپنے مریض کو بار بار بلاتا ہے۔ آج ایک نسخہ دیتا ہے اور دواخانے والے سے بھی طے کرتا ہے کہ وہ دوا کو مہنگا بیچے اور یوں اس بے چارے مریض کو پھنسائے رکھتا ہے۔ اگر اس نسخے نے فائدہ نہیں کیا تو کل دوسرا نسخہ۔ یہ طبیب صرف اپنی طبابت کے اعتبار سے اچھا اور ماہر طبیب ہے۔ آپ ایک انجینئر بناتے ہیں جو اپنے شعبے میں بہت مہارت رکھتا ہے لیکن ایک وقت فرض کریں کہ وہ ایک عمارت کا نقشہ بنانا چاہتا ہے تو اپنی چالاکی اور استادی کے ساتھ اس طرح بناتا ہے کہ وہ نقشہ مفید اور صحیح نہ ہو اور اس انجینئر کیلئے منفعت کا باعث ہو۔ علما کے طبقہ میں بھی اگر پوری توجہ اس بات کی طرف ہو کہ وہ طالب علموں کو مختلف علوم کا عالم دین بنا دیں تو ایسا عالم دین بہت اچھا اور سمجھدار ہو گا اور جو کتاب و سنت کو اچھی طرح سمجھتا ہو گا لیکن اگر یہی عالم دین تقویٰ سے خالی ہو تو اس کا کتاب و سنت کا یہی علم و فہم لوگوں کی گمراہی کا سبب بن جائے گا۔

(صحیفہ نور، ج ۱۱ ص ۹۷)

تعلیم سے قبل تزکیہ

جب کوئی عالم دین ایک معاشرے میں قدم رکھے، ایک شہر یا گاؤں میں جائے تو اس کی فکر یہ ہونی چاہیے کہ وہ قبل اس کے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دے، ان کا تزکیہ نفس کرے۔ یونیورسٹی میں آنے والے معلم اور

پروفیسر حضرات جو طالب علموں کی تعلیم وتربیت کے خواہاں ہیں، ان کے ہمراہ ایک عالم دین ہونا چاہیے جو جوانوں کا تزکیہ نفس کرے۔
(صحیفہ امام، ج ۱۲،ص ۴۹۶)

مساجد، صحیح تربیت کا مرکز

مساجد کو صحیح تربیت کا مرکز ہونا چاہیے۔ الحمد للہ تمام مساجد اسی طرح ہیں۔ جو افراد مسجد جاتے ہیں ان کی اسلامی تربیت ہونی چاہیے اور مساجد کو ہرگز خالی نہ کریں۔ وہ لوگ آپ کے دشمن ہیں جو اس بات کی منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کے ان مراکز اور مساجد سے آپ کو دور کردیں۔
(صحیفہ امام، ج ۱۲،ص ۵۰۰)

یونیورسٹی بھی جائیں اور اہل مسجد بھی بنیں

رمضان المبارک میں مساجد میں تعلیم وتربیت اپنے تمام ابعاد کے ساتھ اور اپنے حقیقی معنوں کے ساتھ انجام پائے اور اسی طرح دوسری محافل میں بھی لہذا آپ مساجد کو ہرگز خالی نہ کریں۔ یہ افراد جو اس بات کی بار بار تکرار کرتے ہیں کہ ہم انقلاب لائے ہیں۔ چنانچہ اب ہمیں دوسرے کاموں کی فکر کرنی چاہیے، ہرگز نہیں، انقلاب مساجد سے شروع ہوتا ہے اور مساجد ایسے ہی امور وحقائق کی پیدائش کا سبب بنتی ہیں۔ آپ اپنی جامعات کی بھی حفاظت کیجیے اور مساجد کی بھی اور اس میں کوئی اختلافی بات نہیں ہے۔ آپ جامعات سے بھی وابستہ رہیں اور مساجد سے بھی اپنا رشتہ مضبوط کریں۔ آپ مساجد کو تعمیر بھی کریں اور اپنی رفت وآمد سے انہیں آباد بھی رکھیں۔
(صحیفہ امام، ج ۱۲،ص ۵۰۱)

علما کی سب سے بڑی خدمت

علما کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ وہ لوگوں کی تربیت کرتے تھے۔ آپ عدالتوں میں موجود فائلوں کو دیکھیں تو آپ کو میں علما کے زیر تربیت افراد کے جرائم کی فائلیں نظر نہیں آئیں گی۔ ایسے علما ملکی امن وامان برقرار رکھنے کیلئے ایک بہت موثر عامل کی حیثیت رکھتے تھے اور اچھے اخلاق اور اعمال صالحہ کی جانب لوگوں کی ہدایت کیلئے بہت اہم راہنما تھے۔
(صحیفہ امام، ج ۱۳،ص ۵۶)

ترقی یا زوال کے دو مرکز

یونیورسٹی، دینی مدارس اور علما، ملک کی ترقی و پیشرفت کیلئے دو بڑے مرکز ثابت ہو سکتے ہیں اور اسی طرح یہ دونوں مرکز زوال و پستی اور تمام انحرافات کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ یونیورسٹی وہ جگہ ہے کہ جہاں سے ذمہ دار اور پڑھے لکھے افراد باہر نکلتے ہیں۔ اگر ایک یونیورسٹی صحیح معنوں میں یونیورسٹی ہو اور اسلامی قالب میں ڈھلی ہوئی ہو، یعنی وہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ طالب علموں کی تہذیب نفس کا بھی انتظام کیا جائے تو ایسی یونیورسٹی کسی ملک کو سعادت و خوش بختی سے ہمکنار کر سکتی ہے۔ اسی طرح اگر دینی مدارس تہذیب شدہ ہوں اور اپنی سنگین ذمہ داری کا احساس کریں تو وہ بھی ایک ملک کو نجات دے سکتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۱۲)

بم سے زیادہ خطرناک

یونیورسٹی کا خطرہ بم سے زیادہ ہے، اسی طرح دینی مدارس کا خطرہ بھی یونیورسٹی کے خطرے سے زیادہ ہے، لہذا ان تعلیمی و تربیتی اداروں سے وابستہ افراد کی تہذیب نفس کرنی چاہیے اور حوزہ ہائے علمیہ اور یونیورسٹی کے ذمہ دار اور سنجیدہ افراد کو اصلاح کیلئے کمر ہمت باندھ لینا چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۱۸)

ملک کیلئے اہم ترین چیز

ہمارے ملک کیلئے سب سے اہم ترین چیز تہذیب نفس اور اسلام سے کیے گئے وعدوں پر عمل کرنا ہے۔ اگر یہ محاذ صحیح ہو جائے اور یونیورسٹی اور مدرسہ فیضیہ کا محاذ اسلامی محاذ بن جائے تو ہماری قوم کبھی بھی ادھر ادھر کی طاقتوں کی طرف ہرگز مائل نہیں ہوگی اور طراط مستقیم کے ذریعہ راہ انسانیت، راہ اسلام اور راہ استقلال و آزادی کو طے کرتی رہے گی۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۷۰)

شہید مطہری، ایک نمونہ عمل

یونیورسٹی اور مدرسہ فیضیہ اور ان دونوں سے مربوط تمام ادارے اور مدارس کے تعلیمی نصاب میں اخلاقی

تعلیمات اور تہذیب نفس کو اولویت دینی چاہیے تا کہ شہید مطہریؒ جیسے افراد معاشرے کے سامنے پیش کیے جاسکیں۔ اگر خدانخواستہ اس کے برخلاف ہو تو ہمارے مدمقابل افراد (دشمن) ایسے غلط افراد کو معاشرے میں بھیجیں گے کہ جو معاشرے کو برائی اور عوام کو غلامی کی طرف لے جائیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۶۹)

تحصیل علم، انذار کا مقدمہ

وہ حوزہ ہائے علمیہ کہ جن میں طالب علموں کی ایک کثیر تعداد تحصیل علم میں مصروف ہے، انہیں چاہیے کہ اس مسئلے کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھیں کہ حوزہ علمیہ میں آنا، درس پڑھنا اور تعلیم حاصل کرنا خداوند عالم کے حکم کے مطابق انذار (خود اور دوسروں کو ہوشیار کرنے) کا مقدمہ ہے، یعنی اس بات کا مقدمہ ہے کہ وہ اپنے ممالک یا دوسرے ممالک جائیں اور لوگوں کی تربیت کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۲۱۳)

شہید مطہری کی کتابیں بغیر کسی استثنا کے اچھی ہیں

شہید مطہریؒ ایک ایسے فرد کا نام ہے کہ جس میں مختلف صفات جمع ہوگئی تھیں اور انہوں نے نوجوان نسل اور دیگر افراد کی جو خدمت کی ہے، شاید ہی کسی اور نے کی ہو۔ ان کے علمی آثار اور کتابیں، سب کے سب بغیر کسی استثنا کے اچھی ہیں۔ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا ہوں کہ جس کے بارے میں یہ کہہ سکوں کہ اس کے علمی آثار بہت اچھے ہیں، واقعاً ان کے آثار بغیر کسی استثنا کے بہت ہی اچھے ہیں اور انسان کی تربیت کرنے والے ہیں۔ ان کے علمی آثار نے ملک کی خدمت کی ہے۔ شہید مطہریؒ نے طاغوتی حکومت کے سیاسی گھٹن کی فضا میں بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۲۳۲)

عوام کی حفاظت کے مورچے

آپ نے اسلام کو ایک حیات نو عطا کی ہے لہذا آپ اسی راہ پر چلتے رہیں اور اس راہ پر قدم اٹھانا ہم

سب کی ذمہ داری ہے، یعنی علما میں مراجع عظام سے لے کر وہ طالب علم جو تحصیل علم میں مشغول ہے۔ نماز جمعہ کے خطیبوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے خطبوں اور گفتگو کے ذریعہ لوگوں کو بیدار اور ان کی حفاظت کریں۔ علما، نماز جمعہ اور نماز جماعت کے اماموں کو چاہیے کہ اپنے اپنے مورچوں میں رہتے ہوئے لوگوں کی حفاظت کریں۔ خود ہماری عوام بھی الحمدللہ حاضر ہیں اور ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۶۱)

علما کے وعظ ونصیحت سے ایمان کی تقویت

آپ اس بات کی کوشش کیجئے کہ جو افراد آپ سے ملتے ہیں ان میں روح ایمان کو مضبوط بنانے کیلئے علما اور ان کے وعظ ونصیحت سے استفادہ کریں، کیونکہ اگر لوگوں میں ایمان مضبوط ہو جائے تو تمام کام آسانی سے انجام پانے لگے گے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۱۳۰)

نوجوانوں کی قدردانی اور خدمت

میں خداوند عالم سے آپ کی صحت وسلامتی کا طالب ہوں اور ملک کے گوشے گوشے میں موجود علما کو خواہ وہ شہروں میں ہوں یا دیہات میں، اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ ان نوجوانوں کی ہمتوں کو بلند کیجئے اور انہیں شوق دلایئے۔ ان کو چاہیے کہ ان نوجوانوں کو ہرگز ترک نہ کریں، ان سے گفتگو کریں، ان نوجوان سے نرمی ومہربانی سے پیش آئیں کہ جن کے عزیز واقارب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ان نوجوانوں نے اپنی تمام قدرت وطاقت کو اسلام اور اپنے ملک کی خدمت کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اس بات کے باوجود کہ خود خدا ان کو اجر دیتا ہے، لیکن وہ ہم سے بھی چاہتا ہے کہ ہم ان کی خدمت اور قدردانی کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۴۳۹)

دینی طالب علم ہونے کی شرائط

اگر خدانخواستہ علما کے اعمال کی وجہ سے بعض لوگوں کے کمزور عقائد میں مزید ضعف پیدا ہو جائے تو یہ بہت بڑی مصیبت ہوگی کہ جسے ہمیں تحمل کرنا پڑے گا۔ یہ ایک بہت ہی وسیع باب ہے کہ جس میں حوزہ علمیہ

میں متقی اور اسلام سے آشنا افراد دینی طالب علموں کی تربیت کریں اور ساتھ ہی مختلف شہروں میں موجود علما کو چاہیے کہ وہ اپنے دوستوں، دینی طالب علموں اور نوجوانوں کی اس جانب ہدایت کریں کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ وہ ایک وقت دینی طالب علم ہونے کی شرائط کو بھول جائیں اور اس دائرے سے ان کا نکلنا لوگوں کے عقائد کے متزلزل ہونے کا باعث بن جائے۔

یہ آپ ہیں کہ جو ہدایت کیلئے مامور کیے گئے ہیں اور آپ کو چاہیے کہ ان لوگوں کے قافلہ سے جا ملیں کہ جو لوگوں کی ہدایت کرتے تھے۔ خدانخواستہ آپ کے عقائد کے برخلاف آپ سے بعض اعمال سرزد ہوں اور یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس کی جانب آپ سب کو توجہ کرنی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج۱۸، ص۱۵)

حوزہ علمیہ اور خواتین کی فکری رشد

آج الحمدللہ قم کے مقدس شہر میں جو علم و جہاد کا شہر ہے، خواتین کی تعلیم وتربیت کیلئے ایک تعلیمی ادارہ (جامعۃ الزہراء) تعمیر کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ علمائے اسلام اور حوزہ علمیہ قم کے مدرسین کی کوشش سے یہ اسلامی مقصد عملی جامہ پہنے اور خواتین کی فکری رشد اور اسلامی علم و دانش کے پھلنے پھولنے میں ایک موثر قدم ثابت ہو۔

(صحیفہ امام، ج۱۹، ص۱۷)

علما کے مقام رشد وہدایت کی حفاظت

میں نے اس مطلب کو بارہا ذکر کیا ہے کہ علما کو ارشاد وہدایت کے مقام کا حامل ہونا چاہیے نہ یہ کہ وہ یہ چاہیں کہ وہ کسی جگہ تسلط جما کر وہاں حکومت کریں۔ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں کہ جسے دیکھ کر عوام یہ کہے کہ ان کا زور کہیں نہیں چلتا تھا اور اب اگر کسی جگہ اور کوئی مقام ومنصب ان کے ہاتھ میں ہے تو دیکھو یہ کیا گل کھلا رہے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج۱۹، ص۴۳)

حوزہ علمیہ کے تربیت شدہ افراد

میں نے حوزہ علمیہ کے تعلیمی نصاب اور اس کی صورتحال کے بارے میں جو سوال کیا ہے تو جواب دیا

گیا ہے کہ تعلیمی صورتحال اچھی ہے۔البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہمارے پاس اس سے بہتر صورتحال بھی ہے کہ جس کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔اس وقت تعلیمی صورتحال اچھی اور بہتر ہوتی ہے کہ حوزہ علمیہ سے صاحب جواہرؒ اور شیخ مرتضیٰؒ تربیت پاتے ہیں اور ایک وقت یہ ہے کہ ہم لوگ سامنے آتے ہیں لیکن ان دونوں میں بہت فرق ہے۔چنانچہ صاحب جواہر جیسی شخصیات کی تربیت کیلیے ضروری ہے کہ بہت سے افراد تحصیل علم کیلیے خود کو وقف کردیں اور خود کو اس بات کیلیے تیار کریں کہ اسلامی فقہ کو قدیم زمانے سے رائج محکم طریقہ سے حاصل کریں۔ (صحیفہ امام، ج۱۹،ص۴۲)

نوجوانوں میں تبدیلی

علما اور حوزہ علمیہ سے فاضل افراد نے محنت کی ہے۔نوجوانوں کو بیدار کیا ہے اور ان میں ایک انقلاب پیدا کیا ہے۔اگر یہ علما نہ ہوتے تو ان نوجوانوں کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا جاتا اور انہیں ابھی تک اسلام سے دور اور فحش و عریانی کے مراکز میں لے گئے ہوتے۔اگر ایران کی یہ اسلامی تحریک اور اسلامی انقلاب نہ ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ دشمنوں کی کیا منصوبہ بندی تھی!

(صحیفہ امام، ج۱۹،ص۱۳۷)

عوام کی طرف سے علما کی پیروی کی وجہ

جس اہم مسئلے کا مجھے تذکرہ کرنا چاہیے وہ تمام علما اور تمام ملکی حکام سے مربوط ہے اور میں ہمیشہ اس بات کیلیے پریشان رہتا ہوں کہ یہ عوام کہ جنہوں نے اپنا سب کچھ فدا کردیا ہے،اسلام کی خدمت کی ہے اور ہم پر احسان کیا ہے،ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہمارے لیے پریشان ہوجائیں۔اس لیے کہ لوگ جس چیز کی ہم سے ماضی میں بھی توقع رکھتے تھے اور آج بھی رکھتے ہیں،جس چیز کی وجہ سے وہ ہمارے اور آپ کے پیچھے چل پڑے ہیں،انہوں نے اسلام کی ترویج کی ہے اور طاغوت کو ہٹا کر اسلامی حکومت کو قائم کیا ہے،وہ اہل علم کا طرز زندگی ہے۔اگر خدانخواستہ عوام یہ دیکھے کہ آپ لوگوں (علما) نے اپنا طرز زندگی تبدیل کردیا ہے،عمارتیں کھڑی کرلیں ہیں اور آپ کی نشست و برخاست اور رفت و آمد شان علما کے مطابق نہیں ہیں اور ان کے دل میں موجود علما کا مقام و عظمت ختم ہوجائے تو اس طرح اسلام اور اسلامی جمہوریہ

سے بھی ان کا ایمان اٹھ جائے گا۔ البتہ میں یہ نکتہ ضرور آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ ایک طبقہ جو خطرے سے دوچار ہے، اسے چاہیے کہ اپنی حفاظت کا انتظام کرے اور ان لوگوں کو ہوشیار اور آگاہ رہنا چاہیے کہ میزان سے زیادہ نہ ہو۔ آپ یہ گمان نہ کیجئے کہ اگر آپ چند سرکاری گاڑیوں کے ساتھ سڑک پر نکلتے ہیں تو آپ لوگوں باعزت ہو جائیں گے۔ جس چیز کی جانب لوگ توجہ رکھتے ہیں اور جو بات ان کے مزاج سے مطابقت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی زندگی سادہ ہو جیسے کہ پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ اور ہمارے دیگر ائمہ طاہرینؑ کی زندگی سادہ تھی، بلکہ عام افراد کی سطح زندگی سے بھی سادہ۔

(صحیفہ نور، ج ۱۹، ص ۱۸۸)

ملک کا روشن مستقبل

شہروں اور دیہاتوں، خصوصاً حوزہ ہائے علمیہ میں موجود علما کو چاہیے کہ ان تمام جہات و ابعاد کی طرف اپنی توجہ رکھیں کہ جو اہل علم، نو وارد طالب علموں اور تحصیل علم میں مشغول افراد کو خداوند عالم سے قریب اور انہیں اللہ تعالیٰ کا عاشق بناتے ہیں۔ تمام حوزہ ہائے علمیہ کو ان نکات کی جانب توجہ رکھنی چاہیے اور دینی مدارس میں درس اخلاق ہونا چاہیے، اس درس کو ایک دو یا چند کلاسوں کے دائرے سے نکال کر اسے حقیقی رنگ دینے کی کوشش کریں۔ اگر آپ اس بات کے خواہاں ہیں کہ آپ کے ملک کا مستقبل روشن ہو تو حوزہ علمیہ میں آنے والے طلبہ کی یا جہاں بھی آپ درس دیتے ہیں وہاں کے طالب علموں کی تربیت کیجئے۔ ایک ایسی تربیت کہ جب وہ اس دنیا سے ہجرت کریں تو وہ ماورائے مادہ پر بھی توجہ رکھتے ہوں اور حقیقی معنی میں روحانی شخصیت کے مالک ہوں۔ جو بھی قدم اٹھایا جائے وہ عالم آخرت کیلئے اٹھایا جائے اور اگر اس طرح عمل کیا جائے تو آخرت کے علاوہ اس دنیا کے کام بھی صحیح ہو جائیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۹، ص ۳۵۶)

اقدار کے حصول کیلئے علما سے استفادہ

ایک اور نکتہ جو نوجوانوں سے اپنے عشق و محبت کی وجہ سے ان کے سامنے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ اسلامی اقدار اور معنویت کے حصول کیلئے اسلام کے پابند علما کے وجود سے استفادہ کریں اور کبھی بھی اور کسی

بھی وقت خود کو ان کی ہدایت وتعاون سے غنی اور بے نیاز خیال نہ کریں۔ اسلام کے پابند علما نے پوری تاریخ میں سخت سے سخت حالات میں ہمیشہ پر امید دل اور عشق ومحبت سے سرشار قلب کے ساتھ نوجوان نسل کی ہدایت وتربیت کیلئے محنت کی ہے۔ وہ اس راہ میں ہمیشہ ہراول دستہ اور لوگوں کیلئے سپر ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس راہ میں پھانسی کے پھندوں کو خوشی خوشی قبول کیا ہے۔ تبسّم کے ساتھ مصائب کو برداشت کیا ہے۔ زندانوں کی سختیوں کو تحمل کیا ہے۔ محرومیت، زندان اور قید وبند کی سختیاں برداشت کی ہیں اور ان سب سے زیادہ لوگوں تہمتوں اور طعنوں کا نشانہ بنے ہیں۔ ان علما نے بہت سے ایسے حالات میں کہ جب بہت سے روشن فکر افراد طاغوت سے مقابلے کیلئے ناامید ہو گئے تھے، امید اور حیات نو کی ایک نئی روح لوگوں میں پھونکی، لوگوں کی واقعی حیثیت کا دفاع کیا اور آج بھی میدان جنگ کے اگلے مورچوں سے لے کر مختلف میدانوں اور شعبہ ہائے حیات میں لوگوں کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہی علما ہیں کہ جنہوں نے ہر المناک اور غم انگیز واقعہ وحادثہ میں عظیم شہدا پیش کیے ہیں۔ کسی بھی ملک وانقلاب کی تاریخ میں ہمیں نبی اکرمؐ کے انقلاب بعثت، ائمہ طاہرینؑ کی زندگی اور ایران کے اسلامی انقلاب کے علاوہ کوئی اور انقلاب نظر نہیں آتا ہے کہ جس کے سربراہ اتنے زیادہ حملوں اور نفاق وکینہ کا نشانہ بنے ہوں اور اس کی وجہ وہ صداقت، راست گوئی اور امانتداری ہے کہ جو اسلام کے پابند علما میں متجلی ہے۔ (صحیفہ امام، ج۲۱، ص۹۷)

علما کے کامیاب اور مؤثر ہونے کا راز

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ جسے میں اسلامی معاشروں میں علما کی اکثر کامیابیوں اور ان کی تاثیر کو ان کے عمل اور زہد کا نتیجہ قرار دیتا ہوں اور آج بھی ان اقدار کو نہ صرف یہ کہ فراموش نہ کیا جائے بلکہ اس پر ہمیں پہلے سے زیادہ توجہ دی جانی چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج۲۱، ص۹۹)

دین کے معتقد علما کی تربیت میں حوزہ علمیہ کا کردار

دین کا اعتقاد ویقین رکھنے والے علما کی انہی حوزہ ہائے علمیہ میں تربیت ہوئی ہے اور اس طرح انہوں نے خود کو دوسروں سے جدا اور ممتاز کیا۔ اسلامی انقلاب کیلئے ہمارے اس عظیم قیام نے اسی شعبہ سے اپنا آغاز کیا ہے۔ (صحیفہ امام، ج۲۱، ص۲۷۹)

ورزش اور ورزشگاهیں

صحیح وسالم بدن میں صحیح وسالم عقل

ایک صحیح وسالم عقل ایک صحیح وسالم بدن میں پرورش پاتی ہے۔ ورزش جس طرح بدن کو صحتمند رکھتی اور اس کی تربیت کرتی ہے اسی طرح عقل کو بھی صحیح وسالم رکھتی ہے اور اگر عقل صحیح وسالم ہو جائے تو اس کے نتیجے میں انسان کو تہذیب نفس کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ جس طرح ورزش کرتے اور اپنے اعضا کو مضبوط بناتے ہیں تو انشاء اللہ آپ اپنے ملک اور اس کے مستقبل کیلئے سودمند ثابت ہوں گے۔ چنانچہ آپ کیلئے لازمی ہے کہ اپنے تمام ابعاد کی تربیت اور ورزش کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۲۶۱)

روح کو مضبوط بنانے کیلئے ورزش

میں جب آپ طاقتور پہلوانوں اور ہشاش بشاش نوجوانوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور میں اس چیز پر افتخار کرتا ہوں کہ یہ نوجوان اپنے صحتمند جسم کے ساتھ ساتھ دیانتداری اور اسلام کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور جس طرح اپنے بدن کو مضبوط بنانے کیلئے انہوں نے ورزش کی ہے انشاء اللہ اپنی روح کو بھی مضبوط بنانے کیلئے ورزش کی ہوگی اور کرتے ہیں۔ جب جسمانی اور روحانی قوتیں ایک ساتھ ہوں تو یہ بات بہت قابل قدر ہے، یعنی جسمانی قوت، خدمت کیلئے اور روحانی قوت، ہدایت کیلئے۔ روحانی قوت سے انسان خود کو ہدایت کرتا ہے جبکہ جسمانی قوت سے خدمت کا کام لیتا ہے اور جب یہ دونوں قوتیں جمع ہو جائیں تو انسان صحیح معنوں میں انسان بن جاتا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۴۱)

ورزش کرنے والوں میں جوانمردی اور محبت

مجھے امید ہے کہ خداوند عالم آپ سب کو توفیق عطا کرے تا کہ اختلافات کو چھوڑ دیں جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ہم سب آپس میں بھائی بھائی، برابر اور دوست ہیں۔ آپ میں جو چیز دوسری چیزوں سے زیادہ جلوہ گر ہے وہ آپس میں محبت کا رشتہ ہے۔ آپ سب اہل محبت ہیں اور محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ تمام اختلافات کو ختم کر دیا جائے۔ دو انسان جو ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ آپس میں اختلاف نہیں کرتے ہیں جبکہ آپ کے درمیان تو محبت اور جوانمردی کا رشتہ قائم ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ بڑی اور عظیم صفت کہ یہ دونوں صفات خدا کی طرف سے عطا کردہ ہیں، اس بات کا پیش خیمہ ثابت ہو کہ تمام اختلافات کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے اور ہم سب مل کر ایک ساتھ زندگی گزاریں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۵۴۳)

عوام کے پشت پناہ

ہمارے ملک کو جس طرح علما اور دانشمندوں کی ضرورت ہے اسی طرح اسے آپ ورزش کرنے والوں کی بھی ضرورت ہے۔ جب یہ بدنی قدرت وطاقت، ایمانی قدرت سے مل جائے۔ جب ورزش گاہ قرآن کے سائے میں آ جائے اور قوت ایمانی سے متصل ہو جائے تو وہ قوم کی بہترین پشت پناہ بن جاتی ہے۔ جب ہمارے قومی چمپئین، اسلامی رنگ میں رنگ جائیں تو اس وقت وہ ملک وقوم کے مضبوط اور توانا دست وبازو کہلائیں گے۔ طاغوتی حکومت یہی چاہتی تھی کہ یہ نوجوان، قومی چمپئین بنیں۔ لیکن آریامہر (شاہ ایران)، جیسے چمپئین! درحالیکہ وہ قوم کا حمایتی اور پشت پناہ نہیں ہو سکتا ہے۔ وہ ہر چیز کو صرف اپنے لیے ہی چاہتے تھے جبکہ ہم اور آپ تمام چیزوں کو خدا اور اسلام کیلئے چاہتے ہیں۔ ایسے باایمان افراد ہی قوم کے مضبوط دست وبازو بنتے ہیں۔ باایمان ورزش کرنے والا، باایمان عالم دین، ایماندار یونیورسٹی کا طالب علم و پروفیسر، مومن دکاندار اور صاحب ایمان کسان اور مزدور ہی ملک وقوم کے پشت پناہ اور دست وبازو ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپ سب کو چاہیے کہ ان خیانتکاروں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دیں کہ وہ ہماری مادی اور معنوی طاقت وقدرت اور تمام چیزوں کو تباہ وبرباد کریں اور اس راہ میں ایسے ہی باایمان ورزش کرنے والے افراد سپر بن سکتے ہیں۔ آپ اپنے ایمان کو مضبوط بنایئے۔ اسلام کی پناہ میں آ جائیں اور ہم سب کو چاہیے کہ

اسلام کے پرچم تلے اور اس کی پناہ میں آجائیں اور ہر جگہ خدا کو یاد رکھیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ورزش کرنے والے نوجوان ورزش گاہوں میں بھی خدا اور امیر المومنینؑ کی یاد سے غافل نہیں ہیں۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ اس یاد خدا اور مولا کے ذکر کو مضبوط بنائیں اور آپ سب قدرت وایمان کے ساتھ آگے بڑھیں۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۲)

معنویت کو جلدی قبول کرنے کا راز

وہ حضرات جو مادی طاقت وقدرت اور ورزش کی روح اور جذبے کے مالک ہیں، وہ نوجوان ہیں کہ جو اپنی جسمانی طاقت وقدرت کو اسی ورزش کی نشاط، ہشاش بشاش رہنے اور جسمانی فعالیت کو زیادہ کرنے کیلئے حاصل کرتے ہیں تو اس وقت ان کی روح معنویت اور ایمان کو جلدی قبول کرتی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۲۳۳)

پہلوانوں میں اخلاق کا مقدم ہونا

مجھے امید ہے کہ ہمارے پہلوان تمام میدانوں میں سربلند ہوں گے اور تمام جگہ ایک انسانی اور اسلامی روح اور ایک تہذیب یافتہ نفس کے ساتھ عمل کریں گے۔ وہ جہاں بھی جائیں گے وہاں کشتی میں دوسروں پر برتری لینے کے ساتھ ساتھ اخلاق، آداب اور انسانیت میں بھی دوسروں پر فوقیت حاصل کریں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۰۴)

ہشاش وبشاش چہروں کی کامیابی

آپ کے یہ چمکتے دمکتے چہرے اور ان پر مشاہدہ کی جانے والی شادابی اور نشاط آور حالت خود ایک کامیابی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ جو مختلف ممالک میں جاتے ہیں تو وہاں عملاً ایران کے انقلاب کو پھیلائیں گے اور آپ دنیا میں کامیاب ہوں گے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ ان مقابلوں میں کامیابیوں کے ساتھ جیسا کہ آپ کی پہلے بھی اس بات کی طرف توجہ تھی اور اب بھی ہے انشاء اللہ کہ آپ اپنے نفس پر بھی کامیاب ہوں گے۔ پہلوانوں کی قدیم زمانے سے ہی یہ رسم تھی کہ جب وہ ورزش گاہ میں

ورزش کرتے تھے تو اسلام کی طرف خاص توجہ رکھتے تھے، خصوصاً اپنی گفتگو اور عمل میں خدا کی یاد اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ ورزش شروع کرتے تھے اور یہ چیز ان کی روح پر بہت اثر کرتی تھی۔ یہ ذکر خدا اور یاد مولا امیر المومنینؑ روح پر بہت اثر کرتی ہے۔ آپ اپنے اچھے اخلاق و کردار کے ساتھ انشاء اللہ اسلامی جمہوریہ ایران کے اسلامی چہرے کی بیرونی ممالک میں ترویج کریں۔ جب آپ پہلوان اور چمپیئن حضرات بیرون ملک گئے اور وہاں ایک بڑی کامیابی آپ کو نصیب ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی روحانی حالت ایک خاص قسم کی ہے جو دوسروں کی روحانی حالت سے مختلف ہے اور آپ کے اعمال بھی دوسروں سے فرق رکھتے ہیں تو یہ بات اسلام، مسلمانوں اور ہماری ملت کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈوں کو نقش بر آب ثابت کرنے کا موجب بنتی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۳۲۲)

دانشور، مفکرین اور مصنفین

کتاب لکھنے کا طریقہ

اخلاقی کتاب اور تحریر شدہ موعظہ ونصیحت کا وجود معاشرے کیلئے ضروری ہے اور یہ روحانی درد وعیوب کا معالجہ کرے نہ فقط راہ علاج دکھائے۔

اخلاقی نظریات ومفاہیم کو سمجھانے اور راہ علاج دکھانے سے نہ تو کسی کو مقصد سے نزدیک کیا جا سکتا ہے اور نہ ایک تاریک وظلمانی قلب کو منور اور برے اخلاق کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ اخلاقی کتاب وہ ہے کہ جس کے مطالعہ سے سخت دل، نرم، غیر مہذب، مہذب اور ظلمانی دل، نورانی بن جائیں اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب عالم دین راہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ راہبر بھی ہو اور علاج کا طریقہ بتانے کے علاوہ خود معالج بھی ہو اور اس کی یہ کتاب نہ فقط درد کا نسخہ ہو، بلکہ درد کی دوا بھی ہو۔ کتب مذکورہ نسخہ ہیں نہ کہ دوا بلکہ اگر جرأت ہوتی تو میں یہ کہتا کہ "ان کتابوں میں سے بعض کے نسخہ ہونے میں بھی شک ہے" لیکن اس پہلو سے صرف نظر کرنا ہی بہتر ہے۔

میں نے کتاب اخلاق لکھنے کا طریقہ بتادیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی صاحب قلم، عالم دین اور تحریر وتقریر پر قدرت رکھنے والا اگر کتاب لکھنا چاہے تو وہ اس طرح کتاب لکھے، جبکہ نہ مجھ میں یہ قدرت ہے نہ میرا قلم اس بات کی توانائی رکھتا ہے اور نہ میرے ظلمانی اور تاریک قلب کو یہ بینائی حاصل ہے۔

(شرح حدیث جنود عقل وجہل، ص ۱۳)

قلم کو نیک افراد کے ہاتھ میں ہونا چاہیے

اسلحہ غیر صالح افراد کا دست وبازو ہوتا ہے۔ آپ تمام اسلحوں اور ہتھیار پر ایک اجمالی نگاہ ڈالیے۔ قلم

بھی ایک ہتھیار ہے اور اس قلم کو نیک و صالح اور پڑھے لکھے افراد کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ جب قلم پست وگھٹیا افراد کے ہاتھ میں چلا جائے تو برائیاں زیادہ ہوجاتی ہیں اور آج بھی مختلف جگہ قلم انہی پست وگھٹیا افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ ان پست افراد کا گھٹیا پن جتنا زیادہ ہوتا ہے تو اسی قدر یہ لوگ اسے اپنے روان قلم کے ساتھ ایک خوبصورت شکل میں آراستہ کر کے دکھاتے ہیں۔ یہ قلم و اہل قلم کا وہ جرم ہے کہ جسے کا ہماری عوام کو سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ یہ لوگ جو تمام برائیاں، جرائم اور قتل و غارت انجام دے رہے ہیں یہ سب غیر صالح اہل قلم کا حربہ ہیں۔ ایسے افراد اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے قلم سے تحریر کرتے ہیں اور بہت سی چیزوں کو الٹا اور ان کی حقیقت کے برعکس پیش کرتے ہیں۔ یہ بذات خود ایک موضوع ہے کہ قلم کو نیک اور صالح افراد کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۳، ص ۳۰۵)

ارباب فکر کے ذریعہ معاشرے کا نظم و نسق

آج کی دنیا کو صنعت و ٹیکنالوجی کی دنیا کہا جاتا ہے۔ ارباب عقل و فکر انسانی معاشرے کو ایک بڑے صنعتی کارخانے کی مانند چلانا چاہتے ہیں درحالیکہ معاشرے انسانوں سے تشکیل پاتے ہیں جو معنوی پہلوؤں اور عرفانی روح کے حامل ہوتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۵، ص ۳۱۰)

مصنفین اور نوجوانوں کی ترقی

ہمارے مصنفین اور مقررین و خطبا کو چاہیے کہ وہ اپنے قلم و زبان سے ہماری قوم کو ترقی کی شاہراہ پر حرکت دیں اور ہمارے آبرومند نوجوانوں کو آنے والے واقعات و حادثات سے نہ ڈرائیں، کیونکہ ہمارے نوجوان مردان شہامت و شہادت ہیں جو خیانت کاروں اور ایجنٹوں کے قلموں سے اگلے جانے والے زہر سے کبھی مسموم نہیں ہوسکتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۲۶۵)

بشر کی فکری رشد اور اس کا نتیجہ

ہمیں امید ہے کہ بشریت ایسی رشد و ہدایت تک پہنچے جو کلاشنکوفوں کو قلم میں تبدیل کردے۔ قلم و زبان نے انسانیت کی جتنی خدمت کی ہے اتنی کلاشنکوف نے نہیں کی۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۴۷)

قلم و زبان کے ذریعہ زندگی کی تعمیر

یہ قلم وعلم وبیان ہی ہے کہ جو انسان کی تعمیر و تربیت کرتا ہے نہ کہ کلاشنکوف اور دیگر تخریبی آلات۔ کلاشنکوف اور دیگر حربی آلات اور ہتھیار، علم کے سائے میں ہی وجود میں آئے ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ یہ مشین گنیں اور دیگر حربی آلات کو ان لوگوں نے ایجاد کیا ہے جو شہروں کی بربادی اور بندگان خدا کے قتل عام کا سبب بنے ہیں اور کبھی یہ ہتھیار ایسے افراد بناتے ہیں جو انسان کی تائید، اس کی تربیت اور انسانوں کے درمیان آرام وسکون کا موجب بنے ہیں اور انہوں نے انسانیت کی خدمت انجام دی ہے۔ آپ اس بات کی کوشش کریں کہ اپنے بیان و قلم کے ذریعہ ان کلاشنکوفوں کو ختم کر کے اس میدان کو اہل قلم، مصنفین، علما اور علم و دانش کے حوالے کر دیں۔

بشریت جب تک کلاشنکوف اور ٹینک و توپ کے سائے میں اپنی زندگی گزارے گی، وہ نہ تو انسانیت کے درجے تک پہنچ سکے گی اور نہ ہی انسانی اہداف تک رسائی حاصل کرے گی۔ لوگ اس وقت اسلامی وانسانی مقاصد اور علم و دانش کے کمال پر پہنچیں گے کہ جب قلم کلاشنکوف پر غلبہ حاصل کرلے گا اور علم و دانش بشریت میں اس مقام تک پہنچ جائے گی کہ جب وہ ان مشین گنوں اور کلاشنکوف کو چھوڑ دے گی اور ہر طرف علم و قلم کا دور دورہ ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۳۴۸)

نوجوانوں کے اذہان کی تطہیر

ہمارے نوجوانوں، دانشمندوں اور خصوصاً اہل قلم اور خطبا حضرات کو چاہیے کہ وہ طاغوتی نظام حکومت کے دور میں ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے غلط افکار کو صحیح کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۴۹۶)

اہل قلم کا پند و نصیحت سے استفادہ کرنا

اس ماحول میں خدا کی عطا کردہ اسلامی ثقافت کی حفاظت کیلئے اس گہری سازش کے سامنے ڈٹ جانا چاہیے۔ ہمارے اہل قلم، خطبا اور ہنرمند حضرات کو چاہیے کہ خداوند عالم کی عطا کردہ اس فرصت سے استفادہ کریں اور اسلامی فقہ اور قرآن کریم سے آشنا علما کی مدد سے تمام عرصہ حیات پر محیط اسلامی احکامات کو قرآن

کریم سے صحیح اجتہاد، سنت نبیؐ، معارف الٰہی سے سرشار روایات اور ہماری قدیم فقہ سے استخراج تا کہ وہ ان تمام علوم و معارف کو عالم کے سامنے پیش کرسکیں اور درباری ملاؤں، حکومتی وعاظ اور منحرف افراد کی غلط فکر سے ہرگز خوف نہ کھائیں، ان عالم نما افراد کو جو عمداً یا اپنی کج فہمی یا حسد اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے (اسلامی نظام کی) مخالفت کرتے ہیں، موعظہ حسنہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کا طریقہ کار سمجھانا چاہیے کہ اگر یہ غلط افکار اور غلط فہمی خدانخواستہ کسی مقام پر پہنچ جائے اور پوری تاریخ میں مظلوم رہنے والے اسلام کو حیات نو دینے والے ہمارے اسلامی نظام میں کوئی خلل ایجاد کرے تو اسلام کو مشرق و مغرب اور ان سے وابستہ افراد سے ایسا نقصان ہوگا کہ جس کے خسارے کو ہمیں شاہی دور حکومت کی خرابی و فساد سے زیادہ صدیوں تک برداشت کرنا پڑے گا۔

(محرم راز، ص ۱۷)

ذرائع ابلاغ

آگاہ کرنے کا وسیلہ

مجھے امید ہے کہ ہماری یہ نوجوان نسل کہ جو سستی وکاہلی اور ایام پیری کو نہیں پہنچی ہے، قوم کو بیدار کرنے والے ہر وسیلہ سے، شعر، نثر، خطابت، کتاب اور ہر وہ چیز جو معاشرے کی آگاہی کا موجب بن سکتی ہے حتی اپنے خصوصی اجتماعات اور محفلوں میں بھی اپنی اس ذمہ داری سے غفلت نہیں کرے گی، خدا کرے کہ ایسے مرد یا مردان بلند ہمت اور غیر تمند افراد پیدا ہوں جو اس (اس شاہی دور حکومت میں موجود) ذلت و رسوائی کی فضا کا خاتمہ کریں۔

(صحیفہ امام، ج ۲، ص ۲۵۳)

سینما اور اسلام کی نگاہ

ہم نوجوان نسل کے اخلاق اور اسلامی ثقافت کو بگاڑنے والے سینمائی پروگراموں کے مخالف ہیں لیکن تربیت کرنے والے اور معاشرے کی علمی اور اخلاقی رشد کیلئے سودمند پروگراموں کے موافق ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۲۲۷)

انحرافی فلموں کی مخالفت

انسان کے اعلیٰ اور اچھے اخلاق کو بگاڑنے اور خراب کرنے والی فلموں کا بنانا اور دکھانا ممنوع ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۴، ص ۳۱۴)

عوامی یونیورسٹی

تمام ادارے اور تمام مطبوعات اہمیت کے حامل ہیں لیکن ٹی وی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، اسی طرح ریڈیو کی اہمیت بھی دیگر ذرائع ابلاغ سے زیادہ ہے۔ یہ تمام ادارے، تربیتی ادارے ہیں۔ چنانچہ پوری عوام کو ان اداروں سے تربیت حاصل کرنی چاہیے، کیونکہ یہ ایک عوامی یونیورسٹی ہے، ایسی یونیورسٹی کہ جس کے دروازے پورے ملک میں سب کیلئے کھلے ہیں۔ لہذا ان اداروں سے یونیورسٹی کی فعالیت و عمل کے برابر استفادہ کرنا چاہیے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو ایسا ادارہ ہونا چاہیے کہ چند سالوں بعد یہ تمام عوامی طبقوں کیلئے راہ کو روشن کردے، تمام مجاہدوں کو میدان عمل میں لے آئے، تمام مفکروں اور دانشوروں کو سامنے لائے، انہیں آزادی واستقلال کی فکر کے ساتھ پروان چڑھائے، انہیں مغرب زدہ ہونے سے بچائے اور تمام لوگوں کو فکری استقلال عطا کرے۔ یہ چیز دوسرے تمام اداروں میں موجود چیزوں سے بہتر ہے اور ان ذرائع ابلاغ کا فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان معلم اور شاگردی کا رابطہ قائم کریں۔ یہاں صرف اہل قلم، مقررین وخطبا، پڑھے لکھے، فہمیدہ اور باخبر اشخاص گفتگو کریں اور انہیں گفتگو کی فرصت دی جانی چاہیے۔ ایسے افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے لہذا انہیں گفتگو کا موقع دینا چاہیے۔ عوام کی مصلحت کے منافی چیزوں یا اس کیلئے مضر پروگراموں کے بجائے مفید اور صحیح وسالم فکری غذا لوگوں کو فراہم کرنی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ یہ ادارے کہ جس طرح انہوں نے اپنی بتدریج اصلاح کا وعدہ کیا ہے، ایک قدم آگے بڑھائیں گے اور انشاء اللہ یہ ادارے جلد پاک اور معتدل ہو جائیں گے۔

(صحیفہ امام، ج ٦، ص ۳۹۹)

ریڈیو اور ٹی وی تعلیمی اداروں کا درجہ رکھتے ہیں

آپ کو جاننا چاہیے کہ یہ ادارے کہ جس کا آپ نے نام لیا ہے اور آپ میں سے بعض یا تمام افراد اس میں کام کررہے ہیں، ان کو تربیتی وتعلیمی اداروں کی طرح کام کرنا چاہیے۔ طاغوتی دور حکومت میں یہ ادارے ہمارے نوجوانوں کو خراب کرتے تھے اور عوام کو بے ہودہ اور لغو امور کی طرف بلاتے تھے اور ان کی یہی خواہش تھی کہ سب کو ان کے مستقبل سے غافل کردیں۔ جبکہ سینما اس لیے نہیں ایجاد ہوا تھا کہ جس کیلئے انہوں نے ایک لمبی مدت کی منصوبہ بندی کی ہوئی تھی، یہ تو تعلیمی ادارے ہیں، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما

تعلیمی اداروں کا درجہ رکھتے ہیں۔ لہذا ان اداروں کو صحیح طرح چلایا جانا چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج۶، ص۳۱۲)

مطبوعات کی ذمہ داری

مطبوعات کو معلموں کی مانند ہونا چاہیے جو ملک اور نوجوان نسل کی تربیت اور ملک کی آرزوؤں اور امیدوں کو (عوام کیلئے) منعکس کرتے ہیں۔ (صحیفہ امام، ج۷، ص۳۲۳)

ذرائع ابلاغ کا تربیتی کردار

ہر صورت میں تمام ذرائع ابلاغ ایک ملک کے مربی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا انہیں چاہیے کہ یہ ملک اور عوام کی تربیت اور خدمت کریں۔ (صحیفہ امام، ج۷، ص۳۲۴)

مفکر انسان بنانے کیلئے جرائد کا شایع ہونا

جرائد اور رسالوں کو ملک کی خدمت کرنی چاہیے اور یہ خدمت کسی ملک اور جوانوں کی تربیت کرنا ہے اور باعزت اور مفکر انسان بنانا ہے تاکہ یہ سب ملک کیلئے مفید ثابت ہوں۔

(صحیفہ امام، ج۸، ص۲۹۷)

ذرائع ابلاغ کی سب سے عظیم خدمت

سب سے عظیم خدمت یہ ہے کہ یہ ہماری عوام کی فکری وعقلی رشد کا انتظام کریں اور یہ تمام مطبوعات اور ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے، یعنی رسالوں، مجلوں، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما اور تھیٹر کی ذمہ داری ہے۔ تمام ذرائع ابلاغ ہماری عوام کی صحیح تربیت بھی کرسکتے ہیں اور انہیں مضبوط بھی بنا سکتے ہیں اور ساتھ ہی ان کی خدمت بھی بہت اہمیت کی حامل بن سکتی ہے۔ (صحیفہ امام، ج۸، ص۲۹۸)

ریڈیو، تی وی کے پروگراموں کا مقصد

اگر ہم اپنے نوجوانوں اور بچوں کو ریڈیو اور ٹی وی کے پیش کیے جانے والے پروگراموں کے ذریعہ ان کی ابتداء سے اسی طرح تربیت کریں کہ وہ اپنی فکری استقلال کے مالک بن جائیں اور اس قابل ہو جائیں کہ وہ ذمہ داری کو قبول کر سکیں۔

(صحیفہ نور، ج ۱۰، ص ۱۲)

تی وی اور ریڈیو کی اہمیت

میں نے یہاں تشریف لانے والے ٹی وی اور ریڈیو سے متعلق افراد کو بارہا یہ تذکر دیا ہے کہ آپ جن اداروں کو چلا رہے ہیں یہ اس ملک کے بہت ہی حساس ادارے ہیں۔ دوسرے ذرائع ابلاغ مثلاً مطبوعات، یہ سب موثر ہیں لیکن ایک خاص طبقہ کیلئے۔ پہلی بات یہ کہ ان کی تعداد اور چھاپ اتنی زیادہ نہیں ہے کہ ملک کے تمام افراد تک پہنچ سکیں۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے ملک کے بہت سے افراد ایسے ہیں جو تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ ایک اور جہت یہ بھی کہ دور دراز علاقوں میں موجود افراد تک اخبارات پہنچنے میں ایک یا دو دن لگتے ہیں لیکن ریڈیو تمام عوامی طبقوں خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں، کیلئے قابل استفادہ ہے۔

ریڈیو اور ٹی وی میں دو مختلف خصوصیات ہیں، ریڈیو میں صرف سماعت استفادہ کرتی ہے جبکہ ٹی وی میں سماعت کے ساتھ بصارت بھی استفادہ کرتی ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ ہمارے ملک کے تمام دیہاتوں میں، بلکہ شاید تمام ممالک کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں ریڈیو اور ٹی وی موجود ہے۔ قدیم زمانے کی طرح نہیں ہے کہ ٹی وی یا ریڈیو صرف ایک طبقہ سے مخصوص ہو۔ وہ افراد کہ جن کی مالی حالت اچھی نہیں ہے وہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے اخراجات کو کم کریں اور ایک ریڈیو خریدیں اور ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ ٹی وی بھی رکھتے ہوں۔ آپ ریڈیو میں جس چیز کو بھی نشر کرتے ہیں تو پورے ملک میں جہاں جہاں اس کی امواج پہنچتی ہیں، آپ کی یہی بات ان تک پہنچتی ہے۔ اگر یہ ریڈیو کا یہ ادارہ صحیح ادارہ ہو تو یہ ایک بہت بڑی خدمت، بلکہ ملک کیلئے دیگر تمام خدمات سے زیادہ خدمت انجام دے سکتا ہے۔

(صحیفہ نور، ج ۱۰، ص ۱۷)

فلم کا تربیتی اثر

میری نظر میں ایرانی فلمیں تقریباً سب ہی دوسروں کی بنائی ہوئی فلموں سے اچھی اور بہتر ہیں۔ مثلاً ''گائے'' نامی فلم بہت زیادہ سبق آموز تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ یہ فلمیں امریکہ یا یورپ سے آئیں اور وہ بھی بغیر کسی سنسر کے تاکہ ہمارے ملک میں موجود مغرب زدہ افراد اسے دیکھ کر خوش ہوں۔ ایران کے باہر سے آنے والی فلمیں اکثر، استعماری ہیں لہذا آپ کو چاہیے کہ بیرونی ممالک کی فلموں کو اپنے پروگراموں سے نکال دیں مگر یہ کہ وہ سو فیصد صحیح ہوں۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۲۹۲)

ٹی وی اور ریڈیو کے پروگراموں میں ملکی مصلحت کا خیال رکھنا

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو ہماری نوجوان نسل اور ہماری عوام کا مربی ہونا چاہیے نہ یہ کہ اس سے، ایسے مطالب نشر کیے جائیں جو ملک کی موجودہ صورتحال اور اس کی مصلحت کے منافی ہوں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۳۲۶)

ذرائع ابلاغ اور لوگوں کی ہدایت

ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کو لوگوں کی ہدایت کرنی چاہیے۔ اخبارات کسی ایسی چیز کو نشر نہ کریں جو لوگوں کے انحراف اور ان کے جذبات کو بھڑکانے کا سبب بنے۔ ریڈیو کو ایسے کام کرنے کے بجائے لوگوں کی ہدایت کرنی چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۲، ص ۳۸۴)

دلیل کے ذریعہ برائی کا خاتمہ

لوگوں کو اس راہ اور منحرفین کو راہ راست کی طرف ہدایت کرنی چاہیے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ان (دشمنوں) کی ایجاد کردہ برائیوں کو دلیل کے ساتھ اور صحیح طریقے سے ختم کریں نہ کہ جنگ وجدل کے ذریعہ۔ اخبارات، جرائد اور رسالے یہ سب بہت اچھے ہیں لیکن اس صورت میں کہ جب ان کے مطالب ومفاہیم لوگوں کو تعلیم دینے، ان کی تربیت کرنے والے اور ان جرائد اور رسالوں سے وابستہ افراد اسلامی حدود وشرائط کے پابند ہوں تو اس وقت ان جرائد اور رسالوں کی اہمیت سب سے زیادہ ہو جائے گی۔ اگر

انسان میں انصاف ہوتو اسے ان لوگوں کیلئے اپنے قلم کے ذریعے قدم اٹھانا چاہیے کہ جن کیلئے ان قلموں کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ انسان کی دیانتداری بھی اسی بات کا تقاضا کرتی ہے لہذا ہمارے جرائد کو مفید ہونا چاہیے تا کہ ہم ان کے ذریعہ اپنے معاشرے کے اخلاق کی اصلاح کر سکیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۳۸۵)

رسالے کی ظاہری صورت کا قاری پر اثر

لوگوں کی اجتماعی ثقافت میں جو چیز ان پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے وہ جریدے اور اس میں پیش کیے جانے والے مطالب و مفاہیم کا صحیح اور دلپذیر ہونا ہے۔ اس لیے کہ خود مجلّہ اور اس کا طباعت کے ذریعہ خوبصورت شکل میں پیش کیے جانے کا انداز بہت اثر گزار ہوتا ہے۔ اگر قاری خود مجلّے کو نہ بھی پڑھے لیکن اس کی ورق گردانی خود قاری کی روح پر اثر انداز ہوتی ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۴۹۶)

لکھنے کا انداز

پچاس سال قبل جب ہمارے لوگ کسی رسالے کو پڑھتے یا ریڈیو اور ٹی وی سے استفادہ کرتے تھے تو اس وقت یہ تمام چیزیں انحراف کی طرف دعوت دیتی تھیں اور یہ سب اس لیے تھا کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ کوئی جوان صحیح تربیت حاصل کرلے۔ لیکن خدا نے آپ کی فریاد سن لی اور یہ تمام مسائل اصلاح پا گئے۔ ان منحرف لوگوں کی کوشش یہ ہے کہ اس انقلاب کو پہلے جیسے منحرف دور کی طرف لوٹا دیں۔ جو بھی کسی جریدے یا رسالے کو شایع کرنا چاہتا ہے تو اسے آئندہ نسل کی تربیت کیلئے خود کو تیار کرنا چاہیے۔ آپ کو چاہیے کہ آنے والی نسلوں کیلئے سوچیں، کیونکہ اسلام تمام نسلوں کو مسائل اور احکام کی نسبت ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ تمام نسلوں کیلئے جواب دہ تھے اسی طرح ہم بھی جواب دہ اور ذمہ دار ہیں کہ آنے والی نسلوں کیلئے کام کریں۔ اپنی اولاد کی تربیت کو گھروں، پرائمری اور سیکنڈری اسکولوں سے شروع ہونا چاہیے۔ خداوند عالم انشاء اللہ آپ کو توفیق دے کہ آپ کا جریدہ تربیت کرنے والا ہو، کیونکہ زیادہ لکھنا اچھی بات نہیں بلکہ اچھا لکھنا اچھی بات ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۵۰۰)

عوامی تربیتی سینٹر

آپ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو دیگر ذرائع ابلاغ کی مانند نہ سمجھیں، کیونکہ ان کا حساب کتاب بالکل جدا ہے۔ اس لیے کہ دو تین یا چار سال کا بچہ جب ٹی وی دیکھتا ہے تو ٹی وی کے پروگرام اس کی روح پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہ اسی طرح بڑھاپے تک اسی اثر کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ یہ وہ ادارہ ہے کہ جو خدمت کرنے میں بھی بہترین خدمت گزار ثابت ہو سکتا ہے اور خیانت میں بھی بہت عظیم خیانت کر سکتا ہے۔ میڈیا کے ان تمام ذرائع ابلاغ میں ریڈیو اور ٹی وی بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، اگر ان کی اصلاح ہو جائے تو پورے ملک کی اصلاح ہو سکتی ہے اور اگر خدانخواستہ یہ منحرف ہو جائیں تو پوری مملکت خراب ہو سکتی ہے۔ جو لوگ ان پڑھ ہیں وہ فلمیں دیکھتے اور گفتگو سنتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو پڑھے لکھے ہیں وہ بھی سب باتیں سمجھتے ہیں، اس طرح نہیں ہے کہ یہ ٹی وی فقط ایک طبقہ سے مخصوص ہو۔ یہ چھوٹے بچے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر ان کٹھ پتلیوں کے تماشے اور فلمیں دیکھتے ہیں، اگر یہ خراب ہوں تو یہ بچوں کو ان کے بچپنے سے ہی منحرف کر دیں گے۔ ٹی وی کا کردار اسکولوں کے تربیتی کردار سے زیادہ ہے۔ یہ پورے ملک کیلئے عوامی تربیتی سینٹر کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے بلند ہونے والی آواز کی بازگشت پورے ملک میں سنائی دیتی ہے اور ان کا تربیتی کردار اور یہاں پیش کیے جانے والے پروگرام کا اثر پورے ملک پر ہوتا ہے۔ لہذا ان کی ذمہ داری، بہت بڑی اور سنگین ذمہ داری ہے اور یہاں کام کرنا بہت ہی قابل قدر خدمت ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۱۱۸)

مطبوعات کی اہمیت

مطبوعات کی اہمیت اس خون کی مانند ہے جو محاذ جنگ پر بہتا ہے۔ ﴿مِدادُ العُلَماء، أفضَلُ مِن دِماءِ الشُّهداء﴾ ''علا کے قلم کی روشنائی شہدا کے خون سے افضل ہے'' اس لیے کہ شہدا کا مقام اگرچہ بہت بلند تربیتی کردار کا حامل ہے لیکن قلم اس سے زیادہ تربیتی کردار ادا کر سکتا ہے۔ یہ قلم ہی ہیں جو شہدا کو جنم دیتے ہیں اور شہیدوں کی پرورش کرتے ہیں۔ آپ اسی چیز کے حامل ہیں۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ اس کی اہمیت کو بھی مدنظر رکھیے اور اس کی ذمہ داری کو بھی۔ ہر عمل جتنی بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس کی ذمہ داری بھی اتنی ہی سنگین ہوتی ہے۔ آپ حضرات جو مطبوعات اور لٹریچر کی طباعت کے شعبے سے وابستہ ہیں اور اس شعبے

کی سمت کا تعین کرنے والے ہیں لہذا آپ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ آپ کا مطبوعاتی ادارہ ایک مفید ادارہ ہو اور آج کے مطبوعاتی ادارے کو شاہی حکومت کے زمانے کے مطبوعاتی ادارے کی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔

گزشتہ زمانے میں انہی مطبوعات ہی کے ذریعہ سے ہمارے نوجوانوں کو تباہی اور لڑکے لڑکیوں کو فحاشی اور عریانی کی طرف کھینچ کر لے گئے تھے۔ لہذا اس زمانے کے مطبوعاتی اداروں کا گناہ بہت زیادہ ہے، کیونکہ وہ لوگ ایک قوی عامل کی حیثیت سے اس مقصد کیلئے کوشاں تھے۔ یہ مطبوعاتی ادارے جہاں بھی ہوں خواہ سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کے تحت نظر ہوں یا کسی اور جگہ، انہیں توجہ کرنی چاہیے کہ شاہ کے دور حکومت میں جو کچھ کام ہوا اور انہوں نے ہماری نوجوان نسل کو برباد کیا، یہ لوگ اور ان کے مطبوعاتی ادارے ان سب کا ازالہ کریں۔ ساتھ ہی اس بات کی طرف بھی متوجہ رہیں کہ سپاہ پاسداران میں نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ممکن ہے کہ ایک نوجوان اپنی نوجوانی اور حسن نیت کی بنا پر ایک ایسے کام کو انجام دے کہ جو مصلحت کے موافق نہ ہو۔

ان مطبوعاتی اداروں کو چاہیے کہ سپاہ پاسداران انقلاب کی نصیحت کیلئے بھی تھوڑا بہت کام کریں، یعنی آپ، سپاہ پاسداران میں موجود اور آنے والے نوجوانوں کی تربیت کیلئے ان مطبوعاتی اداروں سے کام لیں تاکہ آپ کا یہ کام خود ان لوگوں کیلئے بھی تربیتی ہو اور دوسروں کیلئے بھی، انشاءاللہ۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۲۲۷)

خبر رساں ایجنسیوں میں صداقت کی اہمیت

خبر رساں ایجنسیوں میں جو چیز قابل قدر اور قابل اہمیت ہے وہ یہ ہے کہ اس شعبے سے وابستہ تمام افراد کو صداقت اور راستگوئی سے کام لینا چاہیے تاکہ وہ سامعین میں سماعت کیلئے زیادہ شوق پیدا کرسکیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۱۳)

شاہی دور حکومت میں مطبوعاتی اداروں کی حالت

آپ گزشتہ زمانے کے اخبارات کی حالت سے واقف ہیں، وہ ایسے اخبارات تھے کہ جو ملکی مصلحتوں

کے خلاف لکھتے تھے۔ وہ جب اسلام اور اس کی بڑھتی ہوئی عوامی مقبولیت کو دیکھتے اور اسے روکنے میں ناکام ہو جاتے تو اسلام کے خلاف زہر اگلنے لگتے۔ رضا خان (شاہ ایران کے باپ) کے زمانے میں، کتنا اچھا ہوا کہ آپ اس زمانے میں نہیں تھے، کیونکہ اس زمانے کے لوگ سخت ترین زندگی گزار رہے تھے، اس دور میں شائع ہونے والے اخبارات اور مجلات نے صریح الفاظ میں رسول اکرمؐ کی شان میں گستاخی کی مگر ایک آدمی نے بھی جواب نہیں دیا! اس زمانے کے شعراء، اہل قلم اور دانشوروں نے اسلام کو نابود کرنے کیلئے گٹھ جوڑ کیا ہوا تھا۔ لیکن یہاں بھی ایک استثنائی حالت تھی، کیونکہ وہ لوگ جو اقلیت میں تھے وہ ایک لفظ بھی ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ اس زمانے کے جرائد اور رسالوں نے کہ خدا جانتا ہے کہ ان نوجوانوں کے ساتھ کیا کیا! اس زمانے کے سینما، تھیٹر اور فنکار سب نے اس لیے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا ہوا تھا تاکہ اسلام کو اس ملک سے باہر نکال کر امریکہ کو لے آئیں۔

(صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۵۰)

حکومتی کارکنوں کی بصیرت کا ارتقا

مختلف قومی اداروں میں غیر قانونی کاموں کی روک تھام کرنے والی کمیٹی کو دستور دینا چاہیے کہ عام فہم اور روزمرہ زندگی کے مختلف شرعی مسائل اور انحرافی کتب اور مطبوعات میں موجود پیچیدگیوں اور معما سے ہٹ کر ضروری جاننے والے اعتقادی مسائل کو سادے انداز میں اور مختلف افراد کے پیشے کی نسبت سے دیگر شرعی اور اخلاقی مسائل کیلئے اسلامی احکام اور سیاسی واجتماعی مسائل سے آشنا افراد کے تحت نظر مختلف کتابچے تیار کیے جائیں۔ ان کتابچوں کو مختلف افراد کی دسترس میں قرار دیا جائے اور ضرورت کی صورت میں ان افراد کو ان کی تعلیم بھی دی جائے۔ بغیر تعلیم کے ان سے سوال نہ کیا جائے جبکہ ان کے قبول یا فیل ہونے کا میزان اسلامی اور انسانی ہو کہ جس کا اصل مقصد جاہل افراد کی ہدایت ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۲۰)

اچھی فلم اور تھیٹر کی تیاری کیلئے زحمت

انسانی اور اسلامی اخلاق کے مطابق تھیٹر کو پیش کرنا ایک زحمت طلب کام ہے اور اگر سینما بھی یہی کام

چاہتا ہے تو یہ ایک فرصت طلب کام ہے۔ سینما اور تھیٹر کے دستور میں یہ کہیں نہیں لکھا گیا ہے کہ انہیں برائیوں کا مرکز ہونا چاہیے۔ (شاہی دور میں) ان کا فن غیر اخلاق چیزوں سے عبارت تھا، یونیورسٹی اور اندرون وبیرون ملک ہماری نوجوان نسل کی غلط اور گمراہ کن تربیت کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں تھا۔ (صحیفہ امام، ج۱۸، ص۲۱۷)

خبروں کے ذریعہ تعلیم کا شوق اور رغبت دلانا

خبروں کے ذریعہ سے لوگوں کی تعلیم دی جانی چاہیے اور خبروں کو سودمند ثابت ہونا چاہیے، واقعاً ایسا کام کیا جائے تا کہ واقعی اور سودمند خبریں لوگوں تک پہنچ سکیں۔ وہ افراد جو ایران سے باہر اس سلسلے میں محنت کر رہے ہیں، جب وہ اپنی خبروں کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں تو ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔ اس طرح نہیں ہے کہ سب خالصتاً اللہ کیلئے کام کر رہے ہیں، خواہ وہ قلم اٹھائیں یا نہ اٹھائیں کوئی فرق نہیں رکھتا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہر شعبے میں موجود افراد کی ہمت افزائی کریں تا کہ ان جیسے دیگر افراد وجود میں آئیں۔ (صحیفہ امام، ج۱۹، ص۳۶۳)

حدود وتعزیرات کا اجرا کرنے والے ادارے

قصاص، در حقیقت رحمت ہے

اس عالم ملک و مادہ میں خداوند عالم کی رحمت و رأفت جاری و ساری ہے، بلکہ تمام حدود و تعزیرات اور قصاص وغیرہ سب کے سب رحمت و رأفت الٰہی کی حقیقی شکل ہیں کہ جو غضب و انتقام کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾[1] ''اے صاحبان عقل! قصاص میں تمہارے لیے حیات ہے''۔ (شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۲۳۳)

قصاص میں عوام کی حیات ہے

اگر اسلام کے معین کردہ قصاص، دیات اور حدود کے قوانین پر ایک سال عمل کیا جائے تو ملک سے تمام ظلم و ستم، بے انصافیاں، اور دیگر برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ (تمام شرائط کی رعایت کرتے ہوئے) ایک خاص مدت تک چور کا ہاتھ کاٹنے کی مہم چلائے اور اگر ایسا نہ ہو تو آپ کا چوروں کو زندان میں رکھنا، چوروں کی چوری میں مدد کرنا ہے۔ انسانی زندگی کو قصاص کے ذریعہ محفوظ بنانا چاہیے اس لیے کہ قصاص کے نتیجے میں قتل ہونے والے انسان کی موت کے نتیجے میں عوام کو حیات ملتی ہے ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ کیونکہ چند سالوں کی جیل سے تو کام ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر زانی مرد وزن کو سو سو کوڑے لگائے جاتے تو ہمارے گھروں کو تباہ و برباد کرنے والے یہ جنسی واقعات و امراض ملک میں ناپید ہو جاتے۔ یہ آپ کے بچوں جیسے رحم دلی کے جذبات کسی بھی وقت قانون عقل پر برتری نہیں حاصل

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۹۔

کر سکتے ہیں۔ اس بنا پر ایک مجرم کا ہاتھ کاٹنا خود اس کی روح کی اصلاح کیلئے بہت موثر ہے اور خود ملک کی اصلاح کیلئے بھی۔ بعض افراد یہ کہتے ہیں کہ چور کا ہاتھ کاٹنا رحم دلی اور ہمدردی کے سراسر خلاف ہے، لیکن یہ لوگ گولے بارود سے لاکھوں افراد کی موت اور بڑے بڑے شہروں کو آگ لگانے کے عمل کو رحم دلی اور ہمدردی کے خلاف شمار نہیں کرتے! آپ نے اپنی عقل اور فکر وقیاس کو خلط کر دیا ہے، آپ کے خیال میں ایک قاتل کو مارنا اور اس قتل کے ذریعہ سے قتل کے بیج کو اس جہان سے ختم کرنا، دنیا کی آبادی کو کم کرنا ہے، لیکن ایک ملک کو آگ کی بارش میں جلانا اور لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا دنیا کی آبادی کو کم کرنا نہیں ہے! وائے ہو ایسے بے عقل افراد پر۔

(کشف الاسرار، ص ۲۷۴)

پھانسی، رحمت کا دریچہ

یہ معاشرہ ایک انسان کی مانند ہے۔ کبھی ایک معاشرہ کی اصلاح کیلئے کسی ایک انسان کو سزا دینا ضروری ہوتا ہے اور یہ سزا کبھی کبھی موت پر ختم ہوتی ہے۔ ایک آدمی جو ایک ملک اور ایک طبقے کو خراب کرنا چاہتا ہے، اگر وہ قابل اصلاح نہیں ہے تو اس سرطانی جرثومے کو معاشرہ کی اصلاح اور حفاظت کیلئے اس معاشرے سے دور کر دینا چاہیے۔ اسے دور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے پھانسی دے دی جائے، اسلام نے جو پھانسی کا حکم دیا ہے وہ اسی لیے ہے نہ کہ مغربی قوانین کی طرح پھانسی دینے کی مانند ہے۔ مغرب، انسانوں کو گرفتار کرتا ہے اور قتل کر کے انہیں نابود کر دیتا ہے اور یہ سب اپنے لیے راستہ صاف کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کے مطابق پھانسی کا دیا جانا دراصل معاشرے اور انسانوں کیلئے رحمت کا ایک دریچہ ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۸، ص ۳۳۱)

قیدیوں کی اسلامی اور اخلاقی تربیت

میں اعلیٰ حکام سے اس بات کی خواہش کرتا ہوں کہ وہ جیل کے حالات پر کڑی نگاہ رکھیں اور متعلقہ افراد کو سختی سے تاکید کریں کہ وہ قیدیوں سے انسانی اور اسلامی سلوک کریں۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ خطبا اور مقررین جیلوں میں جائیں اور ان کی اخلاقی اور اسلامی تربیت کریں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی سلامتی اور صحت کی حفاظت کیلئے مختلف پروگرام تشکیل دیے جائیں تاکہ وہ جیل کی سختی اور تنہائی کے علاوہ کسی اور چیز سامنا نہ

کریں۔جیل کے متعلقہ حکام کی اجازت سے ان کی عزیز و اقارب سے ملاقات کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں،خاص طور پر ان ایام میں کیونکہ یہ گناہگار بھی ہمارے ہی جیسے افراد ہیں۔

(صحیفہ امام،ج ۱۴ص ۲۱۸)

جنگ ودفاع

جنگ اور جنگی قیدیوں کی تربیت

ایک جنگ میں کچھ فوجیوں کو قیدی بنا کر ان کے ہاتھ باندھ کر انہیں لایا گیا۔ فرمایا کہ دیکھو میں ان قیدیوں کو زنجیروں سے باندھ کر انہیں جنت لے جانا چاہتا ہوں! ان کو ہم نے اسیر بنایا ہے اور ہم انہیں انسان بنا کر جنت بھیجنا چاہتے ہیں۔ پیغمبر اکرم ؐ اور دیگر تمام انبیا کی تحریکوں کی بنیاد اسی بات پر قائم تھی کہ تمام افراد کو سعادت سے ہمکنار کریں اور ایسا نہیں تھا کہ وہ ایک طبقے کی خوش بختی چاہتے تھے اور ایک طبقے کی نہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۳۳)

اسلامی جنگیں اور معاشرے کی تربیت

رسول اکرم ؐ اور حضرت امیر المومنین ؑ کے زمانے میں جنگیں زیادہ لڑی گئی ہیں اور سب اسلامی جنگیں تھیں اور سب کا مقصد معاشرے کی تربیت تھا۔ ان افراد کی تاریخ میں لڑی جانے والی کوئی ایک بھی جنگ ایسی نہیں تھی کہ جو معاشرے کی تربیت اور معاشرتی ترقی میں رکاوٹ بننے والے افراد کی روک تھام کیلئے نہ ہو۔

(صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۱۰۶)

اسلام کی تلوار اور برائیوں کا مقابلہ

اسلام، اصلاح معاشرہ کیلئے آیا ہے اور اگر اس نے تلوار اٹھائی ہے تو اس لیے کہ وہ برائیوں ختم ہو جائیں جو اصلاح کی راہ میں حائل ہیں تا کہ ان برائیوں کے خاتمے سے معاشرہ کے تمام افراد اصلاح پا جائیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۰، ص ۴۳۹)

جنگ، کاہلی سے نجات کا باعث ہے

جب جنگ لڑی جاتی ہے تو انسان کو سستی و کاہلی سے اور ان تمام چیزوں سے دور کر دیتی ہے جو اس کو ناکارہ اور نکما بنا دیتی ہیں اور یوں انسان زیادہ فعالیت کرتا ہے، کیونکہ انسان کے جوہر کو ہمیشہ فعال اور متحرک ہونا چاہیے۔ استراحت اور آرام وغیرہ سے انسان کاہل وسست ہو جاتا ہے۔ انسانی صلاحیتیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں، خصوصاً وہ افراد جنہیں عیاشی اور آرام پسند زندگی کی عادت ہے اور ان کی حالت دوسروں سے زیادہ بدتر ہوتی ہے۔ لیکن جب جنگ اور معرکے کا میدان سامنے آتا ہے، راتیں تاریک اور دن روشن اور توپ خانوں کی گرجدار آوازیں، یہ سب انسان کو سستی و کاہلی سے باہر نکال دیتے ہیں اور انسان درواقع خود کو فعال ومتحرک بنا کر اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۲۲۷)

رسول اکرمؐ کی شمشیر دراصل طبیب کا آلہ جراحی ہے

خداوند عالم نے انبیاءؑ سے فرمایا ہے: ''آپ کیوں اپنے آپ کو اتنی مشکل وزحمت میں ڈالتے ہیں اور ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے خود کو کیوں ہلاک کیے دیتے ہیں؟'' اس کے باوجود انبیائے کرامؑ لوگوں سے اتنی محبت اور ہمدردی رکھتے تھے اور ان کی دلی خواہش تھی کہ لوگ اصلاح پا جائیں اور وہ اچھے بن جائیں۔ لیکن جب وہ دیکھتے تھے کہ اگر فلاں گروہ یا طبقہ جب تک ہے وہ لوگوں کو برائی کی طرف کھینچتا رہے گا تو اس وقت ان کی شمشیر طبیب کا آلہ جراحی بن جاتی تھی اس لیے کہ نبیؐ پورے عالم اور معاشرے کا طبیب ہے اور اسے معاشرے کی اپنی حسن نیت کی بنا پر اصلاح کرنی چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۲۰)

اصلاحی ضرب

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شمشیر کی ضرب کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اصلاحی ضربت تھی، اصلاح کیلئے تھی نہ کہ فساد پھیلانے کیلئے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۲۰)

جنگ اور شخصیت کا ارتقا

آپ نے خود اس آٹھ سالہ مسلط کی گئی جنگ میں دیکھا کہ ہمارا اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا تو ہمارے ایرانی فنی ماہرین اور فوجیوں نے ہماری ملکی ضرورت کے پارٹس اپنی مدد آپ کے تحت خود بنا لئے۔ لیکن اگر یہی کوشش جنگ سے قبل ہوتی تو وہ ان کے بنانے پر قدرت نہیں رکھتے تھے، کیونکہ انہوں نے اپنے وجود اور شخصیت کو گم کر دیا تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ ہماری ترقی کیلئے حتماً باہر سے فنی ماہرین کو آنا چاہیے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۴، ص ۱۱۴)

بے نظیر تحرک وبیداری

اس جنگ کو شروع ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے اور اس جنگ کے بہت بڑے فوائد ہمیں حاصل ہوئے ہیں، یعنی ہم غافل تھے اور آہستہ آہستہ متوجہ ہوئے۔ اس کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ محاذ جنگ اور اس کے پیچھے ہمارے نوجوانوں میں بے نظیر تحرک وبیداری پیدا ہوئی ہے، سستی اور کاہلی بالکل ختم ہو گئی ہے کہ جو بیٹھ کر باتیں بنانے والوں اور معمولی کام کرنے والوں سے متعلق ہوتی ہے۔ اس سستی اور کاہلی کے بجائے فعالیت وتحرک نے جنم لیا ہے کہ آج ہماری فوج، رضا کار قوتیں، قبیلے اور پوری عوام خواہ وہ میدان جنگ میں مصروف ہو یا میدان جنگ کے علاوہ کسی اور مقام پر مصروف عمل ہو، سب فعال اور متحرک ہیں، سب نے ناگوار حالات کے سامنے قیام کیا ہوا ہے اور جنگ کو (اپنی ترقی وتربیت اور) اپنے لیے ایک بہتر چیز جانتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۲۰۱)

پورے ایران کا شہادت سے عشق

آج پورا ایران متحرک ہے، پورا ملک ایک ساتھ فعالیت انجام دے رہا ہے اور ایک ساتھ شہادت کا عاشق اور عالم غیب کا دلدادہ ہے جبکہ گزشتہ حکومتوں میں ان مسائل کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۵، ص ۲۰۲)

عوامی بیداری میں شہدا کے وصیت ناموں کا اثر

آپ نے محاذ جنگ پر جانے والے نوجوانوں کے وصیت ناموں کا مطالعہ کیا ہے کہ وہ کس اہمیت کے حامل ہیں؟ ان شہدا کے وصیت نامے انسان کو لرزا دیتے ہیں اور اسے بیدار کرتے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۱۳)

جنگ میں تجربہ کا حصول

اس مسلّط شدہ جنگ کی ہماری عوام کیلئے ایک برکت یہ ہے کہ ہمارے فوجی، ہمارے نوجوان اور فوجی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم، اپنے اپنے کالجوں میں تحصیل علم کے علاوہ محاذ جنگ پر جاتے ہیں، عملی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور عملی میدان میں یہی چیز قابل قدر ہے نہ کہ پڑھنا اور صرف تعلیم حاصل کرنا۔ پڑھنا، عمل کا مقدمہ ہے اور آج آپ مختلف جگہ عمل بھی کر رہے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۵)

جنگ یعنی خدا کی طرف سفر

سیر الی اللہ یا خدا کی طرف سفر کیلئے لازمی نہیں ہے کہ انسان گوشہ نشین ہو جائے اور یہ کہے کہ میں سیر وسلوک کا طالب ہوں۔ ہرگز نہیں! سیر وسلوک اور خدا کی طرف سفر وہی ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت رہی ہے یا ان افراد کی سیرت وزندگی جو آپؐ کے ساتھ تھے، یہ سب ہستیاں میدان جنگ میں شرکت کرتیں، افراد کو قتل کرتیں اور شہدا پیش کرتیں تھیں اور ساتھ ہی یہ لوگ حکومت بھی کرتے تھے، یعنی سارے کاموں کو انجام دیتے تھے اور ان کے یہ سب کام سیر وسلوک یا خدا کی طرف سفر تھے۔ اس طرح نہیں تھا کہ جس دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام (کفار کے) قتل میں مصروف ہوتے وہ دن خدا کی طرف ان کا سفر شمار نہیں ہوتا تھا یا جس وقت آپؑ نماز ادا کرتے تھے تو آپؑ خدا کی طرف سفر کرتے تھے، ہرگز نہیں! آپؑ کے دونوں کام خدا کی طرف سفر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ﴿ضَربۃُ عَلِیٍّ یومِ الخندقِ اَفضلُ مِن عِبادۃِ الثَّقلَینِ﴾ کیونکہ یہ ان کا خدا کی طرف سفر تھا۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۱۷۴)

نعمتوں کی فراوانی

جو کچھ خداوند عالم نے ہماری قوم کو عطا کیا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے ایک اخلاقی وثقافتی اقدار کے انحطاط سے نجات، اخلاق ثقافت کے مراتب عالیہ تک رسائی، محاذ جنگ پر کامیابی اور اس سے بھی بڑھ کر ہماری نوجوان نسل کو بڑے پیمانے پر اپنے نفس پر کامیابی کا حصول ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہم سب کو یہ معنوی کامیابی، نفس پر تسلط وکنٹرول اور شیطان نفس پر قابو حاصل ہو جائے گا۔ آج ہم ایسی نعمتوں میں غرق ہیں کہ ان کا شکر بجالانے سے عاجز ہیں مگر یہ کہ مختصر طور پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسی عظیم قوم عطا کی ہے کہ جو اس وقت میدان عمل اور محاذ جنگ میں حاضر ہے۔ خداوند عالم نے ہمیں، ہمارے نوجوانوں اور ہماری خواتین کو دشمن کی تیار کردہ دلدل سے نجات دی اور ہمارے نوجوانوں کو جو اسلام اور مسلمانوں سے منحرف ہو رہے تھے، دوبارہ ہمیں لوٹا دیا۔ یہ خدا ہی تھا کہ جس نے انہیں ایسا بنا دیا کہ وہ میدان جنگ میں رضاکارانہ طور پر شریک ہو کر شہادت کی آرزو کرتے ہیں، محاذ جنگ میں لڑتے وقت صدائے تکبیر بلند کرتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں اور راتوں میں خدا سے مناجات کے ذریعہ ہمکلام ہوتے ہیں اور یہ وہ نعمتیں ہیں کہ ہمیں جن کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۳۶۹)

جنگ میں صلاحیتوں کا پروان چڑھنا

ہم خداوند عالم کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں جنگ میں کسی بھی سپر طاقت اور کسی بھی ملک و مادی طاقت کا احسانمند نہیں کیا اور ہماری توکل کرنے والی اور تجربہ کار عوام نے خداوند عالم کی ذات اقدس سے استعانت کرتے ہوئے تن تنہا اور مظلومانہ انداز میں فوجی حملوں کی منصوبہ بندی، رضاکارانہ فوج کی تیاری اور فوجی تربیت سے لے کر ملکی ضرورت کے اسلحے کی تیاری تک کی تمام مشکلات پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ہماری قوم نے اپنی اسلامی سرزمین کے دفاع، ہزاروں کلومیٹر تک گھس آنے والے دشمن کو باہر نکالنے کے حیرت انگیز واقعات اور کامیابیوں کے علاوہ صنعتی میدان میں ترقی، کارخانے لگانے، مختلف چیزوں کی پروڈکشن اور دسیوں قسم کے مختلف پیشرفتہ وسائل اور فوجی ساز وسامان کے ایجاد کرنے میں بھی بغیر کسی ملکی ماہرین اور غیر ملکی امداد کے حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۲۰، ص ۳۳۶)

جنگ میں تحقیقات اور اختراع

ہم نے جنگ اور اقتصادی بائیکاٹ کے زمانے میں اس بات پر قدرت حاصل کرلی ہے کہ اب ہم تمام ترسختیوں کے باوجود مختلف قسم کی ایجادات، اختراعات اور پیشرفت کرسکتے ہیں اور انشاء اللہ اس سے بہتر حالات میں صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور مختلف شعبوں میں تحقیقات کی راہ ہموار کریں گے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۱ ص ۹۴)

ہماری جنگ سے پاکستان وہندوستان کی بیداری

ہماری جنگ کے نتیجے میں پاکستان اور ہندوستان بیدار ہوگئے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۲۱ ص ۲۸۳)

جنگ میں اخوت اور وطن دوستی کے جلوے

ہم نے جنگ میں اخوت و بھائی چارے اور وطن دوستی کو لوگوں کو باور کرایا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۱ ص ۲۸۳)

جنگ میں اسلام کی انقلابی روح

ان تمام چیزوں سے اہم جنگ میں اسلام کی انقلابی روح کا جلوہ گر ہونا ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۱ ص ۲۸۳)

ہماری جنگ کے نتیجے میں افریقہ میں اسلام کی اشاعت

آج افریقہ کا اسلام کو چاہنا ہماری آٹھ سالہ جنگ کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح امریکہ، یورپ، ایشیا اور افریقہ اور پوری دنیا کے لوگوں کا اسلام شناسی کی طرف رغبت پیدا کرنا بھی ہماری آٹھ سالہ جنگ کا ہی نتیجہ ہے۔

(صحیفہ امام، ج ۲۰ ص ۲۸۴)

بلائیں، مصائب اور امتحان

ہجر کا لذت بخش رنج و غم

لذت عشق ہے کیا، عاشقی محزوں جانے
رنج لذت دہ ہجراں کو تو مجنون جانے
کیسے، بے کوہ کنی، سمجھے گا شیرینی ہجر
زادۂ ناز نہ راہ دل پر خون جانے
رنگ شیرینی شیریں میں ہے، بو بھی خسرو
تو جو فرہاد کا حال دل گلگوں جانے
دل یوسف ہو جو زندان زلیخا میں اسیر
دسترس سے مہ وخورشید کو بیروں جانے
غرق دریا کو بجز موج نظر کیسا آئے
عاشق غمزدہ کیا ساحل وہاموں جانے
جلوۂ یار کا آغاز نہ انجام کوئی
عشق بے تاب تو "کب" جانے ہے یا "کیوں" جانے!

۱۔ اردو منظوم ترجمہ، دیوان امام خمینیؒ، ص ۱۱۶۔

بلایا، آسمانی تحفہ

اولیائے الٰہی، بلایا اور آزمائشات کو آسمانی تحفہ سمجھتے ہیں۔ سختی و تنگی کو خداوند عالم کی عنایت جانتے ہیں۔
(شرح حدیث جنود عقل و جہل، ص ۲۱۷)

بلایا اور مصائب میں یاد خدا

خدا کے خاص بندوں کے سختی و مصیبت میں گرفتار ہونے کا ایک راز یہ ہے کہ وہ اس بلاؤں اور مشکلات میں اس کی بارگاہ میں مناجات، تضرع و زاری کرتے اور اس کے ذکر اور فکر سے مانوس رہتے ہیں۔ یہ بنی نوع انسان کی فطرت ہے کہ مشکلات کے وقت پر اس چیز کی طرف توجہ کرتا ہے کہ جس کے ذریعہ اسے نجات ملنے کا احتمال ہو لیکن بلاؤں کے ٹل جانے کے بعد اور راحت و آرام کے زمانے میں اس سے غافل ہو جاتا ہے۔ لیکن خدا کے خاص بندے چونکہ خدا کے علاوہ کسی اور کو ذریعہ نجات نہیں جانتے ہیں لہذا اسی کی طرف توجہ کرتے ہیں اور تمام خلائق اور امید و آرزوؤں سے اپنا رشتہ توڑ کر صرف اسی کی ذات سے لو لگاتے ہیں اور خداوند عالم بھی ان پر اپنی عنایتوں کے سبب ان کو اس بات کا موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ صرف اسی کی طرف لو لگائیں۔
(چہل حدیث، ص ۲۳۱)

آزمائش کے ذریعہ مومنین کے درجات

اہل ایمان کے امتحان و آزمائش کے رازوں میں سے ایک راز، جس کی جانب روایات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ ان مومنین کیلئے کچھ خاص درجات ہیں کہ جب تک وہ ان مصائب، امراض اور رنج و الم کو تحمل نہ کر لے اس وقت تک ان درجات پر فائز نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ خاص درجات، دنیا سے اعراض و روگردانی اور خدا کی طرف اقبال و توجہ سے حاصل ہوں اور ممکن ہے کہ ان بلاؤں اور امتحانات کی ایک ملکوتی نورانی صورت ہو کہ جس تک صرف عالم دنیا میں زندگی گزارنے اور ان بلاؤں کے ذریعہ امتحان کے بعد ہی پہنچا جا سکتا ہو۔
(چہل حدیث، ص ۲۳۲)

آزمائش کا کمال عقل کے تابع ہونا

﴿وَمَنْ سَخُفَ دِيْنُهُ وَضَعُفَ عَقْلُهُ، قَلَّ بَلاؤُهُ﴾[1] اس حدیث شریف سے یہ پتا چلتا ہے کہ بلائیں جسمانی بھی ہوتی ہیں اور روحانی بھی۔ کیونکہ ضعیف العقل اور کم ادراک رکھنے والے افراد اپنی کمزور عقل وادراک کی وجہ سے روحانی بلاؤں اور ناگوار حالات سے امان میں رہتے ہیں۔ برخلاف ان افراد کے کہ جن کی عقل کامل اور قدرت ادراک زیادہ ہے اور وہ اپنی کامل عقل اور زیادہ قوت ادراک کی وجہ سے زیادہ روحانی مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ انسان کا ادراک جتنا زیادہ کامل اور روحانیت جس قدر قوی ہوتی ہے ان کی آزمائش اور پیش آنے والے ناگوار حالات بھی زیادہ ہوتے ہیں اور شاید حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کہ ﴿مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ مِثْلَ مَا أُوذِيتُ﴾[2] ''کسی بھی پیغمبر کو میری طرح اذیت وتکلیف نہیں دی گئی'' کا مطلب بھی یہی ہو۔ اس لیے کہ جو بھی خداوند عالم کی عظمت وجلال ربوبیت کا جتنا زیادہ ادراک کرے گا اور اس کے مقام مقدس سے جتنی زیادہ آشنائی ومعرفت حاصل کرے گا تو وہ بندوں کی معصیت ونافرمانی اور حرام امور کی انجام دہی سے زیادہ رنجیدہ اور غمزدہ ہوگا اور بندگان خدا پر جس کی رحمت وعنایت اور لطف وکرم زیادہ ہوگا وہ لوگوں کی گمراہی اور شقاوت وبدبختی سے زیادہ قلبی اذیت محسوس کرے گا۔

(چہل حدیث، ص ۲۳۶)

صبر کے فضائل اور نفس پر اس کے اثرات

جان لو کہ صبر کے بہت سے نتائج حاصل ہیں، ان میں سے ایک نفس کی ریاضت اور اس کی تربیت ہے۔ اگر انسان ایک مدت تک پیش آنے والے ناگوار حالات، زندگی کی سختیوں اور مصیبتوں اور خداوند عالم کے فرمان کے مطابق عبادات کی مشقت وزحمت اور مختلف نفسانی خواہشات کو ترک کرنے کی تلخی پر صبر اور اس سخت اور ناگوار مشقت کو تحمل کرے تو اس کے نفس کو آہستہ آہستہ اس بات کی عادت پیدا ہو جائے گی کہ وہ ریاضت کرنے لگے گا اور سرکشی چھوڑ دے گا اور سختیوں کو تحمل کرنا اس کیلئے آسان ہو جائے گا اور نفس

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۵۹، کتاب الکفر والایمان، باب شدۃ ابتلاء المومن، حدیث ۲۹۔

۲۔ الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۱۴۴۔ البتہ لفظ ''مثل'' کے بغیر نقل کی گئی ہے۔

میں ایک نورانی اور راسخ ملکہ پیدا ہو جائے گا کہ جس کی وجہ سے وہ مقام صبر سے ترقی کر کے دیگر بلند مقامات تک پہنچ جائے گا، بلکہ گناہ اور معصیت میں صبر کرنے سے انسان تقویٰ کا درجہ حاصل ہوتا ہے جبکہ اطاعت و بندگی میں صبر سے انسان خدا سے مانوس ہوتا ہے اور بلاؤں پر صبر کرنے سے انسان کو قضاء الٰہی پر راضی وخوش رہنے کا درجہ ملتا ہے۔ یہی اہل ایمان، بلکہ اہل عرفان کے اعلیٰ مقامات ہیں۔ احادیث اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام میں صبر کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے ﴿قَالَ: اَلصَّبْرُ مِنَ الایمانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأسِ مِنَ الْجَسَدِ، فَاِذا ذَهَبَ الرَّأسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ وَكَذٰلِكَ اِذا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الایمانُ﴾[1] آپ نے فرمایا: ''صبر اور ایمان کا وہی تعلق ہے جو تعلق سر اور بدن کا ہے؛ جب سر، بدن سے جدا ہو جائے تو بدن مر جاتا ہے، اسی طرح جب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو انسان کا ایمان بھی چلا جاتا ہے''۔ (چہل حدیث، ص ۲۶۱)

عذاب کی صورت میں نعمت

خداوند عالم اپنی رحمت واسعہ اور بے پناہ فضل وکرم کی وجہ سے ایک نہایت مہربان طبیب ومعالج ہے کہ جو ہر ایک کو ایک خاص انداز سے دنیا سے بچاتا ہے۔ کبھی کسی کو مال ودولت دیتا ہے اور اسی وقت اس کے ایمان کے ضعف کی وجہ سے اسے دیگر بلاؤں میں گرفتار کر دیتا ہے، بلکہ ثروت وغنیٰ کو بلاؤں کے ساتھ ملحوظ کر کے پیش کرتا ہے کہ دنیا اور حب دنیا کا خیال اس کے دل سے نکال دیتا ہے، کیونکہ اس شخص کا مزاج ایسا ہے کہ وہ سعادت کو صرف دنیوی مال ومنال میں ہی تصور کرتا اور اہل دنیا کو سعادتمند اور خوش قسمت سمجھتا ہے تو اگر خدا اسے فقیر کر دے تو فقط دنیا کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور اس کے حصول میں ابدی بدبختی میں جا پڑے گا۔ لیکن جب خدا دنیا کو اس کے ہاتھ میں دے دے اور اسے دنیا کا شیفتہ نہ ہونے کیلئے دنیا کو بہت سی زحمتوں، تکالیف اور اندرونی اور بیرونی صدموں اور غموں کے ساتھ پیش کرے تو وہ دنیا سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے۔ ایک بزرگ عالم دین فرمایا کرتے تھے کہ بیویوں متعدد ہونے میں انسان یہ خیال کرتا ہے کہ تعدد زوجات دنیا میں اس کا داخل ہونا اور اس کی طرف توجہ کرنا ہے لیکن جب انسان اس میں گرفتار ہوتا

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۸۷، کتاب الایمان والکفر، باب صبر، حدیث ۲۔

ہے تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا شاہکار ہے کہ جو انسان کو دنیا میں داخل کرنے کے ساتھ ساتھ اسے دنیا سے نکال کر اس سے متنفر کر دیتا ہے۔

پس خداوند عالم کبھی کبھی مومنین کو فقر میں مبتلا کر کے ان کی اصلاح کرتا ہے اور ان کے قلوب کو دنیا سے روگردان کر کے ان کی دلجوئی کرتا ہے تو کبھی انہیں ثروت ودولت سے نوازتا ہے۔ جبکہ انسان یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ دنیا کے عیش ونوش اور شراب وکباب میں غرق ہیں جبکہ خدا ان کو زحمت وسختی، مصیبتوں اور امتحان میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہ بات مسلمانوں کے فقر میں مبتلا ہونے کے ساتھ منافات نہیں رکھتی جیسا کہ روایات میں بھی آیا ہے۔ (چہل حدیث ص ۵۸۹)

مصائب اور امتحان بیداری اور توجہ کا موجب ہیں

خداوند عالم کا فضل وکرم اپنے بندوں پر ہمیشہ جاری وساری ہے لہذا اس نے انہیں عقل کی نعمت سے نوازا ہے، انہیں تزکیہ اور تہذیب نفس کی قوت دی ہے اور انبیاء اور اولیا کو بھیجا ہے تا کہ وہ ہدایت پائیں، اپنی اصلاح کریں اور جہنم کے دردناک عذاب میں گرفتار نہ ہوں۔ اگر یہ تمام امور انسان کی بیداری اور تہذیب نفس کا باعث نہ بنیں تو خداوند مہربان دوسرے طریقوں سے اس کی بیداری کا انتظام کرتا ہے اور مختلف قسم کے مسائل ومشکلات کے ذریعہ، فقر کی آزمائش اور بیماری کے ذریعہ انہیں متوجہ کراتا ہے۔ بالکل ایک حاذق طبیب اور ایک ماہر اور مہربان دیکھ بھال کرنے والے کی مانند کوشش کرتا ہے کہ اس مریض انسان کو مختلف خطرناک روحانی بیماریوں سے نجات دے۔ اگر بندے پر خدا کی عنایت وتوجہ ہو تو اس کو یہ امتحان وآزمائش پیش آتی ہیں تا کہ اس کے نتیجے میں وہ خدا کی طرف متوجہ ہو اور اپنی تہذیب نفس کرے۔ راہ یہی ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں ہے اور انسان کو چاہیے کہ خود اپنے پیروں پر چل کر اس راہ کو طے کرے تا کہ نتیجہ تک پہنچے۔ (جہاد اکبر ص ۳۳)

ہماری عوام پہلے سے زیادہ بیدار ہو رہی ہے

(اے دشمنو!) تم ہمارا جتنا بھی خون بہاؤ گے، ہماری زندگی کو اتنا ہی دوام حاصل ہوگا اور ہمیں جتنا قتل

کرو گے ہماری عوام پہلے سے زیادہ بیدار ہوں گے۔ ہم موت سے ہرگز خوف نہیں کھاتے ہیں اور تمہیں ہماری موت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ (صحیفہ امام، ج ۷، ص ۱۸۳)

جدت اور ترقی، اقتصادی بائیکاٹ کی برکت ہے

آپ نے خود اس آٹھ سالہ مسلط کردہ جنگ میں دیکھا کہ جب ہمارا اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا تو ہمارے ایرانی ماہرین اور فوجی ملکی ضرورت کے پارٹس اپنی مدد آپ کے تحت خود بنانے لگے۔ اگر یہی کوشش جنگ سے قبل کی جاتی تو وہ ان کو بنانے پر قادر نہ ہوتے، چونکہ انہوں نے اپنی شخصیت کو گم کر دیا تھا لہٰذا کہتے تھے کہ باہر سے غیر ملکی ماہرین کو آنا چاہیے۔

میرا عقیدہ ہے کہ اگر ہمارا دس یا پندرہ سال اقتصادی بائیکاٹ کیا جائے تو ہم اپنی کھوئی ہوئی قومی شخصیت دوبارہ پالیں گے، یعنی ہمارے تمام ساکت وجامد دماغ ہیں جو اپنی فعالیت پر قدرت نہیں رکھتے تھے، سب فعال ہو جائیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب آدمی آرام سے بیٹھا ہوا ہو اور تمام چیزیں لا کر اسے پیش کی جا رہی ہوں تو اس کی فکر ناکارہ ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ ایک دکان بھی نہیں چلا سکے گا۔ اگر ایک آدمی ہو کہ جس کیلئے دن کے آغاز پر گرم گرم ناشتہ لایا جائے، دوپہر کو بھی اسی طرح اور رات کو بھی اسی طرح اسی کے سامنے تیار اور گرم گرم کھانا پیش کیا جائے تو وہ کوئی کام انجام نہیں دے سکے گا اور ایک بے کار اور نکما انسان بن جائے گا۔ ان کی یہی کوشش تھی کہ ملک میں ایسے ہی نکمے اور بیکار افراد کو پروان چڑھایا جائے۔ وہ اس بات کا بہت زیادہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ ہم لوگ کچھ بھی نہیں کر سکتے ہو اور نہ ہی ہم میں کسی کام کو انجام دینے کی قدرت وصلاحیت ہے۔ دوسری جانب وہ چاہتے تھے کہ ہم بیرون ملک سے ہر چیز برآمد کریں اور غیر ملکی ماہرین کو ملک میں داخل کریں اور ہر چھوٹے سے چھوٹے مسئلے میں سب چیزیں باہر سے منگائیں۔ جب ایک قوم یہ دیکھے کہ اس کی ضرورت کی تمام چیزوں کو باہر سے لایا جا رہا ہے تو وہ کوئی بھی کام کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ چنانچہ وہ کبھی اس بات کی فکر نہیں کرے گی کہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے خود کوئی اقدامات کرے۔

جس دن ہماری عوام نے یہ سمجھا کہ اگر ہم اپنی زراعت، تیل کی صنعت اور اپنے کارخانوں کیلئے سنجیدہ

نہیں ہوئے تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اور کوئی بھی ہماری مدد نہیں کرے گا لہذا اس قوم میں یہ احساس جاگ گیا کہ ہمیں خود ہر چیز کو تیار کرنا چاہیے، کیونکہ کوئی ہماری امداد نہیں کرے گا تو یہ سوچتے ہوئے ذہن اور صلاحیتیں جاگ اٹھیں گی، ہر میدان میں ماہرین پیدا ہوں گے اور ہر کام کو انجام دینے والے افراد ہمیں مل جائیں گے کہ جو اپنی زراعت کو خود اچھا بنائیں گے اور اپنے کارخانوں کو خود چلائیں گے۔

چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ماہرین نے کارخانوں کو چلانا شروع کر دیا ہے۔ ٹی وی میں بھی کبھی کبھی دکھایا جاتا ہے کہ ہمارے ہم وطنوں نے خود کوشش کی ہے اور مختلف چیزوں کو ایجاد کیا ہے اور یہ سب اقتصادی بائیکاٹ کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم اپنے دشمن سے جس چیز کا بھی مطالبہ کرتے تو وہ وہ یہی دے دیتے لیکن ہمارے نوجوان کبھی اس بات کا نہ سوچتے کہ وہ خود بھی کوئی کام انجام دیں یا انہیں کوئی کام انجام دینا چاہیے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۱۱۴)

آسمانی تحفہ

یہی اقتصادی بائیکاٹ آپ کیلئے ایک آسمانی تحفہ تھا کہ جس نے ہمارے دانشوروں اور سائنسدانوں کی فکر کو ترقی دی ہے اور اس ارتقا میں مدد کی اور الحمد للہ ہم خود کفائی کی طرف گامزن ہو گئے ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۶، ص ۲۷۴)

محلات کی زندگی کا صحیح تربیت کے منافی ہونا

عیش پسندانہ اور محل و قصر کی زندگی صحیح تربیت، اختراعات و ایجادات، تصنیف و تالیف اور زحمت و مشکلات کا مقابلہ کرنے کے منافی ہے۔ اگر آپ پوری دنیا کا چکر لگائیں کہ کوئی ایسا آدمی ڈھونڈیں کہ جو آرام و آسائش میں پل کر کامیاب ہوا ہو تو آپ کو انگلیوں پر گنے جانے والے چند افراد ہی ملیں گے۔ تمام مصنفین اور مخترعین تقریباً سب ہی کچے مکانوں اور جھونپڑیوں میں رہنے والے تھے جب ہم اپنے مذہب کو دیکھتے ہیں کہ ہماری فقہ اور فلسفہ اتنا بے نیاز ہے اور وہ افراد کہ جنہوں نے فقہ و فلسفہ کو اس مرحلے تک پہنچایا ہے، ان میں سے کوئی بھی محل و قصر نہیں رہا تھا، بلکہ سب سادہ اور معمولی زندگی گزارتے تھے۔ شیخ طوسیؒ جو تاریخ تشیع کی ایک اہم اور قابل ذکر ہستی ہیں، محل نشین نہیں تھے۔ اگر وہ محل میں زندگی گزارتے تو وہ کبھی بھی

ایسی عظیم کتابیں اور شاگرد معاشرے کے سپرد نہ کرتے۔ یہ کام ایک آرام پسند زندگی میں ہرگز ممکن نہیں ہیں۔ ہمارے متاخر علما میں آپ ''صاحب جواہر'' کو دیکھئے کہ جنہوں نے ایک ایسی کتاب لکھی ہے کہ جسے سو انسان مل کر بھی نہیں لکھ سکتے، کیونکہ صاحب جواہر محل نشین نہیں تھے۔ جیسا کہ نقل کیا جاتا ہے کہ جب انہوں نے کتاب لکھی ہے تو نجف کے گھروں میں تہہ خانے بنانے کا رواج نہیں تھا، تہہ خانوں کو شیخ انصاریؒ ایران سے نجف سوغات کے طور پر لے گئے تھے۔ صاحب جواہر کا ایک چھوٹا اور مختصر گھر تھا جو ایک چھوٹے سے کمرے پر مشتمل تھا جو ایک دلان سے متصل تھا، آپ نے نجف کی گرم آب وہوا اور جلانے والی لو میں ''جواہر'' کو تحریر کیا ہے۔ وہ انسان جو شکم و شہوت، مال و منال اور جاہ کا طالب ہو وہ یہ کام ہرگز انجام نہیں دے سکتا ہے۔ شیخ انصاریؒ کی زندگی کے حالات تو آپ نے بہت سنے ہیں کہ ان کے زہد کا کیا حال تھا! اگر ان کا وہ حال نہ ہوتا تو وہ اتنے عظیم شاگردوں کی تربیت نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اتنی قیمتی کتابیں تحریر کرتے۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۳۷۴)

مشکلات سے نہ گھبرانا

محترم بھائیو اور بہنو! ہم نے اس راستے پر قدم رکھا ہے کہ جو انبیاء کا راستہ ہے اور تاریخ نے جہاں تک ہمیں بتایا ہے کہ انبیاء کو ہمیشہ مشکلات کا سامنا تھا۔ ہمیشہ محروم طبقوں ہی نے طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے ان کو ہمیشہ بہت زیادہ مشکلات اور طاقت فرسا مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیں جہاں تک علم ہے اور انبیاء کے حالات زندگی جہاں تک ہم تک پہنچے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انبیاء اپنے زمانے کی طاغوتی طاقتوں کے مدمقابل تھے، اسی لیے ان کو ہمیشہ مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ ہم اگر چاہتے ہیں کہ انبیاء کے راستے پر قدم اٹھائیں تو ہمیں مشکلات سے ہرگز خوف نہیں کھانا چاہیے۔ اس لیے کہ جس طرح رسول اکرمؐ نے ۲۳ سال اپنی دعوت حق کے نتیجے میں تمام مشکلات کو تحمل کیا اور شرعی احکام کو پھیلانے کیلئے خوشی سے تمام مشکلات کو گلے لگایا۔ اقتصادی مشکلات کی وجہ سے آپ نے شعب ابی طالبؑ میں ایک سخت زندگی گزاری اور ایک لمبی مدت تک ان تمام سختیوں کو برداشت کیا۔ لیکن قریش نے ان سے بدترین سلوک کیا اس کے باوجود آپ اپنے مقصد سے دستبردار نہیں ہوئے۔ دوسرے انبیاء بھی اسی طرح تھے۔ جب مقصد خدائی ہو تو راہ کتنی ہی دشوار کیوں نہ ہو، وہ آسان ہو جاتی ہے۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ عاشور کے

دن ظہر کا وقت جوں جوں قریب آتا جارہا تھا، امام حسین علیہ السلام کی نورانیت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اس لیے کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ میرا جہاد خدا کیلئے اور خدا کی راہ میں ہے اور چونکہ جہاد خدا کیلئے ہے لہذا ان شہید ہونے والے عزیز واقارب اور اصحاب کے جانے سے نقصان نہیں ہوگا، بلکہ یہ عالم بقا وآخرت کا سرمایہ ہیں۔ آپ جو اسلام کی خدمت کیلئے آمادہ ہیں، ہمارے کارکن اس بات کیلئے تیار ہیں کہ اسلام کی خدمت کریں، کارخانوں کو چلائیں اور سنجیدگی سے عمل کریں تاکہ اپنے استقلال کی حفاظت کریں اور یہ سب مشکلات کا شکار ہیں، اگر چہ یہ مشکل نہیں ہیں۔ یونیورسٹی کے طالب علم اور استاد، معلمین اور شاگرد جو خدا کیلئے کام کررہے ہیں، مشکلات سے دوچار ہیں، لیکن یہ سب خدا کی راہ میں ہیں لہذا یہ مشکلات، مشکل نہیں ہیں۔ اگر ہم حساب کریں تو دیکھیں گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی مشکلات ہماری آج کی مشکلات سے بہت زیادہ تھیں لیکن انہوں نے تمام مشکلات پر صبر کیا اور خداوند عالم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ صبر کریں اور ان طاقتوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور انہیں دندان شکن جواب دیں کہ جو ہمیں ترنوالے کی مانند نگلنا چاہتی ہیں۔

(صحیفہ امام، ج ۱۷، ص ۲۱۳)

انسان بننا مشکل ہے

انقلابات بہت مشکلات کے بعد وجود میں آتے ہیں۔ اگر آپ واقعاً انسان بننا چاہتے ہیں تو آپ کو مشکلات کا سامنا کرنا چاہیے۔ اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ اپنی انسانی اقدار کی حفاظت کریں تو آپ کو زحمت ومشکل کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ انسان آرام سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور اس کی اقدار محفوظ رہیں۔ اگر انسان اپنے گھر میں گوشہ نشین ہوجائے تو وہ منہ کے بل گر پڑے گا۔ لیکن وہ اس بات سے غافل ہوگا کہ وہ اب انسان نہیں رہا۔ اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ صحیح معنوں میں انسان بنیں تو یہ کام زحمت طلب ہے، اگر آپ دنیا میں کامیاب اور سربلند ہونا چاہتے ہیں تو آپ مشکلات کا سامنا کریں اور یہ کام خود بخود نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر دشمن کی غلامی کی تو آپ کی ایک کھوٹے سکے کے برابر بھی قیمت نہیں ہوگی۔ آپ دشمن کے تسلط سے آزادی کی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کا یہ کام قدر اور انسانی شرافت کا حامل ہے لیکن ساتھ ہی اس کام میں زحمت ہے۔ اس کی قیمت بھاری ہے، اس راہ میں جہاد اور شہادت ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ انبیاء نے انہی چیزوں کیلئے کام کیا ہے اور اسی کیلئے کہ امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں۔ اگر امام حسینؑ یا ان کے اصحاب یہ خیال کرتے کہ یہ زحمت طلب اور مشکل کام ہے وہ تو اتنا بڑا انقلاب نہیں لا سکتے تھے کہ جس کے اثرات آج تک باقی ہیں۔ لیکن جب یہی کام خدا کیلئے انجام پائے تو اس کی سختی اور زحمت کم ہو جاتی ہے۔ (صحیفہ امام، ج ۱۸، ص ۳۱۴)

خالص ہونے کیلئے امتحان

اگر تمہارا خدا کی ذات پر اعتقاد و ایمان ہو اور تم اس کی حکمت اور کبھی نہ ختم ہونے والی رحمت کا یقین کرو تو تم ان تمام تہمتوں، جھوٹ و الزام تراشیوں، اذیت و آزار اور طعن و لعن کو اپنی نفسانی خواہشات کی سرکوبی کیلئے اپنے دوست کا تحفہ خیال کرو گے اور یہ اپنے بندوں کو خالص بنانے کیلئے خداوند عالم کی طرف سے امتحان و آزمائش ہے۔ (محرم راز، ص ۱۸)

فہرست

مقدمہ ۷

پہلی فصل

تعلیم و تربیت کی اہمیت اور اس کا مقام

تربیت کی اہمیت

انسانی روح کی اہمیت ۱۵

عقلی طور پر اہم ترین کام ۱۶

باطنی نورانیت کی اہمیت ۱۶

معنوی تربیت کامل ترین رحمت ہے ۱۷

بچوں کی تربیت کی اہمیت اور سہل انگاری کا خطرہ ۱۷

صحیح تربیت سے فطرت کی نشو و نما ۱۷

صحیح تربیت نہ ہونے کی صورت میں روح کا تنزل ۱۸

تزکیہ، بعثت کی غایت ۱۸

تزکیہ سے نور ہدایت کا حصول ۱۸

اپنی اصلاح تمام چیزوں پر مقدم ہے ۱۹

تہذیب نفس اور اخلاق حسنہ کے حصول میں کامیابی ۱۹

تعلیم وتربیت سعادت کے دو پر ہیں ۲۰

انسانی تربیت کی ضرورت

عدم اصلاح کی صورت میں نابودی مقدر ہے ۲۳
تربیت کا صرف انسان سے مختص ہونا ۲۳
نفس کا مہار نہ کرنے کے نتائج ۲۴
انبیاء کے ذریعہ انسانی تربیت کی ضرورت ۲۴
نوجوانوں کی تربیت لازمی امر ہے ۲۴
انسان کا بے لگام ہونا ۲۴
اختلاف ونزاع کی وجہ ۲۵
اسلامی جمہوریہ کو تربیت وتزکیہ کی ضرورت ۲۵
سب سے بڑا شیطان، نفس کا شیطان ہے ۲۶
زمانہ طفولیت سے تربیت کا آغاز ۲۶
تعلیمی نصاب میں اخلاق کا سرفہرست ہونا ۲۶

انسان میں تربیت قبول کرنے کی صلاحیت

پیدائش کے وقت انسانی نفوس کی حالت ۲۹
انسان میں فضائل ورذائل کی تبدیلی ۲۹
بچے میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت ۳۰
تمام روحانی امراض کی شفا ممکن ہے ۳۰
ایک بے بنیاد اور غیر علمی کلام ۳۰
تربیت پذیری الطاف الٰہی میں سے ہے ۳۰
انسان میں تربیت کی قابلیت ۳۱
انسان کی استعداد کو درجہ فعلیت تک پہنچانے کیلئے انبیاءؑ کی ماموریت ۳۱
تربیت کی صلاحیت دراصل عالم وراء طبیعت کو درک کرنا ہے ۳۱

اچھی اور بری صفات کو حاصل کرنے کی قابلیت ۳۲
انسان ایک قابل تربیت حیوان ہے ۳۲
انسان کی روحانی ترقی اس کے رشد سے وابستہ ہے ۳۲
انسان سمٹی ہوئی کائنات ۳۳
پیدائش کے وقت نفس انسان کا پاک ہونا ۳۳
نوجوانوں میں نفس کی پاکیزگی ۳۴
عالم جوانی میں ترک گناہ کی قدرت ۳۴

بامقصد تعلیم و تربیت

علم کا حجاب ۳۷
نشان رخ ۳۷
خدائی علم کے اہداف ۳۸
شرعی علوم معرفت خدا کا مقدمہ ہیں ۳۹
سودمند علم ۳۹
جہالت کے زیر سایہ ٹیکنالوجی ۳۹
خدا کے تعلیم دینے کے سبب علم کی عظمت ۳۹
سودمند علم کا کردار ۴۰
خدائی علوم اور باطنی ہدایت ۴۰
معنویت کے بغیر علم ۴۰
تہذیب نفس کے بغیر علم کا نقصان ۴۱
اسم ربّ، تمام خلائق کا نقطہ آغاز ۴۱
اسلام میں مادی علوم کا ہدف ۴۳
اخلاقی اور روحانی تربیت کے ساتھ صحیح تعلیم کا حصول ۴۶

بامقصد تحصیل علم کی ضرورت ۴۷
علم کی نورانیت ۴۷
پردوں کو ہٹانے کی کوشش کرو نہ کہ کتابوں کی جمع آوری کی ۴۸
برتری حاصل کرنے کی مذمت ۴۹
علم اور گہوارۂ طفولیت ۴۹

تعلیم وتربیت، انبیاء کے نظام کا اصل محور

شریعتوں کا اصلی مقصد ۵۱
انسان کی لاہوتی اور خدائی تربیت ۵۱
ناقص انسان کا کامل انسان میں تبدیل ہونا ۵۲
اسلام کا مقصد انسان کے تمام ابعاد کی تعمیر کرنا ۵۲
تربیت بشر کیلئے انبیاء کی بعثت ۵۲
انبیاءؑ کا واحد ہدف ۵۳
ارتقاء بشر، انبیاء کی رسالت کا مقصد ۵۴
انبیاء کی بعثت اور سعادت بشر ۵۴
مقصد انبیاء، انسان کی تربیت ہے ۵۴
تعلیم انبیاء کی دعوت میں سرفہرست امر ۵۵
بہترین پیشہ ۵۵
تاریکیوں سے نور کی طرف دعوت ۵۵
استقلال اور آزادی، انبیاءؑ کا ہدف ۵۶
انبیاء کا انسان کی لامحدود قوتوں کو مہار کرنا ۵۶
انسان، علم انبیاء کا موضوع ۵۸
انسان تمام خوبیوں کا سرچشمہ اور نقطۂ آغاز ۵۸

طبقاتی نظام کو ختم کرنا ۵۹
قلوب کی پاکیزگی، انبیاء کی خواہش ۵۹
مادی انسان کی الٰہی انسان میں تبدیلی ۶۰
تمام امور کی اصلاح، انسان کی اصلاح پر موقوف ہے ۶۰
انسانوں کی اصلاح تمام چیزوں پر مقدم ہے ۶۱
انبیاء کا اہم ترین کام ۶۱
تمام امور انسانی تربیت وتعمیر کا مقدمہ ہیں ۶۲
رسول ختمی مرتبت ؐ کی ماموریت ۶۳
انبیاء اور انسانی اخلاق کا رشد ۶۳
انبیاء کا کام توحید کی طرف دعوت اور عدل کا قیام ہے ۶۴
حجابوں سے رہائی ۶۵
انبیاء کی تعلیم، معرفت نفس ۶۵

دوسری فصل

تعلیم وتربیت میں مؤثر عوامل

دینی عوامل:

خداوند عالم کی عنایت وارادہ

دعا کا ﴿اللّٰھم﴾ سے شروع ہونے کا راز ۶۹
حقائق کے روشن ہونے کی شرط ۷۰
مراتب وجود کے اعتبار سے اجابت دعا ۷۰
اسم اعظم کے ذریعہ اجابت دعا ۷۱
انسان کے گریہ وزاری کا راز ۷۱
لطف خدا سے ملت کی بیداری ۷۱

میں خدا کے ارادے کا احساس کر چکا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۲
دست غیبی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۲
خدا اور عوام کا ذاتی تحول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۲
کابلی کے وقت ارادہ خدا کی تجلی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۳
نوجوانوں کی حالت پر رشک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۳
معجزہ آسا انقلاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴
دلوں پر خدا کے ربوبی تصرف سے مشکل کشائی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴
انوار الٰہی کی تجلی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۶
سینوں میں مخفی علم کے خزانے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۶
انجام امور پر خدا کا دائمی ارادہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۷
خم پنہاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۸

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام

معرفت نبیؐ کے ذریعہ معرفت خدا کا حصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۹
استعداد و صلاحیتوں کی رشد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
انبیاء دل سوز اطبا کی مانند ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
امیر المومنینؑ صراط مستقیم ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
انبیاء، خدا کی رحمت کے بلند ترین مظاہر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۲
انبیاء اور اخروی دنیا کی تعلیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۲
حضرت امام حسینؑ اور امت کی بیداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۳
مکتب ائمہؑ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۳
علم انبیاء کی میراث ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۴
سلامتی کی راہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۴

خیر و برکت انبیاء کی جدو جہد کا ماحصل ۸۵
پیغمبر اکرمؐ کا رنج وغم ۸۵
انبیاء کی آمد کے ساتھ انسانیت کا کمال ۸۵
حضرت امیر المومنینؑ کا وجود بعثت رسولؐ کا ثمر ۸۶
امام زمانہؑ ہادی بشریت ۸۶
نبیؐ کی عصمت اور امت کی تربیت ۸۷
اپنی توان و طاقت کے مطابق ائمہؑ سے نصیحت حاصل کریں ۸۷
دنیا مدرسہ ہے اور انبیاء معلم ۸۸
انبیاء راہنما بھی ہیں، قابل تقلید بھی ۸۸
انبیاء کی شمشیر، جراحی کا آلہ ۸۸
گمراہ لوگوں کا انبیاء کی مخالفت کرنا ۹۰
انبیاء کی مدد سے خود خواہی کا علاج ۹۰
انبیاء کی فداکاری ۹۰
انبیاء رحمت خدا کا جلوہ ۹۱
ائمہ طاہرینؑ علمی و عملی نمونہ ۹۱
ائمہؑ کی مناجات میں انسانیت کی راہنمائی ۹۱
انبیاء سے درس لینا ۹۲

اسلام، قرآن، احادیث اور دعا

دعا، خالق ومخلوق کے درمیان معنوی تعلق ۹۳
تلاوت قرآن کے تربیتی اثرات ۹۳
قرآن میں تفکر کے ثمرات ۹۴
احادیث کا معنوی وجد وسرور ۹۵

احادیث کا مقصد ۹۵
قرآن اور عقول کا تصفیہ ونفوس کا تزکیہ ۹۶
قرآن، جامع اخلاق ۹۶
قرآن اور انسان کی رہائی ۹۶
قرآنی قصوں کا مقصد ۹۶
قرآن، آسمانی تحفہ ۹۷
خیانت سے بچانے میں دین کا کردار ۹۷
زندگی کو متحول کرنے میں دین کا بنیادی کردار ۹۷
قرآن میں غور وفکر ۹۸
احادیث ائمہؑ اور معرفت کے اسرار ۹۸
اسلام، بشر کی کامل سعادت کا ضامن ۹۸
قرآن، تعمیر انسانیت کی کتاب ۹۹
آخرت کا وسیلہ ۹۹
قرآن، انسانی ذمہ داری کو بیان کرنے والی کتاب ۹۹
قرآن اور جنگ کی طرف رغبت ۹۹
متحرک کتاب ۱۰۰
تمام پہلوؤں کی جانب قرآن کی توجہ ۱۰۰
قرآن اور ظالموں کے ساتھ آشتی کی مذمت ۱۰۰
قرآن اور معاشرے کی تربیت ۱۰۱
اسلام، بشریت کا معمار ۱۰۱
اسلام کے فردی اور اجتماعی احکامات ۱۰۲
انسان کی ثقافتی ترقی وتکامل اور اسلام ۱۰۲

اسلام کی تمدن، ترقی اور جدید فنون کے ساتھ ہم آہنگی ۱۰۲
ایمان کی بنیاد پر تربیت ۱۰۳
اسلام اور ظلم کے خلاف مقابلہ کی دعوت ۱۰۳
اسلام، مکتب ہدایت ۱۰۳
اسلام کا ملکوت اعلیٰ کی جانب راہنمائی کرنا ۱۰۴
اسلام وقرآن کی جامعیت ۱۰۴
اسلام اور خواتین کی تربیت ۱۰۴
اسلام کی کائنات پر محبت آمیز نگاہ ۱۰۵
دینی تربیت کی جانب اسلام کی توجہ ۱۰۵
قرآنی انسان کی ضرورت ۱۰۶
اسلام کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق حرکت ۱۰۶
قرآن اور خدمت گزار تربیت ۱۰۶
سب پر اسلام کا حق ہے ۱۰۷
تحول کا اصلی سبب، قرآن ہے ۱۰۷
دوسرے عالم میں انسانی زندگی ۱۰۷
اسلام اور روح وجسم کی تقویت ۱۰۷
معاشرے پر اسلام کی عنایت ۱۰۸
اسلام اور مکتب غرب میں فرق ۱۰۸
قرآن سے مسلمانوں کی غفلت ۱۰۸
اسلام، حرکت وپیشرفت کا مکتب ۱۰۹
اسلام اور معرفت خدا ۱۰۹
اسلام ایک سنجیدہ مکتب ۱۰۹

اسلام، تباہی و بربادی کا مخالف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۰
دعا کے ساتھ ساتھ کام اور خدمت میں اضافہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۱
دعاؤں کا تربیتی کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۱
نہج البلاغہ اور مفاتیح الجنان، انسان کامل بنانے کیلئے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۲
دعا، ہر قسم کی خیر و برکت کا سرچشمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۲
معاشرے کی خدمت میں اہل ذکر افراد کا دوسروں سے موازنہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۳
ملکی ترقی میں دعا کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۳
دعا کے ذریعے قلب کے حجابوں کا دور ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۴
قلبی حجابات کو ختم کرنے میں دعا کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۴
اسلام اور انسانی مشکلات کا حل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۵
اعلیٰ مقاصد کی جانب قرآن کی ہدایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۶
دعا کے وسیلہ سے ہدایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۶
تربیت کی غرض و غایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۶
کتاب و حکمت کے فہم کی شرط ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۷
تعلیم و تربیت میں قرآن کا غنی ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۷
قرآن، اصلاح معاشرہ کی کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸
قرآن اور بھائی چارے کی زندگی گزارنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸
قرآن صاعد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸
قرآن، معرفت الٰہی کا خزانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۹
قرآن میں تدبر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۹
سورۂ حشر میں معرفت کے خزانے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۰
دعاؤں کا مطالعہ ہمارے کردار و افکار میں سرفہرست ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۰

اسلام کا ہنر ۱۲۰
دعاؤں کے عظیم ترین معرفتی نکات سے محروم ہونا ۱۲۱

ایام اللہ، شعائر مذہبی اور عزاداری

مجالس عزا کی اہمیت ۱۲۳
مجالس کے ذریعے اخلاقی برائیوں کا خاتمہ ۱۲۴
مذہبی اجتماعات سے تبلیغی فائدہ اٹھانا ۱۲۴
بڑے اسلامی اجتماعات میں حقائق کو بیان کرنا ۱۲۵
سید الشہداء پر گریہ وزاری ۱۲۵
مجالس عزا لوگوں کی تربیت گاہ ۱۲۵
رمضان المبارک اور اصلاح نفس ۱۲۶
قوم کی حیات ۱۲۶
لوگوں کو باخبر رکھنے میں نماز جمعہ کا کردار ۱۲۶
تعمیر انسانیت کے درس ۱۲۷
جوانوں کیلئے نمونہ عمل ۱۲۷
یوم خواتین اور ان کی ذمہ داری ۱۲۷

فردی عوامل:

پیدائش سے قبل، موروثی عوامل

نطفہ پر غذا کا اثر ۱۲۹
پیدائش سے قبل بچہ کی نفسیات و روح پر موثر عوامل ۱۲۹
بچے پر ماں کے دودھ کا اثر ۱۳۱
تربیت اولاد میں والدین کا کردار ۱۳۱
تربیت اولاد کیلئے اچھے شریک حیات کی ضرورت ۱۳۲
شادی کے بارے میں اسلام کی تعلیمات ۱۳۴

امر ازدواج میں اسلام کی ہمراہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۵

خدا اور قیامت کا عقیدہ

سفر آخرت کیلئے اعمال کی اصلاح کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۷
عذاب قیامت سے نجات پانے کا موقعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۹
بے فائدہ حسرت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۰
صانع حقیقی کے سامنے خضوع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۰
ایمان و معرفت کا نتیجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۱
خدا کی بارگاہ میں مقام ﴿صعق﴾ کے مراحل کا حصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲
جہنم کی رحمت! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲
معرفت خدا کے ثمرات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳
﴿سقر﴾ یا جہنم کی فریاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳
قیامت پر عقیدہ رکھنے کا اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۴
غیبت کے برے نتائج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۴
معاشرتی قوانین کی تبدیلی میں عبادت کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۵
تقویٰ کا اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۵
آخرت میں نجات دینے والا عمل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۶
اہل آخرت کا تواضع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۶
اہل آخرت کی شجاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۶
قیامت پر ایمان کا تربیتی کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۷
قیامت پر اعتقاد خطاؤں سے بچاتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۸
خودشناسی، خداشناسی کیلئے مقدمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۸
قوت خدا کی مدد سے آگے بڑھنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۹

اہل ایمان کی منطق واستدلال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۰
قیامت کے بارے میں اہل دنیا کا خوف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۰
آخرت کے بارے میں غوروفکر کرنا قلوب کی بیداری کا باعث ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۱
انسان کے اعمال، عذاب الٰہی کی بنیاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۱
قیامت کی فکر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۲
آخرت کی پوچھ گچھ کی طرف توجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۲
روز قیامت عزت وآبرو کی حفاظت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۲

خداوند عالم سے روحانی رابطہ

...

چشم بیمار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۵
خدا کو اس کے مقام ومنزلت کے مطابق پکارنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۶
ماہیات اور نفوس کی ہدایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۷
خداوند متعال سے ہمراہی کی درخواست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۷
خدا کیلئے خلوص عمل کے نتیجہ میں کرامت اور عزت کا حصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۸
قلب مومن، جمال محبوب کا آئینہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۸
خدا کی نسبت حسن ظن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۹
نور علم کی جانب دل کی ہدایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۰
کامل ترین افراد پر اسرار کی تجلی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۰
سعادت کے دروازے کھلنے کی شرط ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۱
حقیقت توحید کے ادراک میں دل کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۲
مومنین کی صفات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۳
کسی چیز کا علم وادراک، ایمان نہیں ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۴

خلوص کو قلب میں راسخ کرنا ۱۶۴
مخلِص اور مخلَص کا مقام ۱۶۴
خلوص کی اہمیت ۱۶۵
علم سے ایمان تک پہنچنا، توکل کی شرط ۱۶۵
فیض الٰہی کی دستگیری ۱۶۵
مخلوق سے بے نیازی ۱۶۶
یقین، توکل کے کامل ہونے کی شرط ۱۶۶
رحمت واسعہ سے وابستگی ۱۶۷
قلب کا روشن و تاریک نقطہ ۱۶۷
عزت نفس کا نقطہ آغاز ۱۶۸
مقام ولایت ۱۶۸
خدا کے الطاف خفیہ ۱۶۸
قیام خدا کیلئے ہو تو شکست نہیں ہے ۱۶۹
تمام اشیاء پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے خدا پر توکل کرنا ۱۶۹
تقویٰ، اللہ کے ماسوا سے نہ ڈرنا ۱۷۰
خدا کی طرف توجہ کے ذریعہ مشکلات کا حل ہونا ۱۷۰
خدا اور اولیا کی طرف توجہ، کامیابی کا راز ۱۷۰
کامیابی کا راز، معنویت کی طرف توجہ ۱۷۰
معنویت، مسلمانوں کی عزت کا سبب ۱۷۱
ملکی حیات واستقلال میں تقویٰ کی تاثیر ۱۷۱
خدا کی طرف توجہ کے ذریعے تقویت روح ۱۷۱
قلبی سکون میں ذکر کا کردار ۱۷۱

خدا پر توکل کے ذریعہ مشکلات کا حل ۱۷۲
رحمت الٰہی کی طرف توجہ کیجئے ۱۷۲
مبدأ قدرت سے دل کا متصل کرنا ۱۷۲
خدائی تعلیم کے ذریعہ حجاب کا دور کرنا ۱۷۳
ایمان کے ذریعہ دشمن پر غلبہ پانا ۱۷۳
حجابات ہٹانے میں ایمان کا کردار ۱۷۳
بیداری اور نجات کی شرط ۱۷۴
خدا سے تمسک کی وجہ سے خوف ختم ہو جانا ۱۷۴
''میں'' کے بجائے ''میرا'' مکتب کہیں ۱۷۴
کاموں کا الٰہی ہو جانا ۱۷۵
مشکلات پر قابو پانے کا راز ۱۷۵
اطمینان کیسے حاصل ہو ۱۷۵
جنگ کو جاری رکھنے میں خدا پر بھروسہ ۱۷۶
خدا پر توکل کے ذریعہ کاموں کی اصلاح ۱۷۶
مجاہدین کے قلوب میں سکون واطمینان کا نزول ۱۷۷
تقویٰ، دنیوی آفات کی سپر ۱۷۷
خدا کی طرف توجہ سے راہوں کا کھلنا ۱۷۸
محاذوں پر موجود نوجوان کی معنویت، خدا کا تحفہ ہے ۱۷۸
اطمینان پیدا کرنے والے عوامل ۱۷۸
دائمی ذکر ۱۷۹
اے دوست سہارا دے ۱۷۹
میں جو کچھ ہوں، مجھے تو دکھا دے ۱۷۹

ایمان کے سائے میں استقامت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۰
ایمان اور خلوص کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۰
رکھوں قدم پہ ترے، سر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۱
تو اگر لطف کرے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۱
پناہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۱
حسن اختتام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۲

اخلاقی فضائل

سب سے بہترین جنت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۵
مستحسن امید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۶
دل میں ندامت کی تقویت کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۶
حقیقت کی طرف ایک راستہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۷
تجلیات قلب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۷
لشکر عقل پر غلبہ کے بعد انسان کی ذمہ دار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۸
انسان، اپنی روح کا طبیب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۸
علمی اور عملی ریاضتیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۹
طہارت قلب کا طریقہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۹
عدالت کا مقام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۱
ایام جوانی میں سرکش قوتوں کو معتدل کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۱
اہل معرفت کے فضائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۱
نعمتوں کے شکر کی فضیلت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۲
تمام جہات سے شکر خدا کی بجا آوری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۲
لوگوں سے اپنی امید قطع کرلینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۳

دل کا شفاف آئینہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۳
عفت کا ملکہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۴
وسعت قلب کا نتیجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۴
آزاد انسان کون ہے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۵
ایان جوانی میں تہذیب نفس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۵
اخلاق حسنہ سے خود کو آراستہ کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۶
رفتار و گفتار کی حفاظت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۶
ملک کو چلانے کیلئے تہذیب نفس کی ضرورت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۷
میزان سعادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۷
امانتدار انسان منحرف نہیں ہوتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۸
کام صرف خدا کیلئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۸
انانیت کو چھوڑنا، کامیابی کا راز ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۸
نفس کی طرف توجہ کو کم کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۹
خدا سے غفلت نہ کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۹
خطا کا اعتراف کرنا انسان کی سربلندی کا باعث ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۹
زبان کی حفاظت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۰
انسان، خیر و شر کا سرچشمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۱
لوگوں سے امید نہ رکھنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۱
حکم خدا پر عمل پیرا ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۲
خودخواہی سے نجات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۲
اپنی ذات سے اصلاح کا آغاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۲
قلب کی تقویت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۳

نفس کا بت، تمام بتوں کا سردار ہے ۲۰۳
خدا کی طرف توجہ کی اہمیت ۲۰۴
دلوں کا سکون ۲۰۴
مسائل کا حل ۲۰۴

رذائل اخلاقی

شرک رکھنے والا مومن ۲۰۵
دل کے اندھے پن کو دور کرنا ۲۰۵
عُجب کا نتیجہ ۲۰۶
تکبر کا اصلی سبب ۲۰۷
اہل دنیا سے چرائے ہوئے مفاہیم اور رٹی ہوئی اصطلاحیں ۲۱۱
حسد کی برائیاں ۲۱۳
ولایت الٰہی سے نکلنے کا نتیجہ ۲۱۵
حسد، ایمان کی آفت ۲۱۵
صفت غضب کی برائیاں ۲۱۷
منافقت کے درجات اور اس کی برائیاں ۲۱۸
اہل دنیا کی توصیف اور ان کی مذمت کا بیان ۲۱۹
ایمان کا زائل ہونا ۲۲۲
گناہ کی زیادتی توبہ سے غفلت کا موجب بنتی ہے ۲۲۳
گناہوں کی زیادتی کا برا نتیجہ ۲۲۵
الٰہی نیت کے ساتھ نہی عن المنکر ۲۲۵
برے اعمال کا قلب میں جلدی اثر کرنا ۲۲۶
باطل علوم کے عواقب اور قلبی کدورت ۲۲۷

جاہ طلب افراد کی چاپلوسی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۸
جہالت میں اضافے کے عواقب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۸
غرور، راہ حق کی رکاوٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۹
دنیا اور سالک کے انحراف کا خطرہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲۹
خودخواہی، کمالات کے حصول میں حجاب ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۰
شیطانی خیالات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۰
غضب وشہوت کے برے آثار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۲
خلوص نہ ہونے کے عواقب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۴
غافل انسان کی سستی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۴
اخلاق حسنہ کے موانع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۵
غرور کے مصالحے میں تاخیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۵
حب نفس، ثمرۂ خبیثہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۶
غصے کی حالت میں انسان کی کیفیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۷
غصے کی وجہ سے ایمان کی خرابی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۷
راہ دین کا کانٹا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۸
شہوت وغضب کے ظاہر ہونے کی وجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۸
دل کی کدورت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۹
تو خود حجاب خودی حافظ، از میان برخیز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۳۹
ہر مرض کا علاج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۴۰
فطرت کا زنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۴۰
خودپسندی اور خودخواہی کے عواقب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۴۱
خودخواہی کے نتیجے میں سینہ کی تنگی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۴۲

بری صفت ۲۴۲
راہ حقیقت سے خروج ۲۴۳
عادات، فہم احکام کے مانع بنتی ہیں ۲۴۳
سرکش نفس سے غفلت ۲۴۳
مومن کی نسبت بے توجہی اور جسارت ۲۴۳
چھوٹے گناہ، کفر کا زینہ ہیں ۲۴۴
اختلافات کی جڑ ۲۴۴
قلب کی سیاہی، وصال خدا کے مانع بنتی ہے ۲۴۵
جان کنی کے وقت انسان کی حالت ۲۴۵
مادی انسان کی سوچ ۲۴۶
انسانیت سے دوری کی وجہ ۲۴۶
خواہشات نفس اور بے عدالتی ۲۴۶
حب نفس کی جڑ ۲۴۷
تمام خطاؤں کی جڑ ۲۴۷
شیطان کے حیلے ۲۴۸
مایوسی، شیطانی لشکر کا حربہ ۲۴۸
دنیا پرستی اور مقام پرستی کا رابطہ ۲۴۹
قلبی فکر و خیالات کا تصفیہ ۲۴۹
مقام و منصب کی طرف توجہ، نفس کی کمزوری کی علامت ہے ۲۵۰
شیطان اور گناہ کی آلودگی ۲۵۰
ہمارا مقصد اسلام کا نفاذ ہے ۲۵۰
گناہ کو چھوٹا خیال کرنا، شیطان کا حربہ ہے ۲۵۱

آفات زبان کی روک تھام ۲۵۲
حق تعالیٰ کو چھوڑنے میں دنیا وآخرت کی ذلت ۲۵۲
جوانی میں گمراہی کے اولین قدم کو روک دو ۲۵۳

معاشرے اور ماحول کے عوامل

ثقافت و مکتب

سامراجی ثقافت تمام بیماریوں کی جڑ ہے ۲۵۵
ثقافت تمام خوش بختیوں اور بد بختیوں کا نقطہ آغاز ہے ۲۵۵
اپنی ثقافت کے مطابق تعمیر کی جائے ۲۵۶
صحیح ثقافت اور صحیح تربیت ۲۵۷
ثقافت اور تمدن کا باہمی رابطہ ۲۵۷
استقلال طلب جوانوں کی تربیت اور ثقافت ۲۵۷
ثقافت، قوم کی بنیاد ہے ۲۵۸
بے نیاز ترین ثقافت ۲۵۸
تعمیر انسانیت کا کارخانہ ۲۵۹
ثقافت کے ذریعہ مشکلات کا حل ۲۵۹
ثقافتی انقلاب کی ضرورت ۲۵۹
خدمت گزار ثقافت وتربیت ۲۶۰
امانتدار انسان ، تربیت کرنا ۲۶۰
مغرب میں تعمیر انسانیت نہیں ۲۶۱
واحد انسان ساز مکتب ۲۶۱
مغرب پرستی کا علاج ۲۶۱
توحیدی مکتب کا امتیاز ۲۶۲
صحیح ثقافت کے منصوبہ بندی ۲۶۳

اسلامی ثقافتی قدروں کی طرف توجہ ۲۶۴

ثقافت کا ملکی مسائل میں سرفہرست ہونا ۲۶۴

آزادی اور استقلال کی بنیاد ۲۶۵

ثقافت اور قومی انقلاب ۲۶۵

مغربی ثقافت کے خلاف جدوجہد ۲۶۶

اقدار میں تحول ۲۶۶

اسلامی ثقافت کے زندہ کرنے میں خواتین کا کردار ۲۶۷

حکومت اور قانون

اسلامی حکومت میں تربیت کی اہمیت ۲۶۹

حکومت کی ذمہ داری، نوجوان طبقہ کی نجات ۲۶۹

انسانی تربیت میں الٰہی اور غیر الٰہی حکومتوں کے درمیان فرق ۲۷۰

کسی ملک کی ترقی اور زوال میں تربیت کا کردار ۲۷۰

دلوں پر خدا کی حکومت ۲۷۲

فاسد حکومت اور عوام کا اخلاقی انحراف ۲۷۲

مفکرین کی تشویق، حکومتی ذمہ داری ۲۷۲

عظیم علمی و عملی جدوجہد ۲۷۳

گھرانہ

بچوں کی عملی تربیت ۲۷۵

بچوں کی خداپسند تربیت ۲۷۵

ماں کی آغوش سے تربیت کا آغاز ۲۷۶

خواتین سے اسلام کی توقع ۲۷۶

گھر، مدرسہ کی مانند ہے ۲۷۶

خواتین بچوں کے اعمال کی ذمہ دار ہیں ۲۷۷

سب سے پہلا مدرسہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۷
فردی تربیت کا معاشرے پر اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۸
عورت کے تربیتی کردار کو مٹانے کی سازش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۸
عورت معاشرے کی مربی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۹
عورت کے گود سے ہی مرد معراج پر جاتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۷۹
بچہ کی تربیت، سب سے زیادہ عظیم کام ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۰
گھر، علمی اور دینی تربیت کا مرکز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۰
ماں سے دوری کے نتیجے میں بچہ کی نفسیاتی مشکل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۱
ماں اور بچہ کے درمیان جدائی کی سازش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۱
خیر و برکت کا نقطہ آغاز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۲
تمام برائیوں کا سرچشمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۲
ماں کی خدمت، استاد کی خدمت سے زیادہ عظیم ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۳
شہداء کی ماؤں کا افتخار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۳
حضرت فاطمہؑ کے چھوٹے سے گھر میں تربیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۴
شہداء کی ماؤں کو خراج تحسین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۴

اسکول اور یونیورسٹی

دیندار معلم کا انتخاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۵
استاد اور صحیح تربیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۵
شیطانی تربیت نہ کریں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۶
مستقبل کیلئے بچوں کی تربیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۶
اسلامی تربیت میں خیانت کا نہ ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۷
نوجوانوں میں خوداعتمادی کو مضبوط بنانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۸۷

استقلال کے محافظ ۲۸۷
معلمین بیدار ہوجائیں ۲۸۸
مہذب نونہالوں کی تربیت ۲۸۸
تمام افراد، یا معلم ہیں یا شاگرد ۲۸۸
ملکی ترقی وزوال میں معلمین کا کردار ۲۸۸
خدا کے سامنے جوابدہی ۲۸۹
کلید سعادت وشقاوت اور معلمین ۲۹۰
صحیح تربیت کے ذریعہ دین ودنیا کی حفاظت ۲۹۰
شیاطین سے حفاظت ۲۹۱
سب سے پہلا معلم ۲۹۱
انقلاب کے بعد معلم حضرات کی ذمہ داری ۲۹۲
اخلاقی تربیت کی ضرورت ۲۹۲
دینی مدارس، اسکول، یونیورسٹی میں تربیت وتزکیہ ۲۹۲
اقدار کی طرف دعوت ۲۹۲
انسان، معلم کے پاس امانت ہے ۲۹۳
بچوں کی نورانیت کی پھلنا ۲۹۴
اسلام کو عملی بنانے کی ضرورت ۲۹۵
عظیم ذمہ داری ۲۹۵
مستقبل کیلئے اپنی ذات کی اصلاح ۲۹۶

حوزہ ہائے علمیہ، علما اور مساجد

علما کے ذریعہ سے خدا کی پہچان ۲۹۷
محکمۂ پولیس کے برابر حوزہ علمیہ کی فعالیت ۲۹۷

چراغ راہ ـــــــــ ۲۹۸

نصیحت نہ کرنے کا گناہ ـــــــــ ۲۹۸

علما، مومنین کی تربیت کیلئے ہیں ـــــــــ ۲۹۹

اسلام کی حفاظت، سب سے بڑی ذمہ داری ہے ـــــــــ ۲۹۹

تبلیغ و تعلیم، فقہا کی دو اہم ذمہ داری ـــــــــ ۳۰۰

شبہات کا جواب ـــــــــ ۳۰۱

لوگوں کی فکری اور سیاسی رشد کی طرف توجہ ـــــــــ ۳۰۲

حقائق کے بیان کے ذریعہ عوامی تحریک کا آغاز ـــــــــ ۳۰۲

عوام کا علما کی اقتدا کرنا ـــــــــ ۳۰۳

آداب اسلامی کے ذریعہ لوگوں کی تربیت ـــــــــ ۳۰۳

دینی مدارس میں تہذیب نفس کی اہمیت ـــــــــ ۳۰۴

معاشرے میں علما کے اخلاق کی اہمیت ـــــــــ ۳۰۴

علما اور انسانوں کی تربیت ـــــــــ ۳۰۴

ایرانی معاشرے میں فکری انقلاب ـــــــــ ۳۰۵

علما اور بدعتوں کا مقابلہ ـــــــــ ۳۰۵

علما کی سنگین ذمہ داری ـــــــــ ۳۰۵

مدرسہ فیضیہ، علم اور احکام کو بیان کرنے کی جگہ ـــــــــ ۳۰۶

حفاظت دین علما کے ہاتھ میں ہے ـــــــــ ۳۰۶

ایک ہی راستہ ـــــــــ ۳۰۶

جب چور چراغ لے کر آئے... ـــــــــ ۳۰۷

دینی مدارس اور یونیورسٹی میں مومن انسان کی تربیت ـــــــــ ۳۰۸

دینی مدارس اور یونیورسٹی کی ذمہ داری ـــــــــ ۳۰۸

حکومتوں میں دانشمندوں کا کردار ۳۰۹
انسانی تربیت کی شرط ۳۰۹
معاشرہ کی اصلاح وفساد، تربیت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہے ۳۰۹
تعلیم سے قبل تزکیہ ۳۱۰
مساجد، صحیح تربیت کا مرکز ۳۱۱
یونیورسٹی بھی جائیں اور اہل مسجد بھی بنیں ۳۱۱
علما کی سب سے بڑی خدمت ۳۱۱
ترقی یا زوال کے دو مرکز ۳۱۲
بم سے زیادہ خطرناک ۳۱۲
ملک کیلئے اہم ترین چیز ۳۱۲
شہید مطہریؒ، ایک نمونہ عمل ۳۱۲
تحصیل علم، انذار کا مقدمہ ۳۱۳
شہید مطہریؒ کی کتابیں بغیر کسی استثنا کے اچھی ہیں ۳۱۳
عوام کی حفاظت کے مورچے ۳۱۳
علما کے وعظ ونصیحت سے ایمان کی تقویت ۳۱۴
نوجوانوں کی قدردانی اور خدمت ۳۱۴
دینی طالب علم ہونے کی شرائط ۳۱۴
حوزہ علمیہ اور خواتین کی فکری رشد ۳۱۵
علما کے مقام رشد وہدایت کی حفاظت ۳۱۵
حوزہ علمیہ کے تربیت شدہ افراد ۳۱۵
نوجوانوں میں تبدیلی ۳۱۶
عوام کی طرف سے علما کی پیروی کی وجہ ۳۱۶

ملک کا روشن مستقبل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۷
اقتدار کے حصول کیلئے علما سے استفادہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۷
علما کے کامیاب اور موثر ہونے کا راز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۸
دین کے معتقد علما کی تربیت میں حوزہ علمیہ کا کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۱۸

ورزش اور ورزشگاهیں

صحیح وسالم بدن میں صحیح وسالم عقل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹
روح کو مضبوط بنانے کیلئے ورزش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹
ورزش کرنے والوں میں جوانمردی اور محبت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۰
عوام کے پشت پناہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۰
معنویت کو جلدی قبول کرنے کا راز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۱
پہلوانوں میں اخلاق کا مقدم ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۱
ہشاش وبشاش چہروں کی کامیابی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۱

دانشور، مفکرین اور مصنفین

کتاب لکھنے کا طریقہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۳
قلم کو نیک افراد کے ہاتھ میں ہونا چاہیے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۳
ارباب فکر کے ذریعہ معاشرے کا نظم ونسق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۴
مصنفین اور نوجوانوں کی ترقی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۴
بشر کی فکری رشد اور اس کا نتیجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۴
قلم وزبان کے ذریعہ زندگی کی تعمیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۵
نوجوانوں کے اذہان کی تطہیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۵
اہل قلم کا پند ونصیحت سے استفادہ کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۵

ذرائع ابلاغ

آگاہ کرنے کا وسیلہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۷

سینما اور اسلام کی نگاہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۷

انحرافی فلموں کی مخالفت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۷

عوامی یونیورسٹی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۸

ریڈیو اور ٹی وی تعلیمی اداروں کا درجہ رکھتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۸

مطبوعات کی ذمہ داری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹

ذرائع ابلاغ کا تربیتی کردار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹

مفکر انسان بنانے کیلئے جرائد کا شائع ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹

ذرائع ابلاغ کی سب سے عظیم خدمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۲۹

ریڈیو، ٹی وی کے پروگراموں کا مقصد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۰

ٹی وی اور ریڈیو کی اہمیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۰

فلم کا تربیتی اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۱

ٹی وی اور ریڈیو کے پروگراموں میں ملکی مصلحت کا خیال رکھنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۱

ذرائع ابلاغ اور لوگوں کی ہدایت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۱

دلیل کے ذریعہ برائی کا خاتمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۱

رسالے کی ظاہری صورت کا قاری پر اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۲

لکھنے کا انداز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۲

عوامی تربیتی سینٹر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۳

مطبوعات کی اہمیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۳

خبر رساں ایجنسیوں میں صداقت کی اہمیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۴

شاہی دور حکومت میں مطبوعاتی اداروں کی حالت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۴

حکومتی کارکنوں کی بصیرت کا ارتقا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۵

اچھی فلم اور تھیٹر کی تیاری کیلئے زحمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۵

خبروں کے ذریعہ تعلیم کا شوق اور رغبت دلانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۶

حدود وتعزیرات کا اجرا کرنے والے ادارے

قصاص، درحقیقت رحمت ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۷
قصاص میں عوام کی حیات ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۷
پھانسی، رحمت کا دریچہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۸
قیدیوں کی اسلامی اور اخلاقی تربیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۳۸

جنگ ودفاع

جنگ اور جنگی قیدیوں کی تربیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۱
اسلامی جنگیں اور معاشرے کی تربیت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۱
اسلام کی تلوار اور برائیوں کا مقابلہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۱
جنگ، کاہلی سے نجات کا باعث ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۲
رسول اکرم ؐ کی شمشیر دراصل طبیب کا آلہ جراحی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۲
اصلاحی ضرب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۲
جنگ اور شخصیت کا ارتقا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۳
بے نظیر تحرک وبیداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۳
پورے ایران کا شہادت سے عشق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۳
عوامی بیداری میں شہدا کے وصیت ناموں کا اثر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۴
جنگ میں تجربہ کا حصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۴
جنگ، یعنی خدا کی طرف سفر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۴
نعمتوں کی فراوانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۵
جنگ میں صلاحیتوں کا پروان چڑھنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۵
جنگ میں تحقیقات اور اختراع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۶
ہماری جنگ سے پاکستان وہندوستان کی بیداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۴۶

جنگ میں اخوت اور وطن دوستی کے جلوے ۳۴۶
جنگ میں اسلام کی انقلابی روح ۳۴۶
ہماری جنگ کے نتیجے میں افریقہ میں اسلام کی اشاعت ۳۴۶
بلائیں، مصائب اور امتحان ۳۴۷
ہجر کا لذت بخش رنج وغم ۳۴۷
بلایا، آسمانی تحفہ ۳۴۸
بلایا اور مصائب میں یاد خدا ۳۴۸
آزمائش کے ذریعہ مومنین کے درجات ۳۴۸
آزمائش کا کمال عقل کے تابع ہونا ۳۴۹
صبر کے فضائل اور نفس پر اس کے اثرات ۳۴۹
عذاب کی صورت میں نعمت ۳۵۰
مصائب اور امتحان بیداری اور توجہ کا موجب ہیں ۳۵۱
ہماری عوام پہلے سے زیادہ بیدار ہو رہی ہے ۳۵۱
جدت اور ترقی، اقتصادی بائیکاٹ کی برکت ہے ۳۵۲
آسمانی تحفہ ۳۵۳
محلات کی زندگی کا صحیح تربیت کے منافی ہونا ۳۵۳
مشکلات سے نہ گھبرانا ۳۵۴
انسان بننا مشکل ہے ۳۵۵
خالص ہونے کیلئے امتحان ۳۵۶

ISBN 964-335-731-7
9789643357313

مؤسسه تنظیم و نشر آثار امام خمینی
امور بین الملل